انسان جو تمام مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے اشرف ہے
انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا اور کیوں شرف عطا کیا.....؟

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مؤلف

مشتاق احمد قریشی

پسند فرمودہ

مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر ماہنامہ "بتینات" کراچی

تقریظ

حافظ فضل الرحیم اشرفی، جامعہ اشرفیہ لاہور

اسلامی کتب خانہ

Marfat.com

Marfat.com

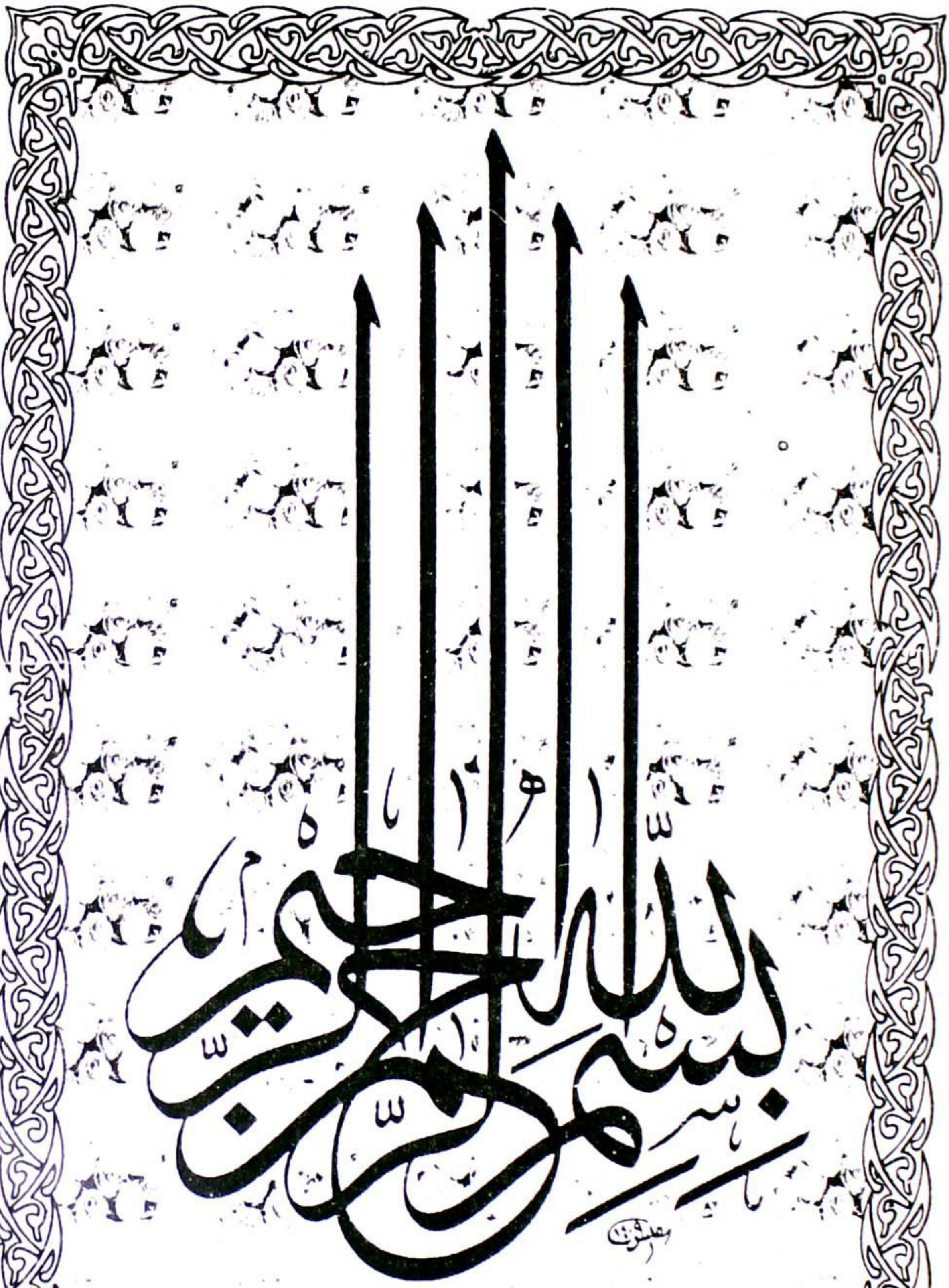

Marfat.com

Marfat.com

انسان جو تمام مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے اشرف ہے
انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا اور کیوں شرف عطا کیا......؟

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَان

[stamp]

مؤلف

مُشتاق احمد قریشی

اسلامی کُتب خانہ
الحمد مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار لاہور
042-7116246-7116257

Marfat.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مؤلف ——— مشتاق احمد قریشی

ناشر ——— اسلامی کتب خانہ

طابع ——— ممتاز احمد

پرنٹر ——— لٹل سٹار پرنٹرز

نئے افق گروپ آف پبلی کیشن۔ احمد چیمبر بلموریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

صحتِ متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ غلطی کی نشاندہی پر ادارہ مشکور ہوگا۔

جزاک اللہ خیراً — اراکین ادارہ

Marfat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(مولانا) سعید احمد جلال پوری

(مدیر ماہنامہ بینات کراچی)

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۵

ملعون ڈارون کا نظریہ ہے کہ انسان کی تخلیق معہود طریقہ پر نہیں ہوئی بلکہ وہ مختلف ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا انسان بنا ہے ورنہ وہ ابتدأ میں کبھی بندر تھا پھر ترقی کرتے کرتے انسان بنا۔

مسٹر غلام احمد پرویز منکر حدیث بھی انسان کے بارہ میں کچھ یہی جذبات رکھتے ہیں، چنانچہ ان کا کہنا ہے:

> ”یہ سوال کہ دنیا میں سب سے پہلا انسان کس طرح وجود میں آ گیا، ذہن انسانی کے لئے وجہ ہزار حیرت واستعجاب رہا ہے، چنانچہ ان مذاہب میں جن میں توہم پرستی نے حقائق کی جگہ لے رکھی ہے، اس عقیدے کے حل میں عجیب وغریب افسانہ طرازیوں سے کام لیا گیا ہے، لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق جو کچھ بتایا ہے وہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے جس کی طرف علم و بصیرت کے انکشافات راہنمائی کئے جا رہے ہیں۔ سائنس کے انکشافات کی رو سے خاک کے ذرے مختلف ارتقائی منازل طے کر کے قرنہا قرن کے بعد، انسانی صورت میں متشکل ہو گئے، یعنی سب سے پہلے کوئی ایک فرد

Marfat.com

صورتِ انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا بلکہ ایک نوع وجود پذیر ہوئی، ان متنوع مراحل کی تفصیل قرآن کریم کی آیات جلیلہ میں عجیب انداز میں سمٹی ہوئی ہے۔"

(ابلیس وآدم از پرویز، ص: ۶۳، ۶۴، شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی)

آج کل ہماری لکھی پڑھی نسل قرآن وسنت سے زیادہ انگریزوں اور ان کی تحقیقات سے زیادہ متاثر ہوتی ہے، بہرحال اب جبکہ ڈارون کے پجاریوں کی کثرت ہونے لگی تو ہمارے مخدوم جناب الحاج مشتاق احمد قریشی صاحب نے پیش نظر کتاب لکھ کر ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعزاز اور فضیلت عطا فرمائی ہے کہ اسے بندر کی مہذب شکل دینے کی بجائے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور اُن کی اولاد کو حضرت آدم اور حضرت حوا سے تخلیق فرمایا۔

چنانچہ قرآن کریم میں جہاں جہاں تخلیق آدم سے متعلق جو جو ارشادات تھے انہوں نے اس کتاب میں ان کو جمع فرمادیا ہے۔ نیز دوسری بھی بہت سی کام کی باتیں مثلاً انسان کی تخلیق کیوں اور کس لئے ہوئی؟ اس کے کیا فرائض و ذمہ داریاں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے لائق قدر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ فضل الرحیم اشرفی

الجامعہ الاشرفیہ۔لاہور

فی اسلامک یونی ورسٹی۔لاہور

الحمد للّٰہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ امابعد

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (سورۃ انفطار آیت نمبر ۶)

کتاب "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ" کو متعدد مقامات سے پڑھنے کی سعادت ملی' ورق پلٹتا گیا دل سے دعائیں نکلتی رہیں' اللہ تعالیٰ اس کتاب سے خوب نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقعی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا' تمام مخلوقات سے "کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ" کا لقب دیا' مسجود ملائکہ بنایا' پھر بھی یہ انسان کیوں دھوکہ کھا گیا اور ان چیزوں سے غافل ہوگیا' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پختہ ایمان رکھنے کا حکم دیا جس کے نتیجے میں انسان یقین کامل رکھتے ہوئے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوسکتا ہے۔

چنانچہ اس کتاب میں محترم مؤلف جناب مشتاق احمد قریشی نے تخلیق انسان کی حقیقت اور اہمیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ان اہم امور کی بھی نشاندہی کی جن کے بارے میں یہ

Marfat.com

انسان غافل تھے' مثلاً حیات بعد الموت اور اس کے سمجھنے کے لیے پیکر انسانی میں غور وفکر' خلیفہ فی الارض کی حیثیت' دنیا اور آخرت کی حقیقت' قیامت کے قائم ہونے کی حقانیت بیان کرنے کے بعد انسان کی زندگی کے اعمال کا بدلہ جنت یا جہنم کی صورت میں ملنے کے یقینی ہونے کا بڑے خوبصورت اور دلنشین انداز میں تذکرہ کیا۔

جس سے سورۃ انفطار کی اس آیت کے بارے میں آنکھوں کے آگے سے مادیت کے دبیز پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں کہ اے انسان تجھے کس چیز نے ربِ کریم کے بارے میں دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

یہ کتاب بار بار پڑھے جانے کے قابل ہے' اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مؤلف کی دیگر کتب کی طرح مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین

دورانِ مطالعہ جہاں اللہ تعالیٰ نے دل میں کوئی بات ڈالی احقر نے اسے بطورِ مشورہ مؤلف کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اللہ ربّ العزت اس کتاب کو دنیا اور آخرت میں کارِ خیر کا ذریعہ بنائے۔ آمین

مزید گزارش! ابھی ابھی کتاب "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ" کی تقریظ سے فارغ ہوا محترم جناب جمیل اطہر صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ جرأت کی جانب سے دس عدد کتابوں کا سیٹ موصول ہوا جو کہ محترم جناب مشتاق احمد قریشی صاحب کی تصنیفات ہیں۔ ان تمام کتب کا متفرق مقامات سے مطالعہ کیا دل خوش ہوا' وسط قلب سے دعائیں نکلیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ پروردگار جناب مشتاق احمد قریشی صاحب کو مزید ایسی تصنیفات کی توفیق عطا فرمائے احقر نے ان تمام کتابوں کو اشرفیہ گزلز کالج جہاں فرسٹ ایئر سے ایم اے (بمعہ دینی نصاب) تک کی طالبات کے لیے ان کتب کے مطالعہ کو لازمی قرار دے دیا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی حافظ محمد حسام اللہ شریفی

رکن مجلس تحقیقات علومِ قرآن وسنت رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ

مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان

''کتاب وسنت کی روشنی میں'' ہفت روزہ اخبارِ جہاں

حرف آغاز

الحمد للّٰہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لانبی بعدہ

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ چرند' پرند' حیوانات' نباتات' جمادات' حشرات الارض..... ہمارا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے کوئی بھی شکل دے سکتا تھا۔ ہم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے اور نہ ہم خود سے کسی خاص شکل وصورت میں اپنی مرضی سے پیدا ہو سکتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا فرمایا اور اسی نسبت سے ہم آدمی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (سورۃ بنی اسرائیل۔۷۰) ''ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی'' اور اپنی تمام مخلوقات میں اسے اشرف واکرم مخلوق قرار دیا۔

آدم علیہ السلام کی اولاد اپنے اندر مختلف رنگ روپ بھی رکھتی ہے۔ ان میں کوئی کالا ہے' کوئی گورا' کوئی خوب صورت اور خوش شکل اور جاذبِ نظر ہے اور کوئی شکل وصورت کے لحاظ سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے اور کسی کے اندر جاذبیت بھی نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اچھی شکل وصورت عطا فرمائی اور ہر قسم کی معذوری سے ہمیں محفوظ رکھا۔

Marfat.com

اسی طرح اولادِ آدم میں مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں۔کوئی مسلمان ہے' کوئی عیسائی' کوئی یہودی ہے اور کوئی ہندو اور کوئی ان سے مختلف دین و مذہب رکھنے والا۔اگر اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں میں ہمیں پیدا کر دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ معلوم نہیں کہ پھر ہم کس مذہب کے پیروکار ہوتے۔راہِ ہدایت اور راہِ راست تک ہم پہنچ بھی سکتے یا نہیں یا راستہ بھٹک کر ہی رہ جاتے۔اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مذاہب میں سے بھی اشرف و اکرم دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے مسلمان گھرانے میں پیدا کیا۔

اس دنیا میں بسنے والے کسی بھی خطۂ زمین پر بستے ہوں' کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں' وہ سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناتے آدمی تو ضرور ہیں مگر ضروری نہیں کہ وہ انسان بھی ہوں۔

انسان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی میں دو علامتیں پائی جاتی ہوں۔ان دونوں کے مجموعے کا نام ہی انسان ہے۔

ان میں سے پہلی علامت ہے۔اُنس یعنی انسان اُسی شخص کو کہا جا سکتا ہے جس کے اندر دوسرے لوگوں کے لیے اُنس و محبت' خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات ہوں۔دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے اور جس طرح اپنے دکھ درد کو کوئی شخص دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اسی طرح وہ دوسروں کی تکلیف' مصیبت اور پریشانی کو بھی دور کرنے کی کوشش کرے۔ اسی صورت میں اسے انسان کہا جا سکتا ہے ورنہ وہ آدمی تو ضرور ہے مگر انسان نہیں۔دوسری علامت ہے نسیان یعنی آدمی بھول چوک سے مرکب ہے۔بھول چوک کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی آدمی کو اپنی غلطی کا احساس ہو فوراً اپنی اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے معافی مانگ لے اور اگر غلطی ہو جانے کے بعد اسے تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلطی بھول کر نہیں ہوئی بلکہ دانستہ اس کا ارتکاب کیا گیا ہے۔شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی

Marfat.com

جان بوجھ کر کی۔ اسی لیے اس نے اپنی غلطی تسلیم نہیں کی بلکہ وہ اپنی اس بات پر ڈٹا رہا کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ صحیح کیا ہے۔ اس نے تکبر کا اظہار کیا اس لیے اسے رائدۂ درگاہ قرار دیا گیا۔ جبکہ آدم علیہ السلام کو جیسے ہی احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو وہ پوری طرح سے سمجھ نہیں پائے تھے انہوں نے اپنی اس غلط فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے فوراً معافی مانگ لی ان کے اس نسیان کو اللہ تعالیٰ نے بھی معاف فرما دیا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کے سب انبیائے کرام علیہ السلام دین اسلام ہی لے کر آئے اور ان کے پیرو کار مسلمان ہی کہلائے۔ جب ان کے پیروکاروں نے اپنی خواہشات کو اپنا دین و مذہب اور اپنا معبود بنالیا تو اس کے لیے انہوں نے اپنے مذہب میں ترمیم و تحریف کر کے اس کا نام بھی تبدیل کر دیا اور اسے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل و اکمل دین اسلام کی صورت میں لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں میں بہترین امت کہلائی۔ دنیا کی سب سے بہترین اور پاکیزہ مخلوق انبیائے کرام علیہم السلام بھی اس کی آرزو اور تمنا کرتے رہے کہ کاش! وہ بھی امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ہوتے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی اسی آرزو، تمنا اور خواہش کو عملی شکل دینے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ پہلے وہ نبی کی حیثیت سے آئے تھے اور اب دوبارہ وہ سب نبیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک فرد کی حیثیت سے اس دنیا میں دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں سرور کائنات سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ اس نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے

محترم جناب مشتاق احمد قریشی نے اپنی تالیف "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ" میں اسی سلسلے

Marfat.com

میں تفصیل کے ساتھ نہایت عمدہ' آسان اور عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے کہ انسان کیا ہے؟ اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ اور اس دنیا میں رہتے ہوئے اسے کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے تا کہ وہ واقعی انسانیت کے اعلیٰ اور بلند مقام پر فائز ہو سکے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کا حق دار بن سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم جناب مشتاق احمد قریشی کی اس کاوش کو قبولیت عامہ سے نوازے اور لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے' اور ہم سب کو خلوص کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور سچا اور کھرا مسلمان بنائے اور ہمارے اندر انسانیت بھی پیدا کرے۔ آمین یارب العالمین۔

۲۶' ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

۲۵' نومبر ۲۰۰۸ء

Marfat.com

حضرت مولانا نورالہدیٰ مدظلہ
مہتمم جامعہ وچیئرمین علماء کمیٹی
الجامعۃ الاسلامیۃ الحمیدیۃ الاہلیہ
کمیلا..... بنگلہ دیش

نحمدہ نصلیا و مسلمًا!

محترم مشتاق احمد قریشی صاحب کے تصنیف شدہ رسالہ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ "تام سے کتاب میں نے تقریباً پورا مطالعہ کیا۔ جس میں مجھے بے حد خوشی محسوس ہوئی ہے اس لیے کہ یہ علماء کرام اوعوام الناس کے لیے بے حد مفید ثابت ہوسکتا ہے اور رسالہ ھذا کو میرے علاوہ بنگلہ دیش علماء کمیٹی کے علماء کرام نے بھی مطالعہ کر کے بے حد خوشی محسوس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مشتاق احمد قریشی جیسے مصنف کو دنیا میں قائم ودائم اور مستمرہ رکھے۔ آمین۔

Marfat.com

عرض مؤلف

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام مخلوقات میں اشرف ترین مقام عطاء فرمایا۔ اور اسے اپنی بہترین مخلوق قرار دیا ہے۔ جسے بہترین صورت و ہیئت میں پیدا کیا گیا ہے۔ سورہ التین میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔'' (التین۔۴) بہترین صورت فرمان الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اپنی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کی فطرت وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔'' (الروم۔۳۰) حدیثِ مبارک ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔'' بخاری شریف میں ہے کہ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔'' فطرت کے اصل معنی خلقت یعنی پیدائش کے ہیں اس سے مراد توحید الٰہی ہے اس کا مقصد ہے کہ تمام اولادِ آدم یعنی انسانوں کی پیدائش بغیر کسی مذہبی تفریق کے اسلام اور توحید پر ہوتی ہے اس لئے توحید انسان کی فطرت یعنی جبلت میں شامل ہے جس طرح عہدِ الست سے واضح ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اولادِ آدم کو آفرینش سے لے کر روزِ قیامت تک کے آخری انسان کو پیدا فرما کر اپنے سامنے جمع کر کے تمام انسانوں سے عہد لیا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' تو تمام اولاد آدم نے یک زبان ہو کر عہد کیا تھا کہ ''بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔'' ابتدائے انسانیت سے ہی جب اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

تمام فرشتوں کو کہا'' کہ میں انسان کو سوکھی ہوئی مٹی سے سیاہ متغیر کیچڑ سے پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اسے تکمیل کو پہنچاؤں اور اپنی روح اس میں پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرنا' سارے فرشتوں نے فرماں برداری کی مگر ابلیس نے انکار کیا' (الحجر ۲۶ تا ۳۱) اس وقت سے ہی ابلیس کی آدم سے دشمنی کی ابتدا ہوئی اور اس نے اللہ سے قیامت تک کے لئے جب کہ تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے دوبارہ زندہ فرما کر اپنے سامنے یوم الست کی مانند جمع فرمائے گا انسانوں کو بہکانے بھٹکانے ورغلانے کی مہلت حاصل کر لی تھی۔ تب سے ہی وہ مسلسل انسانوں کو بہکا کر انہیں راہ حق سے دور کرتا چلا آ رہا ہے۔ یعنی دین اسلام اور توحید جس کی طرف یک سو ہونے، متوجہ ہونے کا حکم ہے' یا انسانی فطرت کا تقاضا ہے' لوگ شیطان کے چنگل میں پھنس کر دینِ حق سے دور و ناآشنا ہو جاتے ہیں اور ایمان، تقویٰ' اقامتِ صلوۃ سے گریز کر کے مشرکین بن جاتے ہیں۔

کیا کبھی انسان نے یہ سوچنے سمجھنے کی زحمت کی ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اپنا نائب، اپنا خلیفہ فی الارض کیوں بنایا ہے؟ انسان تو اپنے مقصد تخلیق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے خود کو ہر کام کے لئے بے بس و مجبور محسوس کرتا ہے اور کبھی وہ جبر و اختیار کا ناجائز استعمال کرتا ہے اور ظالم بن جاتا ہے' جبکہ اللہ نے تو اسے کسی اور کام کسی اور ذمے داری کے منصب پر فائز کیا ہے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے'' انسان کو اس کائنات میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔'' انسان جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ فی الارض کی حیثیت رکھتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اس پوری عظیم کائنات میں تصرف کرنے کا حقدار بنایا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا فرضِ نیابت کو پوری طرح سمجھ کر صحیح صحیح ادا کرے اور اللہ تعالیٰ جو ہم سب کا مالک و خالق ہے کے احکام کے مطابق صرف اور صرف اکیلے اللہ کی اطاعت و بندگی کرے صرف اسی کے آگے سر جھکائے اور تمام احکام الٰہی

Marfat.com

پران کی حدود میں رہتے ہوئے عمل کرے اور اللہ کی طرف سے سونپی گئی امانت، دنیاوی زندگی کو اس کی مرضی ومنشا کے مطابق گزارے تا کہ روزِ قیامت، میدانِ حشر میں جوابدہی کی پوری تیاری کے ساتھ حاضر ہو سکے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بس یونہی بلا مقصد اس دنیا میں نہیں بھیجا' نہ یہ کائنات بے مقصد بنائی گئی ہے اور نہ بلا جواز اور بے مقصد اسے انسان کے تصرف میں دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیا انسان خیال کرتا ہے، کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا'' (القیمہ۔۳۶) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف بخشا کہ اس نے اس کی تخلیق خود فرمائی اور اپنی اس تخلیق میں خود اپنی روح پھونکی۔ (الحجر۔۲۹) انسان کو سمجھنا چاہئے کہ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہیں کیسے اور کس طرح حکم الٰہی کے مطابق ادا کرنا ہے اور کیسے اپنے آپ کو حدود الٰہی کے ماتحت رکھنا اور ایسی تمام نفسانی خواہشات سے دور رہنا جو شیطانی وساوس سے پیدا ہوں اور تائید الٰہی حاصل کرنا اور تادیب الٰہی سے بچنا ہے۔

قرآن حکیم میں تخلیق آدم کا واقعہ آٹھ سورتوں میں آیا ہے اور آدم کا لفظ تقریباً پچیس مرتبہ استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ آدم کی جگہ ''بشر'' اور انسان کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو کائنات کی ہر ہر چیز، جو ہمیں نظر آ رہی ہے یا نہیں آ رہی ان سب کا خالق و مالک ہے اس نے انسان کو خود تخلیق کیا جیسا کہ سورہ الحجر میں فرمایا ہے جبکہ دیگر تمام کائنات اس کے صرف ایک حکم ''کن'' (ہو جا) سے سب کچھ ہو گیا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان بھی اس کے ایک حکم ''کن'' سے ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف بخشا (اور یہی اس کا اصل شرف بھی ہے) اس نے اپنے تمام فرشتوں میں پہلے اعلانِ عام فرمایا کہ میں سوکھی ہوئی متغیر کیچڑ سے انسان پیدا کرنے والا ہوں دیکھا جائے تو یہ بھی انسان کا شرف ہے جو اسے تمام مخلوقات میں ممتاز و محترم کرتا ہے پھر سب سے اہم شرف جو انسان کو عطا کیا گیا کہ اللہ

Marfat.com

نے اپنی روح اس میں پھونکی۔ تخلیق آدم کے تمام مراحل اور اپنا طریقہ کار قرآن کریم میں پوری طرح کھول کر تفصیل سے بیان فرما دیا ہے تجسس انسانی بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہے اسی جذبہ انسانی کو شیطان اپنے وساوس ڈالنے کی صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو بہکاتا ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی پیدا کی ہوئی اس عظیم کائنات کے راز ہائے سربستہ کے بارے میں بھی انسانی تجسس کا یہی جذبہ اسے ہوا دیتا ہے اور وہ مزید جاننے کے لئے بے چین و بے کل ہو جاتا ہے یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ آدم کو اللہ نے مٹی سے کیسے بنایا جبکہ انسان تو گوشت پوست اور ہڈیوں کا مجموعہ ہے یہ پہاڑ یہ دریا اور سمندر یہ خشکی اور تری کیسے وجود میں آئی اور یہ دنیا جسے جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ ایک نارنگی کی شکل کی ہے جو ایک مقررہ محور پر تیز تر رفتاری سے حرکت کر رہی ہے پھر اس پر لوگ اور یہ تمام عمارتیں دیگر ساز و سامان کیسے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ بنانا، سب کچھ کرنا ممکن ہے جبکہ انسان کے لئے صرف وہی کرنا ممکن ہے جسے اللہ نے اس کے لئے ممکن بنا دیا ہے۔ یہ دنیا یہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کے مطابق کام کر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کے لئے ان کی فطرت اور اس فطرت کے قانون وضع کر دیے ہیں، وہ اس دائرے سے باہر نہیں نکلتے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اسے ایک محدود ارادے کا اختیار دیا ہے وہ بھی صرف اتنا ہی کہ وہ اپنے ارادے سے احکام الٰہی کی حدود میں رہتے ہوئے اور ان پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارے یا ان سے انحراف کرتے ہوئے شیطانی لائحہ عمل اپناتے ہوئے شیطانی راستہ اختیار کرے ربِّ کائنات نے دونوں راستوں پر چلنے کے فوائد اور نقصانات کی بھرپور طریقے سے قرآن حکیم میں تشریح فرما دی ہے اور قرآن حکیم سے پہلے کی تمام کتب و صحیفوں میں بھی تاکید فرماتا رہا ہے انسان کو اطاعتِ الٰہی اپنے اختیار سے کرنے

Marfat.com

یا نہ کرنے کا اختیار ہے باقی تمام اختیارات اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں ارادے کا یہ محدود اختیار بھی انسان اور جنوں کو ہے دوسری تمام مخلوقات کے پاس یہ ارادے کا محدود اختیار نہیں ہے اور یہ ارادے کا اختیار ہی ہے جو اسے جوابدہی کا ذمہ دار بھی ٹھہراتا ہے کیونکہ دیگر تمام مخلوقات الٰہی کا لگا بندھا نظام حیات ہے وہ نہ اپنے ارادے سے اپنی زندگی اپنے اختیار سے گزار سکتے ہیں نہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں جس جس طریقے سے جس جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت وحمد وثنا کرنے کی فطرت عطا کی وہ بالکل ویسے ہی اپنے فرائض ادا کرتی ہیں اس سے انحراف ان تمام کے لئے ممکن نہیں جبکہ انسان اپنی مرضی سے تغیر وتبدیلی کر سکتا ہے تمام مخلوقات کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اطاعتِ الٰہی کا جبکہ انسان کو اس کی مرضی کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اطاعت کرے یا نہ کرے انسان کو فہم وادراک کی قوت تمام دیگر جانداروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ عطا کی گئی ہے اس کی سوچ وفکر کا دائرہ بہت وسیع ہے جبکہ دیگر جانداروں کا سوچ وفکر کا دائرہ ہے ہی نہیں یا بہت ہی محدود اور مخصوص ہے انسان کو اس محدود ملنے والے ارادے کے اختیار نے ہی قیامت برپا ہونے کے بعد میدان حشر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیشی اور جوابدہی کا ذمہ دار بنایا ہے اس عظیم جوابدہی کا حساب کتاب درست رکھنے اور روز حشر سرخرو ہونے کی تمام تراکیب اور راستے بھی اللہ نے اپنے بندوں کو بتا اور سکھا دیئے ہیں اور بار بار اپنے نبی پیغمبر بھیج بھیج کر عملی تعلیم کا اہتمام بھی فرماتا رہا ہے اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے دین حق کی تکمیل فرما کر تمام انسانیت کو نسخہ کیمیا عطا فرما دیا' اللہ نے اپنے نبی کے ذریعے تمام انسانیت کو آگاہی دی ہے کہ اسے قیامت تک کیسے اور کس طرح کی زندگی گزارنی ہے کونسا طریقہ اس کی نجات کا ہوگا اور کونسا طریقہ اس کی روز حشر رسوائی وبربادی کا ہوگا۔

اس مختصر کتاب میں کوشش کی ہے کہ جدید مغربی نظریہ ارتقاء اور ڈارون کا نظریہ ارتقاء

Marfat.com

جس نے مغربی تعلیمات سے آراستہ ذہنوں کو ہی نہیں متاثر و مسموم کیا بلکہ ان نظریات کی تشریح وترویج کر کے مغربی اہلِ قلم نے پڑھے لکھے لوگوں کو خود انسان کی اصل حقیقت سے دور کر دیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مذہبی کتب تک میں تحریف کر کے تخلیقِ آدم کے بارے میں نئی نئی باتیں رقم کر دی ہیں۔ اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ تخلیقِ آدم کے بارے میں رب کائنات نے قرآن حکیم میں جو کچھ فرمایا ہے اور جو جو ذمہ داریاں اسے سونپی گئی ہیں اور انسان کو کیوں پیدا کیا گیا ہے اور اس کی ذمہ داریاں کیا کچھ ہیں اسے کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ جو ہمارا مالک وخالق ہے ہم سے راضی ہو سکے اور ہم اپنے مقصد حیات کو پورا کر سکیں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا ایک ذرہ بھی بے مقصد پیدا نہیں فرمایا ہمارا کام اپنی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے ہی سمجھنا اور عمل کرنا ہے کہ اس کائنات کی اس دنیا میں خود ہمارا کیا کام اور مقصد ہے جسے پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس مختصر کتاب میں مختصراً ہی سہی وہ سب کچھ سمیٹ لوں جو ذہن انسانی کو صراط مستقیم کی طرف لے چلے اور اسے اپنی اصل حقیقت کا ادراک ہو سکے اور اس دنیا میں اپنی حیثیت کا تعین کر سکے اور اپنی زندگی کو احکام الٰہی کے تابع گزارنے کی کوشش کر سکے میری صرف اتنی کوشش ہے ''شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات'' یہ سب کچھ کرنا لکھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہی ممکن ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات عالی ہے جو میری تمام تحریروں کو اہل ایمان لوگوں کے لئے مؤثر و نافع بنا سکتی ہے ہم تو بس کوشش اور دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ ان کتابوں کو اپنے بندوں کے لئے مفید و مؤثر بنائے آمین۔

مؤلف

مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ"

ہم نے پیدا کیا انسان کو

یہ الفاظ سورہ التین کی چوتھی آیت کے ہیں یقیناً اللہ ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے دیگر تمام مخلوقات اور کائنات کے عظیم ترین نظام کو بھی اللہ نے ہی پیدا کیا ہے، اگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو کائنات کی یہ عظیم تر محفل اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے سجائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو ہی ایسی مخلوق بنایا جس کے تابع اور تصرف میں اسے دے دیا اور اسے وہ علم بھی دیا جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا یہی انسان کا شرف ٹھہرایا گیا ہے۔ دیکھنا اور سمجھنا یہ ہے کہ آخر انسان ہے کیا؟ اس کا وجود کیوں اور کیسے ممکن ہوا۔ اور اسے اشرف المخلوقات کیوں کہا گیا؟ اور اس اعلیٰ ترین عہدے پر کیوں فائز کیا گیا؟

دور جدید کی نت نئی تحقیقات اور جدید نظریہ ارتقاء کہ مطابق کیا انسان خود بخود بغیر کسی کے بنائے بن گیا اور پیدا ہو گیا جب کہ قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی کے مطابق اس پیکر خاکی کا وجود عمل میں آیا۔ کیا انسان اس کائنات میں بغیر کسی مقصد کے بغیر کسی قسم کی ذمہ داری کے بغیر وجہ کے ہی خود بخود پیدا ہو گیا ہے یا اس کی تخلیق و پیدائش کے پیچھے کوئی مقصد کوئی غرض کارفرما

11470

Marfat.com

ہے اس عظیم تر کائنات میں انسان کی کیا حیثیت ہے اور اس پر کس نے اور کیوں فائز کیا ہے؟ کیا انسان خود بخود پیدا ہو کر ہر شئے پر خود بخود قابض و مختار بن بیٹھا ہے یا کوئی عظیم تر نظام کوئی قانون کوئی حدود کا تعین کرنے والا اور اس نظام کائنات کو متحرک کرنے اور روکنے والا ہے جس نے اس کائنات کو قاعدے قوانین کے تحت چلانے کا اہتمام و انتظام فرما دیا ہے' اور اس پر انسان کو فائز کر دیا۔

اس بات کو سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ نہ تو یہ کائنات، نہ اس کائنات کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ خود بخود پیدا ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی طرح نظام کا، کسی قانون کا، کسی حدود کا پابند ہو سکتا ہے اگر کسی طرح خود بخود ہونے کا نظام ہوتا تو پھر تو کائنات کی ہر ہر چیز اپنی مرضی سے خود بخود اپنی خواہش و ضرورت کے مطابق متحرک ہوتی ہر ذرے کا اپنا اختیاری نظام ہوتا او ریوں چند سیکنڈوں میں ہی سب کچھ بکھر کر رہ جاتا، اول تو یہ سب کچھ خود بخود قائم ہی نہیں ہوا، یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظیم الشان ذات کی قدرت و اختیار و اقتدار ہے کہ اس کے ایک حکم ''کن''، یعنی ''ہو جا'' سے وہ چیز اپنے پورے نظام و اہتمام، حدود و قیود کے ہو جاتی ہے، اس کے بعد ہی وہ مخلوق چاہے وہ چرند و پرند سے ہو، نباتات و جمادات سے ہو، دریا یا پہاڑ ہو، حیوانات زمین و آسمان ہو، ان سب کے اپنے اپنے نظامِ فطرت ہیں، اللہ جب کسی نظام کو خلق کرتا ہے، اس کی خلقت یعنی فطرت کا نظام بھی پیدا کرتا ہے جو اس کے ساتھ ہی چل رہا ہے، یہ سب کارخانۂ قدرت اللہ ہی کے حکم کے تابع فرمان ہے اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم تخلیق آدم کی طرف بڑھیں اور سمجھیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پیدا فرمایا، ضروری ہے کہ ہم جدید دور کے نظریہ ارتقا پر بھی ایک نظر ڈال لیں تا کہ اس نظام کو سمجھنا آسان ہو سکے۔

انسانی تخلیق کے متعلق مغربی سائنسدانوں کی سائنٹفک تحقیقات اور طبعی مشاہدات کے جو انکشافات سامنے آئے وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

Marfat.com

(۱)زمین پر زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔

(۲)پانی اور مٹی کے ملاپ سے زندگی کے اولین جرثومے کو جسم ملا۔

(۳)زندگی کے جراثیم مختلف نوعوں میں تقسیم ہو کر ایک درخت کی شاخوں کی طرح بڑھنے پھولنے لگے۔

(۴)۔ان جراثیم کے وجود میں ہزاروں ہزار سالوں کے مراحل کے بعد مختلف بتدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔

(۵)۔ان طویل ترین المیعاد مراحل کو طے کرنے کے بعد تخلیق کا عمل اس مقام پر پہنچتا ہے جسے تخلیق بذریعہ تناسل کہتے ہیں یعنی حیوانی زندگی

(۶)۔حیوانی زندگی غیر محسوس اور طویل ترین دورانیوں کے مراحل سے گزرنے کے بعد منزل بمنزل انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی۔

جدید نظریہ ارتقاء THEORY OF ORGANIC EVOLUTION کے مطابق کائنات میں ہر شے ایک خاص قانون کے تحت بتدریج نشوونما کے مدارج طے کر رہی ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو رہی ہے یہ عمل ایسے غیر محسوس انداز میں ہو رہا ہے کہ اسے محسوس نہیں کیا جا سکتا اور یہ تبدیلیاں اتنے طویل عرصے کے بعد نظر آتی ہیں کہ انسانی ذہن میں محفوظ نہیں رہتیں یہ ایک ایسا طویل ترین عمل ہے جو خود بخود رو بہ عمل ہے۔

انیسویں صدی میں یورپ کے ماہرین طبیعات کے مطابق، کائنات کا تصور میکانکی تھا۔ان کے خیال و تحقیق کے مطابق یہ کائنات کسی نہ کسی طرح از خود وجود میں آ گئی اور اب خود بخود اپنی اندرونی قوتوں کے زور پر چل رہی ہے نہ اس کی تخلیق میں اور نہ اس کے بعد اس کی نشوونما و ارتقاء میں کسی مقصد، کسی ارادے یا اسکیم کا کوئی دخل ہے۔ایک ان دیکھی قوت (BLIND FORCE) ہے جس سے یہ تمام نظام خود بخود چل رہا ہے۔ ان یورپی مفکرین و محققین کے مطابق آج کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اس لئے موجود نہیں ہے

Marfat.com

کہ اس کا کسی خاص سکیم کسی خاص مقصد کے لئے موجود ہونا ضروری ہے بلکہ جس میں جتنی قوت وتوانائی ہوتی ہے وہ اتنی دیر زندہ رہتا ہے یا موجود رہتا ہے اسے انہوں نے نیچرل سلیکشن (natural selection) کا نام دیا ہے، ڈارون کا نظریہ ارتقاء انسانی کچھ اور ہی ہے اس کے مطابق انسان پہلے جانور یا بندر تھا جو ہزاروں سال میں بتدریج انسان بنا۔ اس کے نظریے کے مطابق آج کے جدید ترین انسان کی اصل بندر کی نسل کا کوئی جانور ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں وضاحت سے کچھ اور ہی فرما رہا ہے جو یقیناً حق اور سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات، اس کا پیغام، نہ تو کسی زمینی مخلوق یا جدید انسان کی کوئی تخلیق وتفتیش ہے، نہ ہی کوئی ایجاد، اللہ کا فیصلہ تو دوٹوک اور اٹل ہے، جس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اب یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے پیدا فرمایا اور اس کی نسل چلانے بڑھانے کے لئے کیا نظامِ فطرت مقرر فرمایا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝

ترجمہ:۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی' اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے (کیچڑ) سے کی۔ (السجدہ۔۷)

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کائنات میں بے حد وحساب چیزیں تخلیق فرمائی ہیں (بنائی ہیں) سب کی سب ایک حسن ایک تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں (پیدا کی ہیں) ہر چیز اپنی جگہ مکمل' متناسب اور موزوں ہے جو چیز جس کام کے لئے پیدا فرمائی وہ اس کی تمام تر صفات اور ترتیب کا، کوئی اس سے زیادہ موزوں ساخت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی بنائی وہ پوری حکمت ومصلحت سے آراستہ ہے اور اس کا حسن منفرد ہے اور پوری طرح مضبوط وپختہ بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق پوری طرح حسین اور مکمل ہے نہ مقررہ حد سے کم نہ زیادہ ہر چیز ایک معین قدر کے ساتھ' ایک ذرے سے لے کر بڑے سے بڑے اجسام

Marfat.com

تک میں ایک خاص حسن اس کی ہیت وقد وقامت کے اعتبار سے ملحوظ رکھا ہے، یہاں تک کہ ان کے اعمال واطوار، واقعات وحرکات سب کے سب مقرر ہیں۔ سب اللہ جلّ شانہ، کی تخلیق ہیں، ہر مخلوق کو اسی خالق نے بنایا ہے کہ وہ اپنا مقرر اور متعین فرض ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی اور اس نے انسان کو مکمل خوبصورت پیدا فرمایا۔ یہ آیت مبارکہ قرآن کریم کی ان آیات میں سے ہے جو انسانِ اوّل کی براہ راست تخلیق کی تصریح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے براہ راست اپنے تخلیقی عمل (Direct Creation) سے پہلے، انسان کو پیدا کیا اس کے بعد خود اسی انسان میں تناسل کی طاقت رکھ دی کہ اس کے نطفہ سے ویسے ہی انسان پیدا ہوتے چلے جائیں (یہی دیگر تمام مخلوقات کی فطرت ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی حکمت وتدبر کا کمال ہے کہ اس نے زمین کے مواد کو جمع کر کے اپنے ایک تخلیقی حکم سے اس میں وہ زندگی اور شعور وتعقل پیدا کر دیا جس سے انسان جیسی ایک حیرت انگیز مخلوق وجود میں آ گئی اور اللہ کی بڑی حکمت کا یہ بھی کمال ہے کہ اس نے آئندہ مزید انسانوں کی پیدائش کے لئے ایک عجیب وغریب نظام انسانی ساخت میں رکھ دیا جس کی کارکردگی حیرانی کا باعث ہے۔ انسان کی ابتدا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ گویا تمام انسانوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور مٹی سے زمین بنتی ہے۔ لہٰذا انسان کی تمام تر غذائی ضروریات سب کی سب زمین سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور اسی خوراک سے نطفہ بنتا ہے، جو رحم مادر میں جا کر وجودِ انسانی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جوڑا بنانے کے بعد اس کی نسل کے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا، ایک قانون بنا دیا کہ مرد اور عورت آپس میں نکاح کریں اور نسل انسانی آگے ہی آگے بڑھتی رہے۔ جب انسانی جسم مردہ ہو جاتا ہے تو اسے مٹی میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔ ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔'' اور مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے اللہ کا سورۂ ہود میں ارشاد ہے۔

Marfat.com

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا

ترجمہ:۔اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے۔(ھود۔٦١)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ گمراہ اور بگڑے ہوئے انسانوں کو مخاطب فرمارہا ہے اور انہیں ان کی حیثیت وحقیقت سے آگاہ فرمارہا ہے کہ اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے باپ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا، یعنی انسان کی ابتدا زمین کی مٹی سے کی گئی اور اس طرح صلبِ آدم علیہ السلام سے پیدا ہونے والے تمام انسان گویا مٹی سے ہی پیدا ہوئے اور انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے وہ بھی مٹی سے ہی پیدا ہوتا ہے جس سے انسانی نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جا کر وجود انسانی کا باعث بنتا ہے یہی بات سورہ النجم کی آیت ۳۲ میں بھی دہرائی گئی ہے سورہ المومنون' الاعراف اور سورہ ص میں اس طرح دہرائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾

ترجمہ:۔یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون۔١٢' الاعراف۔١٢' ص۔٧٦)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ وہی بات دہرا رہا ہے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی کے جوہر "سلٰلة من طين" یعنی مٹی کے خلاصے یا جوہر، سے بنایا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر شے کی نشوونما مٹی کے خلاصے سے ہی ہوتی ہے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں۔اس میں اگنے کی صلاحیت تو ہوتی ہے اگر زمین میں وہ اجزا جو اس کی نشوونما کے لئے ضروری ہیں نمکیات معدنیات وغیرہ اگر زمین میں پوری طرح موجود نہ ہوں یا اس مقدار میں میسر نہ ہوں جس کی اس بیج کو نشوونما کے لئے ضرورت ہے تو وہ بیج

Marfat.com

نشو ونما نہیں پا سکے گا اور اگر ان کی مقدار ضرورت کے مطابق ہوئی تو بیج کی درست نشو ونما ہو گی۔ یہی وہ اجزا یا نمکیات ہیں جو زمینی ''خلاصہ'' یا جوہر کہلاتے ہیں، زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اس طرح ان کی نشو ونما ہوتی ہے مٹی کے جوہر یا خلاصے ہی سے تمام نباتات، حیوانات، چرند، پرندوں کی انسانوں کی زندگی اور حیات کا دارومدار ہوتا ہے۔ پانی اور مٹی کے خلاصے کے امتزاج سے خلیہ (Cell) وجود میں آتا ہے جسے قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے "سللة من طين" فرمایا ہے انسانی خلیہ کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس میں وہی نمکیات ملتے ہیں جو کیچڑ کی چپ چپی مٹی میں اور سمندر کے پانی میں ملتے ہیں۔ قرآن حکیم میں طین لازب اسی کیچڑ گارے کو کہا ہے جیسا کہ الصفت کی مندرجہ آیت میں فرمایا گیا ہے۔

مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

ترجمہ:۔ ہم نے (انسانوں کو) لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(الصفت۔۱۱)

تفسیر:۔ اس آیتِ مبارکہ میں بھی وہی بات وہی عمل دہرایا جا رہا ہے کہ اولین انسان کو اللہ تعالیٰ نے لیس دار گارے سے بنایا اور پھر تمام نسلِ انسانی اسی پہلے انسان کے نطفے سے وجود میں آئی، پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق رب کائنات نے لیس دار گارے سے کی طین لازب وہ مٹی ہوتی ہے جو جوہڑوں، تالابوں کے کنارے اور تہہ میں دکھائی دیتی ہے اس میں سے بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے۔ یہ سیاہ رنگ کی مٹی سوکھنے پر سخت ہو جاتی ہے۔ انسانی نطفہ جس سے نسل انسانی رحم مادر میں پرورش پاتی ہے وہ بھی انسان کی اسی خوراک کا خلاصہ ہوتا ہے جو وہ کھاتا ہے، اور انسانی خوراک کے تقریباً تمام حلال اجزا زمین میں سے ہی

Marfat.com

پیدا ہوتے ہیں۔انسانی نطفہ دراصل ایک بیج کی مانند ہوتا ہے جو اپنے اندر ایک تناور درخت کو سمیٹے ہوتا ہے اس طرح نطفے کا وہ جرثومہ جو خردبین سے بھی مشکل سے دکھائی دیتا ہے اپنے اندر پورے انسان کو سمیٹے ہوتا ہے۔ نطفے کی اس جرثومہ (Cell) کو ہم زمین کے خلاصے کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔انسانی زندگی جن اجزا سے مرکب ہوتی ہے وہ سب غذا سے ہی فراہم ہوتے ہیں اور غذا خواہ حیوانی ہو یا نباتاتی اس کا ماخذ مٹی ہی ہے جو پانی کے ساتھ مل کر اس قابل ہوتی ہے کہ انسان کی خوراک بنے، انسان جو پھل، اجناس، ترکاریاں، دودھ، گوشت کھاتا ہے وہ سب دراصل مٹی اور پانی کی آمیزش کے نتیجے میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

(الحجر۔۲۶)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سوکھ کر کھنکنے لگتی ہے اس سے پہلے والی آیت میں طین لازب سے فرمایا گیا جبکہ اس میں صلصال کہا جا رہا ہے اس سے پہلے سللۃ من طین فرمایا گیا۔مٹی کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے قرآن حکیم میں مختلف نام دیئے گئے ہیں۔جیسے ''تراب'' بھیگی ہوئی مٹی ''طین'' گوندھی ہوئی بدبودار مٹی ''حما مسنون'' خشک ہو کر کھن کھن بولنے لگے جیسے ٹھیکرا بولتا ہے اسے ''صلصال'' کہتے ہیں۔اور مٹی کو آگ پر پکا لیا جائے ''فخار'' (ٹھیکری) کہلاتی ہے۔

آیتِ مبارکہ میں انسانی تخلیق کا جس طرح تذکرہ فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کا پتلا ''حما مسنون'' یعنی گوندھی ہوئی' سڑی ہوئی بدبودار مٹی سے بنایا گیا' جب وہ سوکھ کر کھن کھن کرنے لگا یعنی ''صلصال'' ہو گیا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہو گی۔اس بات کو سورہ الرحمٰن میں اس طرح کہا گیا ہے۔

Marfat.com

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔ پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔ (الرحمٰن۔۱۴)

تفسیر:۔ اس آیت مبارکہ میں تخلیقِ آدم یا انسان کے عمل کو کھنکھناتی مٹی جسے ٹھیکرا سے تعبیر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ہر عمل کو جو تخلیقِ انسان میں زیرِ عمل آیا سے اپنے بندوں کو مطلع کرنے کے لئے خوب کھول کھول کر قرآن حکیم میں بیان فرما دیا ہے۔ انسان اس بار بار کی تکرار کو درست انداز میں سمجھ نہیں پاتا' دراصل اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا انسان کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنا اور تاکید کرنا مقصود ہے کہ کہیں وہ کسی گھمنڈ میں آ کر شیطان کے چنگل میں نہ پھنس جائے اور اپنے آپ کو ہی بہت کچھ سمجھنے لگے اور راہِ حق سے بھٹک کر اللہ کی اطاعت و بندگی کو بھول بیٹھے اور نافرمانی اور کفر کا مرتکب نہ ہو جائے جب انسان کو اپنی کمزوری، کم تر، تخلیق کی حقیقت کا، ادراک پوری طرح سے رہے گا تو وہ اپنے آقا و مالک سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ لیکن شیطان مردود نے انسان کو کہیں کا نہ چھوڑا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ پورا عمل جس سے گزر کر انسان کا وجود عمل میں آیا سورۃ الحجر میں اپنے بندوں کو باخبر کرنے کے لئے مختصر تفصیل سے بیان فرما دیا ہے اس میں تخلیقِ آدم اور ربِ کائنات کے حکم کے باوجود ابلیس کے انکار اور اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے یہ تمام بیان انسان کی آنکھیں کھول دینے والا ہے اور انسان اگر اپنے اختیار وارادے سے چاہے اور سوچے سمجھے تو شیطان کی ازلی دشمنی اور اس کا مکر وفریب سب سامنے آ جاتا ہے اور ان دیکھا دشمن شیطان دیکھا بھالا سوچا سمجھا نظر آنے لگتا ہے اس کے باوجود بھی اگر انسان آنکھوں دیکھے مکھی کھانا چاہے تو اس کو کون روک سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو ارادے کا محدود اختیار عطا فرمایا ہے اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے، اپنی کوشش سے شیطان کے حربوں کو، اس کی چالوں کو، سمجھے اور اس کو شکست دے کر اللہ کا قرب حاصل کرے اور اللہ کی بندگی واطاعت کا جو فریضہ اسے سونپا گیا ہے اسے پوری طرح، پورے خلوص

Marfat.com

واخلاص سے، پوری دل جمعی سے ٹھیک ٹھیک ادا کرے۔ انسان کے بس میں صرف اتنا ہی اختیار ہے کہ وہ عبادات الٰہی کو اپنے اختیار سے ادا کرے یا نہ کرے، اللہ کا بندہ بن کر رہے اس کے احکام کی تعمیل کرے یا نہ کرے یا اپنے اختیار سے اس چند روزہ زندگی کو اپنے ہی ہاتھوں شیطان کے پھندے میں پھنس کر برباد کرلے اور شیطان کا بندہ بن کر رہے' اس کے علاوہ کوئی اور اختیار انسان کو حاصل نہیں ہے، جیسا کہ درج ذیل آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:۔ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں (ہم ہی زندگی اور موت دیتے ہیں) اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔(الحجر۔۲۳)

تفسیر:۔آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک انداز میں باخبر کردیا ہے کہ ہر کسی کی، ہر قسم کی موت وزندگی پر صرف اللہ کا ہی اختیار ہے، نہ کوئی کسی کو اللہ کی مرضی وحکم کے بغیر مار سکتا ہے نہ ہی کسی کو کسی بھی طرح سے زندگی بخش سکتا ہے کیونکہ زندگی موت کا اختیار اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ وہی سب کا وارث ہے کیونکہ وہی سب کا مالک وخالق ہے اس نے سبکی زندگی وموت کا احوال لکھ رکھا ہے، اس سلسلے میں کوئی اور کسی طرح کا قطعی اختیار نہیں رکھتا۔ انسان کو بھی ارادے کا محدود اختیار عطا کیا گیا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر اپنی مرضی سے چلے یا نہ چلے۔ باقی تمام اختیارات اللہ ہی کے لئے ہیں اور ارادے، وعلم کا یہ محدود اختیار ہی انسان کو دیگر تمام مخلوقات میں اشرف وممتاز بناتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی اصلیت کا آئینہ بھی دکھادیا ہے تاکہ وہ اپنے ارادے کے اختیار کو کسی طرح غلط استعمال کر کے گمراہ نہ ہوجائے۔ اللہ اپنے بندوں کی آگاہی کے لئے ارشاد فرمارہا ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ
خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ
بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ
مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ
رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾
قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ
عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ
مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا
بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ
عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ
عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا' اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لُو والی آگ (شعلے والی) سے پیدا کیا۔ اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس

Marfat.com

کے لئے سجدے میں گر جانا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کرلیا۔ مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ وہ بولا میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیونکہ تو راندۂ درگاہ ہے۔ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک۔ کہنے لگا، اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل (مہلت) دے جب کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی۔ روز مقرر کے وقت تک۔ اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں' لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ جس کے سات دروازے ہیں' ہر دروازے کے لئے ان کا ایک حصہ الگ کر دیا گیا ہے۔ پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو رنجش و کینہ تھا' ہم سب کچھ نکال دیں گے' وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں۔ (الحجر۔ ۲۶ تا ۵۰)

تفسیر:۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مفصل مگر مختصر انداز میں انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا جس کا اسے معلوم ہونا خبر ہونا ضروری ہی نہیں بہت ضروری اور اہم ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے تخلیقی مراحل سے باخبر کر دیا ہے کہ تم کو کس طرح اور کن مراحل سے گزار کر بنایا گیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ سے پیدا فرمایا کہ جہاں زمین کو اس کی مٹی کو عزت بخشی وہیں انسان کو یہ خبر بھی دے دی کہ تیری اصل انتہائی بدبودار سڑی ہوئی کیچڑ ہے تو کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جانا یہ خالص اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے کہ وہ اپنے ارادے وحکم سے جسے چاہتا ہے عزت وشرف سے نوازتا ہے زمین کی کیچڑ وہ بھی بدبودار سڑی ہوئی کو انسانی قالب میں ڈھال کر اسے عزت بخشی اور اس سے ڈھالے ہوئے انسان کو تمام مخلوقات سے ممتاز ومحترم بنا کر اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا یہ کوئی چھوٹی سی غیر اہم بات نہیں، یہ سوچنے، سمجھنے، غور وفکر کرنے کی بہت اہم بات ہے۔ انسان کس بات پر اکڑتا پھولتا ہے یہ جان یہ زندگی تو اللہ کی ہی دی ہوئی ہے ورنہ اس کی اوقات ہی کیا ہے۔ اسے ارادے کا اختیار اللہ نے دیا ہے صرف اس لئے کہ وہ اپنے لئے اپنے دائمی راحتوں کے ٹھکانے کے لئے درست فیصلہ از خود کر سکے یہ بھی انسان کے لئے بہت اہم اور بڑی بات ہے یہی اس کا شرف ہے۔ انسان اپنی اصل حقیقت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتا ہے کہ جب وہ مر جاتا ہے اور اس کی میت دو دن یوں ہی پڑی رہ جائے تو کیسی بدبو اور تعفن اٹھتی ہے۔

دوسری آیت مبارکہ میں فرمان الٰہی ہے۔ ''اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔'' اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے پہلے جنات کو پیدا کر چکا ہے۔ جن کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتا سورہ رحمٰن میں بھی جنات کی تخلیق کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ 'مارج من نار' جن کی تخلیق شعلے والی آگ سے کی گئی ہے۔

جن:۔ چھپے ہوئے پوشیدہ۔ جس لفظ میں جیم اور نون کا مادہ ہوگا اس میں پوشیدگی کا عنصر ہوگا جیسے جنت کیونکہ وہ لوگوں کے نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے جنت کہلاتی ہے۔ جنون' کیونکہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ جنین رحم مادر میں ہونے والے بچے کو کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم کی اصطلاح میں جن ایک غیر مرئی مخلوق ہے۔

جن ایک پوشیدہ مخلوق ہے جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے، جن کا استعمال انس کے مقابلے پر ہوتا ہے اس سے مراد ہر رومانی مخلوق ہے خواہ وہ فرشتے ہوں یا شیطان ہو یا جن، اسی سبب ابوصالح نے کہا ہے کہ تمام فرشتے بھی جن ہیں اور جو جن آگ سے پیدا کیے گئے ہیں وہ رومانی نہیں بلکہ جسمانی بھی ہیں۔

نار سے مراد ایک خاص نوعیت کی آگ ہے اور مارج کے معنی ایسا خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ جس طرح پہلا انسان مٹی سے بنایا گیا پھر تخلیق کے مدارج سے گزرتے ہوئے اس کے بعد خاکی (چپچپی مٹی) نے گوشت پوست کے زندہ انسان کی شکل اختیار کر لی اور آگے اس کی نسل نطفہ سے چلی' اسی طرح پہلا جن خالص آگ کے شعلے یا آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا اور بعد میں اس کی ذریت سے نسل چلی جس طرح انسان محض خاک نہیں ایسے ہی جن بھی محض شعلہ آتش نہیں۔

آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جن مجرد روح نہیں بلکہ ایک خاص نوعیت کے مادی جسم رکھتی ہے اور یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جن دیگر تمام مخلوقات الٰہی سے بالکل الگ نوعیت کی مخلوق ہے اور انسانوں کی ہی طرح فنا ہونے والی ہے اور جنات کو بھی اللہ نے انسانوں کی ہی طرح محدود ارادے کا اختیار دیا ہے لیکن اسے وہ علم نہیں دیا گیا جو انسان کو دیا گیا ہے۔ انہیں بھی انسانوں کی طرح خیر و شر میں انتخاب کی آزادی ہے اور وہ جزا و سزا کے بھی مکلّف ہیں۔ ابلیس یعنی شیطان جس کے بارے میں رب کائنات نے قرآن حکیم کی سورہ الکہف میں ارشاد فرمایا ہے ''اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنوں میں سے تھا۔'' (الکہف۔۵۰) یہاں قرآن حکیم کی آیت مبارکہ سے دو باتیں واضح ہو رہی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو آدم علیہ السلام کو سجدہ

Marfat.com

کرنے کا حکم دیا جبکہ ابلیس جنوں میں سے تھا (جن چونکہ فرشتوں کی طرح انسان کو نظر نہیں آتے اور عزرائیل جو رہتا ہی فرشتوں کے ساتھ تھا اسلئے فرشتوں کے حکم میں آتا تھا جن کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ قرآن میں یہی معنی لیے گئے ہیں) دوسری بات یہ کہ چونکہ جنوں کو بھی اللہ نے ارادے کا محدود اختیار دیا ہے جو خیر و شر کے انتخاب کرنے کیلئے ہے۔ ابلیس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے نافرمانی کا راستہ اپنایا۔ یہی کچھ انسان بھی کرتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ملنے والے اس اختیار سے خیر کے انتخاب کی جگہ شر کو منتخب کرتا ہے، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انسان جب خیر کی راہ چھوڑ کر شر کی، برائی کی، بدی کی، نافرمانی کی، راہ اپناتا ہے تو دراصل وہ اپنے اختیار سے، اپنے ارادے سے، اللہ کی راہ چھوڑ کر شیطان کی راہ لگ جاتا ہے۔

قرآن حکیم نے صراحت سے واضح کر دیا ہے کہ شیطان فرشتہ نہیں تھا (جیسا کہ سورۂ الکہف آیت ۵۰ اور سورۂ الحجر ۳۲ میں ہے) اگر فرشتہ ہوتا تو حکم الٰہی سے سرتابی کی مجال کر ہی نہیں سکتا تھا فرشتوں کی جو صفت اللہ تعالیٰ نے سورہ التحریم۔ ۶ میں ارشاد فرمائی ہے۔ ''وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے وہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' یہ بات انسانی ذہن میں آتی ہے کہ جب وہ فرشتہ ہی نہیں تھا تو پھر وہ اللہ کے حکم کا مخاطب ہی نہیں تھا پھر وہ اللہ کے حکم کا مخاطب ہی نہیں تھا پھر وہ کیسے سجدہ کرتا لیکن خود ان ہی آیات میں ارشاد الٰہی ہے کہ ''جب میں نے تجھے حکم دے دیا تو پھر تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟'' یہ بات ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ارادے کا اختیار اس لئے نہیں دیا گیا کہ ہم اس کا ناجائز استعمال کریں اور اپنی عاقبت خراب کر لیں جیسا کہ شیطان مردود نے اپنے ارادے کا غلط استعمال کر کے اللہ کی ناراضگی مول لی انسان کا یہ مرتبہ نہیں کہ وہ اللہ کو ناراض کرے۔ (روح المعانی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی کہ میں سڑی ہوئی کالی بدبودار مٹی سے انسان بنانے والا ہوں اور جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر جانا' چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کر لیا' اور ابلیس نے سجدے سے

Marfat.com

انکار کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے اسے دریافت کیا تو اس نے تکبر و غرور اختیار کرتے ہوئے اپنے ارادے کے ملنے والے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے کہا کہ بشر خاکی ہے جبکہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اس نے انسان کو اس کی بشریت کی بنا پر حقیر اور اپنے سے کم تر سمجھا اور کہا کہ میں ایسے انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے (اصل خرابی یہی ہے) جبکہ تمام فرشتوں نے اللہ کے حکم کی فوری تعمیل کرتے ہوئے آدم کو سجدہ کیا' کیونکہ ان کی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قسم کا نہ محدود نہ لامحدود کوئی اختیار نہیں رکھا۔ وہ تو پیکر اطاعت ہی اطاعت ہیں اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے انسان کو وہ عظیم ترین شرف انسانیت عطا فرمایا کہ ملائکہ سے انسان کو سجدہ کروا کر انسان کے تابع کر دیا' ملائکہ کو تابع کرنے کا مقصد نظام کائنات کو انسان کے تابع کرنا بھی ہے کیونکہ نظام کائنات کو احکام الٰہی کے مطابق فرشتے ہی چلاتے ہیں۔ فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہیں جو ہمہ وقت اللہ کی حمد و تسبیح میں مصروف رہتے ہیں، وہ ہر وقت ان امور کی انجام دہی میں سرگرم عمل رہتے ہیں جن کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے وہ سراپا اللہ کی ربوبیت کی حمد و ستائش کے پیکر ہیں۔ آیت مبارکہ پر غور کریں تو یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے آیت نمبر ۳۰ میں "فسجدا" فرمایا گیا ہے اس کے معنی ہیں کہ انہوں نے تعمیل ارشاد میں فوراً اپنے سر کو جھکا دیا ہے کسی قسم کی حیل و حجت نہیں کی نہ شیطان کی مانند انکار کیا جو سزا کا مستحق ہوا اور بہشت جہاں وہ اپنے اعمال کی باعث رہ رہا تھا سزا ملنے پر وہاں سے نکال دیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس پر لعنت بھیج دی گئی اور دوزخ اس کا مقدر ٹھہری۔ اس پر بھی وہ اپنی روش سے باز نہ آیا اور انسانوں کو بہکانے کے لئے قیامت تک کی مہلت مانگ لی۔ اللہ نے اپنے بندوں کو آزمانے، ان کو دیئے گئے ارادے کے خصوصی اختیار کو آزمانے کے لئے اسے ایک مقرر مدت تک کی مہلت دے دی، جب روز محشر سب لوگ دوبارہ حساب کتاب کے لئے اٹھائے

Marfat.com

جائیں گے۔

شیطان اس پر بھی باز نہ آیا وہ اپنے تکبر اور غرور میں اس قدر آگے بڑھ چکا تھا کہ اس نے کہا کہ اے میرے رب تو نے ہی مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین پر ان سب کو بہکاؤں گا سوائے ان بندوں کے جو تیرے خاص الخاص ہوں گے اللہ نے فرمایا جو میرے بندے ہوں گے یعنی جو اپنی عقل اپنے ارادے سے میری راہ اختیار کرنے والے ہوں گے وہ میرے بندے ہوں گے انہیں تو نہیں بہکا سکے گا۔ ہاں وہی لوگ تیرے بہکائے پھسلائے میں آئیں گے جو گمراہ ہوں گے اپنے اختیار اپنے ارادے سے تیری پیروی کریں گے اور جو تیری پیروی کریں گے ان سب کا آخری اور دائمی ٹھکانہ جہنم ہوگا جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ان کا حصہ بٹا ہوا ہے۔

اللہ کے نیک بندوں سے مراد وہ بندے ہیں جو برائی کو برائی اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں اور اپنی عقل وارادے کو استعمال کر کے کوشش کرتے ہیں کہ ان سے کوئی کام کوئی عمل اللہ کے احکام کے خلاف ادا نہ ہو اور اگر ان سے کوئی غلطی، کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو وہ فوراً ہی اسے محسوس کر کے اپنی ندامت کا اظہار کر کے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہی گناہ ان کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ احساس ہی ان کے اندر توبہ وندامت پیدا کر دیتا ہے اور اگر انسان گناہ کرے اور اسے نہ ندامت ہو، نہ شرمندگی اور نہ ہی اپنے غلط عمل کا احساس وادراک کرے اور وہ بے دھڑک گناہ پہ گناہ کرتا چلا جائے تو پھر دائمی ہلاکت وتباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ وہ شیطان کے بہکائے پھسلائے میں اس قدر پھنس کر رہ جاتا ہے کہ وہ یہ احساس ہی نہیں کرتا کہ وہ کیا غلط کر رہا ہے، وہ اپنے غلط اور گناہ کے اعمال پر ہی جما رہتا ہے انہیں ہی وہ درست سمجھتا رہتا ہے ایسے لوگوں کے لئے رب کائنات نے فرمایا کہ ''جتنے بھی تیرے پیروکار ہوں گے' سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم

Marfat.com

کے لئے ہی اس کے سات دروازے قائم فرمائے ہیں یہ تمام دروازے مخصوص لوگوں کے لئے خاص ہوں گے، ان میں ایک دروازہ مشرکوں کے لئے ہوگا، ایسے تمام لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی بھی طرح اور کیسے ہی، کسی دوسرے کو اس کی صفات، اس کی ذات میں شریک کرنے والے ہوں گے دوسرا دروازہ دہریوں کے لئے ہوگا تیسرا دروازہ زندیقوں کے لئے ہوگا چوتھا دروازہ زانیوں یعنی زنا کرنے والوں حرام کاری کرنے والوں' سودخوروں' چوروں اور ڈاکوؤں کے لئے ہوگا ایسے ہی درجہ بہ درجہ سب دروازے مخصوص کئے گئے ہیں۔

فتح القدیر میں ان سات دروازوں کو جہنم کے سات طبقات یا درجوں سے تعبیر کیا گیا ہے ان درجات کو اس طرح نام دے دیئے گئے ہیں پہلا طبقہ یا درجہ جہنم ہے، دوسرا لظی' تیسرا حطمہ' چوتھا سعیر' پانچواں سقر' چھٹا جحیم' ساتواں ہاویہ، سب سے اوپر والا درجہ موحدین کے لئے ہوگا جنہیں کچھ عرصے کی سزا کاٹنے کے بعد یا سفارش پر وہاں سے نکال دیا جائے گا۔ دوسرے میں یہودی' تیسرے میں عیسائی' چوتھے میں صابی' پانچویں میں مجوسی' چھٹے میں مشرکین اور ساتویں درجے میں منافقین کو رکھا جائے گا سب سے اوپر والے درجے کا نام جہنم ہے۔ (فتح القدیر)

جہنم اور اہل جہنم کے تذکرے کے بعد اب جنت اور اہل جنت کا تذکرہ کیا جارہا ہے تاکہ ان میں جانے کی ترغیب ہو اور جہنم سے دور رہنے اور جہنم کی سزا سے بچنے کی بھی ترغیب ہو' آیت مبارکہ میں پرہیزگاروں یعنی متقین سے مراد شرک سے بچنے والے موحدین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو بلاشرکت اکیلا معبود مانتے ہیں اور بعض مفسرین کے مطابق ایسے لوگ جو گناہوں سے بچتے رہتے ہیں اور احکام الٰہی پر پوری طرح عمل کرتے ہیں اور اللہ کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھتے ہیں، کبھی انہیں عبور کرنے کی دانستہ کوشش نہیں کرتے، ایسے ہی متقین کو جنت کی بشارت سنائی جارہی ہے اور انہیں جنت کے باغوں اور چشموں پر ہر قسم کی آفات

Marfat.com

کے خوف سے سلامتی اور امن کے ساتھ، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اور فرشتے اہلِ جنت کو سلامتی کی دعائیں دیں گے اور اللہ کی جانب سے بھی ان کے لئے سلامتی اور امن کا اعلان ہوگا اور دنیا میں ان میں آپس میں جو حسد بغض اور عداوت کے جذبات رہے ہوں گے وہ ان کے سینوں سے نکال دیئے جائیں گے وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح بیٹھے ہوں گے اور ان کے دل ایک دوسرے کی طرف سے آئینے کی طرح صاف وشفاف ہوں گے، وہ وہاں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے، وہاں سے انہیں کبھی نہیں نکالا جائے گا۔

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جو تمام کائنات کا، تمام مخلوقات کا خالق ومالک اور پروردگار ہے، وہ اعلان عام فرمارہا ہے اور خبر دے رہا ہے اپنے بندوں کو کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ، عالی شان بڑی ہی مہربان اور بخشنے والی ہے، یہ خبر بخشش ومغفرت کی اللہ کی جانب سے اپنے اہل ایمان بندوں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ پر ثابت قدم رہتے ہوئے اپنی زندگی اللہ کی اطاعت وبندگی میں گزارتے ہیں یہ خوش خبری ان ہی متقین اہلِ ایمان لوگوں کے لئے ہے۔

اور جو اللہ کے نافرمان اور گمراہ لوگ ہیں، جو شیطان کے پیروکار ہیں اور حدود اللہ کو پھلانگنے میں جنہیں عار محسوس نہیں ہوتی ان کے لئے بھی آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ اعلان عام فرمارہا ہے کہ میرے عذاب نہایت دردناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار نیک صالح بندوں کے لئے جہاں رحیم وکریم مہربان ہے، وہیں وہ نافرمان، گمراہ اور شیطان کے پیروکاروں کے لئے سخت عذاب اور وہ بھی دردناک عذاب دینے والا ہے یقیناً وہ قادر مطلق ہے جسے چاہے بخشے جسے چاہے اپنی پکڑ میں لے، اللہ نے اپنے بندوں کی ترغیب وتہذیب کے لئے اعلانِ رحمت ومغفرت کو مقدم رکھتے ہوئے پہلے رکھا ہے اور اعلانِ سزا کو بعد میں کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی رحمت ومغفرت سے پوری طرح فائدہ

Marfat.com

اٹھائیں کیونکہ اللہ جو بڑا ہی غفور الرحیم ہے نے رحمت ومغفرت کو اپنے اوپر فرض کرلیا ہے لیکن اپنی حکمت وتدبر کی وجہ سے عذابِ الٰہی کا تذکرہ کبھی پہلے بھی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت، اپنے تدبر ودانائی سے اپنے کارخانۂ قدرت کو چلا رہا ہے کب کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے، وہی بہتر جانتا ہے۔ یہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ ایک متعین قانونِ الٰہی کے تحت چل رہا ہے، جیسا کہ سورۂ السجدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے تخلیقِ انسانی کو کس طرح آگے بڑھایا اس کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥

ترجمہ:۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (السجدہ۔۵)

ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝٦

ترجمہ:۔ یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا زبردست غالب بہت ہی مہربان۔ (السجدہ۔٦)

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ۝٧

ترجمہ:۔ جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی۔ (السجدہ۔۷)

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝٨

ترجمہ:۔ پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔ (السجدہ۔۸)

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝٩

Marfat.com

ترجمہ:۔ جسے نک سک سے درست کر کے اس میں اپنی روح پھونکی اسی نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے (اس پر بھی) تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔ (السجدہ۔۹)

تفسیر:۔ آیت نمبر ۵ میں کہا جا رہا ہے "وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تمام کارروائی کی روداد اس کے حضور پیش کی جاتی ہے، ایک ایسے دن جو دنیا کے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ قرآن کریم، اللہ کے اندازِ تدبیرِ کائنات کی، بڑی وسعت اور خوبصورتی سے تصویر کشی کرتا ہے۔

"آسمانوں سے زمین تک" اس سے انسانی ذہن میں یہ بات بٹھانا مقصود ہے کہ اللہ کا اختیار و اقتدار بہت وسیع ہے تا کہ انسان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو۔ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کی تدبیر و خبر اللہ کو نہ ہو اور اس نے اس سے یونہی چھوڑ دیا ہو، نہ ہی کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ نے یوں ہی بے کار محض پیدا کیا ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک مقرر وقت تک کی تدبیر کی گئی ہے، ہر ہر معاملہ اور ہر ہر نتیجہ، ہر واقعہ، اللہ کی مرضی و منشا کے تحت ہی ہوتا ہے ہر چیز کی روئیداد اللہ کے ہاں پہنچتی ہے۔ پورے عواقب و نتائج کے ساتھ تمام اعمال، اموال اور افعال کے ساتھ اور کائنات کے ذرّے ذرّے کے بارے میں اللہ کا روزِ حساب، دنیا کے شمار کے مطابق اللہ کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہے۔

"اللہ ہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، زبردست اور رحیم ہے۔" اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی صاحب قدرت اور صاحب تدبر و علم ہے، وہی ذاتِ عالی آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے، وہی قادر مطلق ہے عالم غیب، عالم مشاہدہ ہے، وہی ہے جو استواء علی العرش اور آسمانوں سے زمین تک کے تمام امور کا انتظام کرنے والا ہے وہی ہے بڑی قدرت رکھنے والا، رحم کرنے والا، وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہی قادر مطلق اپنے بندوں کے ساتھ بڑے رحم و کرم کا معاملہ کرنے والا مہربان مالک ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز جو بھی بنائی بڑی خوبی اور خوب صورتی سے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کاری گری صناعی اس کے دستِ قدرت کے کمالات اس کی ہر ہر شے میں موجود اور نمایاں نظر آتے ہیں جو چیز بھی اللہ نے پیدا کی بنائی وہ حسین اور مکمل بنائی ہے نہ حد سے زیادہ نہ کم اور نہ ہی کسی قسم کا نقص لئے ہوئے ہر لحاظ سے ایک معین قدر کے ساتھ ایک معمولی ذرے سے لے کر بڑے سے بڑے اجسام تک میں اللہ نے حسنِ تخلیق کو ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ نے ہر چیز اس لئے بنائی ہے کہ وہ اپنا مقرر اور متعین فریضہ ادا کرے اور اپنے خواص کی وجہ سے اپنا فرض منصبی پورا کرے۔

یہ پرند، چرند، حیوان وانسان، کواکب وستارے، افلاک وسیارے، جہاں اور جہانوں کے جہاں، یہ کرات اور ان کے دورے اور گردشیں، معین مقرر، عجیب ومضبوط نہایت وقت مقررہ تعین کے حامل۔ دائمی طور پر متحرک، غرض اس کائنات کی جس چیز کو بھی دیکھا جائے چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی ننھی منی اور بڑی سے بڑی ہو وہ اپنی جگہ اپنے حسنِ تخلیق کا کامل نمونہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن وتدبر وکمال سے انسانوں کے لئے ہر طرف خیر وبرکات کے خزانے ہی خزانے جمع کر دیئے ہیں۔

اسی آیتِ مبارکہ میں انسان کی تخلیق کے عمل کو ایک بار پھر دہرایا گیا ہے کہ ''انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی'' اللہ تعالیٰ کی بڑی جلیل القدر شان ہے وہ جس طرح چاہے جس چیز کو چاہے پیدا فرما سکتا ہے اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی کے گارے سے کی یہ بتا کر جہاں انسان کو باخبر کیا جا رہا ہے وہیں یہ بات بھی نمایاں ہو رہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کرنے کی تفصیل بتائی ہے کسی اور مخلوق کی تخلیق اس طرح اس انداز میں نہیں کی گئی یقیناً یہ بات انسان کے لئے بڑے ہی شرف امتیاز کی ہے کہ رب کائنات نے خود اس کی تخلیق فرمائی ہے۔ کسی تخلیقی حکم کے ذریعے انسان کی تخلیق نہیں کی۔ اس آیت کی تشریح

Marfat.com

گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے لیکن یہ آیت آنے والی آیت نمبر ۸ سے منسلک و متصل ہے اس لئے آنے والی اس آیت کی تشریح میں ہی اس پر بات ہوگی۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ''پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی'' کارخانہ قدرت کا نظام بڑا ہی عجیب و غریب ہے اس نے ایک انسان کی تخلیق ہی نہیں کی بلکہ اس پہلے ہی انسان میں وہ تمام نظام حیات مکمل طور پر محفوظ کر دیا جس سے اس کی آنے والی نسل کا سلسلہ حیات قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں وہ عظیم قوت ایک معمولی حقیر سے پانی کے قطرے میں پوشیدہ فرما دی ہے جسے ہم ست یا نچوڑ یا خلیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ نطفہ یا نوع انسانی یا حیوانی کے خلئے کے اندر جینز ہوتے ہیں ایسے جینز ہوتے ہیں جن کی نوع نہیں بدل سکتی اگر کسی بلی یا کتے یا کسی اور جانور کے جینز یا جرثومے ہیں تو وہ اس حیوان کے لئے ہی مخصوص رہیں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بیل کے جینز سے کوئی بکری کتا بلی پیدا ہو جائیں ایسے ہی انسانی جینز سے انسان ہی پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کی اپنی اپنی حدود کا تعین فرما دیا ہے۔ پہلے انسان آدم علیہ السلام کی گارے یا کیچڑ کی کالی بدبودار مٹی سے پیدائش یا تخلیق کے بعد نسل انسانی کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ نے اس کے اپنے ہی بے وقعت پانی کے نچوڑ کو اس کی نسل اس نسب کا ذریعہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کی تخلیق جس مٹی گارے اور کالی بدبودار کیچڑ سے کی تھی اس کا مشاہدہ آج بھی ہم ہزاروں لاکھوں سال گزرنے کے باوجود کر سکتے ہیں۔ انسان جو غذا کھا کر جزو بدن بناتا ہے اور اس غذا کا جو فضلہ خارج کرتا ہے یا اس کے بدن سے جو پسینہ خارج ہوتا ہے وہ بدبودار ہی ہوتا ہے اس کا مشاہدہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور کسی حادثے کے باعث یا کسی بھی وجہ سے اسے بروقت دفنایا نہیں جاتا تو اس کی لاش کی بدبو کس قدر ہوتی ہے اس کا درست اندازہ ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جو ایسی کسی سڑی ہوئی لاش کو دیکھتے ہیں۔ آنے والی آیت میں نسل انسانی کی تشکیل اور

Marfat.com

تعمیر اور بناوٹ کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''پھر اس نے اس کو (انسان کو) نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونکی اسی نے تمہیں' کان دیئے' آنکھیں دیں' اور دل بنایا' اس پر بھی تم تھوڑا ہی احسان مانتے ہو۔'' اگر غور و فکر کیا جائے تو تخلیق انسانی ایک عظیم الشان معجزہ دکھائی دیتا ہے۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے کس قدر عظیم ارتقائی مراحل سے گزار کر انسان کی تخلیق کی ہے جبکہ انسان کو تو خود اپنے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں وہ اپنے آپ سے کس قدر غافل ہے کہ اللہ نے اس کی تخلیق کا عمل کیسے کیسے اور کتنے مراحل سے گزار کر مکمل کیا ہے اور اب نسل انسانی کی تخلیق کا جو نظام رائج ہے اسے دیکھا اور سمجھا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ انسانی نطفے کے پانی میں موجود جرثومے کی دست قدرت کس طرح رحم مادر میں پرورش کرتی ہے اور تکمیل کے عمل تک پہنچاتی ہے۔ حقیر ترین پانی سے جو جنین کے ارتقاء کی پہلی شکل ہے وہ ایک خوردبینی جرثومے یا نطفے سے ایک لوتھڑا بنتا ہے پھر وہ گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے پھر اس کے اندر ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں پھر وہ ایک مکمل جنین بن جاتا ہے یہ پانی کے ست کا ارتقاء ہے پانی کے ست کے اندر موجود خلئے رحم مادر میں منتقل ہو کر تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جاتے ہیں اور خلئے بنتے چلے جاتے ہیں اور باہم متضاد ہو کر بڑھتے جاتے ہیں اور انسان کے ہر ہر عضو کے اپنے اپنے خلئے جن سے وہ عضو تشکیل پاتا ہے پھر ان ہی خلیوں کے ذریعے جسم انسانی کے مختلف اعضاء جن میں ناک' کان' آنکھیں' دل اور دیگر اعضا بنتے ہیں اور سب سے اہم تو اللہ کا جسم انسانی میں اپنی روح پھونکنے کا عمل ہے جو انسان کو انسان بنا کر جی اٹھاتا ہے۔ یہ معجزہ الٰہی آج بھی ہر روز ہر جگہ رونما ہوتا ہوا ہم سب دیکھتے ہیں اللہ کی روح پھونکنے سے انسان انسان بن جاتا ہے۔ اس کے اندر سننے' بولنے اور دیکھنے سمجھنے کی قوت آ جاتی ہے لیکن اس سب کے باوجود بھی انسان اللہ کا اپنے مالک و خالق کا اس قدر احسان نہیں مانتا جتنا

Marfat.com

اسے ماننا چاہئے جتنا کہ اللہ کا حق ہے یہ اللہ کا بڑا ہی فضل ہے کہ وہ حقیر پانی کے ایک نکتے سے انسان بنا دیتا ہے اور اسے پوری طرح ناک نقشے کے اعتبار سے نک سک سے درست کر کے بہترین شکل وصورت عطا کر کے اپنی روح پھونک کر اس کی تکمیل کر دیتا ہے اس کے لیے اس رب کائنات کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہوگا۔ انسانی سلسلہ تخلیق سب سے پہلے اس حقیقت کو سامنے لاتا ہے کہ کائنات کی کوئی بھی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی گئی جیسا کہ آنے والی آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

ترجمہ:۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا۔ پھر لہو کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا۔ پھر اس سے جوڑے نر اور مادہ بنائے۔ کیا اللہ اس (امر) پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے۔ (القیامہ۔ ۳۶ تا ۴۰)

تفسیر:۔ ان قرآنی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت دے رہا ہے سمجھا رہا ہے کہ وہ اور اس کی دنیا میں پیدائش، بے غرض وغایت، بے مقصد نہیں ہے، اس طرح انسان کو اس عظیم کائنات سے روابط وتعلقات قائم کرنے کی ہدایت کی جا رہی ہے کیونکہ اللہ نے تو ہر ہر چیز اور اپنی ہر مخلوق کی غرض وغایت اور حدود کا تعین فرما دیا ہے اس کے عدل واسباب کا تعین کر دیا ہے اور یہ سب کچھ انسان کے تابع اور تصرف میں دے دیئے گئے ہیں جن سے وہ بھرپور فوائد اٹھاتا ہے' اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس پوری کائنات سے بامقصد اور باہم مربوط بنایا ہے کائنات کا ذرہ ذرہ بامقصد اور انسانی ضرورتوں کے

Marfat.com

مطابق بنایا سجایا سنوارا گیا ہے یہ انسان کا کام ہے کہ وہ ان سے اپنے مقاصد واغراض کے مطابق فائدہ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ عقل وفہم وقوت ادراک اور ارادے کا اختیار عطا فرمایا ہے جو کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات جتانے سمجھانے کی ضرورت اس لئے سمجھی کہ قبل از اعلان نبوت تک اہل عرب کے نزدیک زندگی ایک ایسی حرکت تھی جس کا نہ کوئی مقصد تھا نہ سبب وعلت تھی، نہ ہی کوئی غرض وغایت تھی۔ لوگ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے اور یوں ہی مر کر قبروں میں چلے جاتے۔ زندگی کا تمام عرصہ لہو ولعب میں، عیش پرستی میں گزارتے۔ ان کی زندگی زیب وزینت باہمی فخر وتکبر سے عبارت تھی۔ لوگ زندگی اس طرح گزارتے تھے جیسے حیوان ہوں۔ اس کائنات میں انسان کی کیا حیثیت واہمیت ہے، اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے، انہیں کیوں اس کارگاہ عالم میں بھیجا گیا ہے، انہیں کچھ خبر نہیں تھی، نہ انہیں انسان کی ذمہ داریوں کی خبر تھی، نہ احساس تھا کہاس کی تخلیق کے پیچھے ایک جزاوسزا کا مکمل نظام بھی موجود ہے۔ نہ وہ یہ جانتے تھے کہ زندگی کا یہ سفران کی ایک آزمائش ہے اور نہ ہی وہ کسی طرح یہ سمجھتے تھے کہ ہماری یہ زندگی کوئی بامقصد زندگی ہے اور ہمیں قادر مطلق نے جو الہ العالمین ہے، جس نے ہر چیز کو ایک خاص انداز ومعیار کے مطابق پیدا کیا ہے جس میں بڑی حکمت وتدبر سے خوبصورتی کے ساتھ توازن رکھا گیا ہے اور یہ کہ ہر چیز کا انجام معین ہے اور ہر چیز اپنے مقررہ انجام کو پہنچنے والی ہے ان کا تصور حیات آج کے شاعر کے مطابق تو یوں تھا۔ ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' ترجمہ بابر جتنا عیش کرنا ہے ابھی کر لے کیونکہ یہ دنیا پھر تیرے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اسلام سے قبل تمام دنیا کے لوگوں کی اور خصوصاً عربوں کی حالت ایسی ہی تھی۔

انسان اور حیوان کے درمیان شعور کا فرق ہے۔ اس شعور کی وجہ سے انسان کی ماں مرتے دم تک ماں کے درجے میں قائم رہتی ہے جبکہ تمام حیوانات کی ماں چند ماہ کے اندر اندر

Marfat.com

بلوغت کے ساتھ ہی ماں نہیں رہتی اور شعور کی وجہ سے ہی واقعات ایک مقصد کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ان کے اہداف اور مقاصد متعین ہیں، جس طرح یہ پوری کائنات بامقصد ہے اسی طرح انسان بھی بامقصد ہے۔ جوں جوں انسان کا شعور ترقی کرتا رہا، ویسے ویسے انسانیت ترقی کرتی رہی' اس شعور کے تحت ہی انسان کی زندگی باہم مربوط ہوتی ہے۔ اس تصور کے ساتھ اپنی پوری زندگی کے تمام لمحات کا حساب کتاب دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ تمام حادثات وواقعات پر غور کرتا ہے حال اور مستقبل کی کڑیاں جوڑتا ہے اپنی زندگی کو کائنات کے ترازو میں تولتا ہے تو اپنی ذات کو اس عظیم ترین کائنات سے مربوط اور خود کو اس کا اہم حصہ پاتا ہے۔ اور جب اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ وہ کائنات کا اہم حصہ ہے تو اس کی توجہ از خود خالقِ کائنات، ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ اسے اس کائنات میں بے جواز، بے مقصد نہیں پیدا کیا۔ اسے اپنی ذمے داریوں کا احساس ہو جاتا ہے۔ وہ عظیم تصورِ حیات' وہ عظیم تر نظام زندگی جو قرآن حکیم نے لوگوں کو دی جو اپنی جگہ بڑی انقلابی اور مثبت سوچ ہے، انسان جو اس سے پہلے خود کو بے مقصد محض عیش وآرام کی چیز سمجھتا تھا، اسے معلوم ہو گیا کہ وہ خود کیا ہے، اس کی حقیقی اصلیت کیا ہے اور اس کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں، انہیں کس طرح ادا کرنا ہے اور اسے یہ ادراک بھی ہوا کہ دنیا کی یہ زندگی عارضی اور محدود زندگی ہے، اصل زندگی تو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے یہ زندگی اطاعت الٰہی اور احکام الٰہی کے مطابق گزارنی ہے تا کہ اللہ کا فیصلہ اپنے حق میں کرایا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرآن حکیم میں جگہ جگہ باخبر کیا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے اس کی پیدائش کی ابتدا کس طرح اور کیسے کی گئی تا کہ انسان اپنے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکے ان آیات میں ہی انسان کو باخبر رکھنے کے لئے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ ''کہ وہ ایک حقیر پانی کے نطفے سے جو اس کی رحم مادر میں ٹپکایا گیا تھا جس سے اس کی پیدائش کی ابتدا کی گئی

Marfat.com

جس سے وہ خون کا لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضا درست کئے پھر اس سے مرد اور عورت انسان کی دو اقسام بنائیں۔"

جدید تحقیق اور سائنسی معلومات، انسان خصوصاً نوجوان نسل کے ذہنوں میں کئی سوالات کو جنم دیتی ہے۔ انسان کیا ہے؟ اسے کس نے بنایا ہے؟ کس طرح بنایا ہے؟ انسان نے زندگی کا سفر کیسے اور کہاں سے شروع کیا؟ اور اس کرہ ارض پر یہ کیسے پہنچا؟ جدید سائنس کا نظریۂ ارتقائے انسانی کچھ کہتا ہے اور ڈارون کا نظریہ ارتقاء کچھ اور ہی کہتا ہے جبکہ قرآنی علوم سے ناواقف اور احکامِ الٰہی سے بے خبر افراد سطحی مباحث میں الجھ کر حقیقت کا ادراک نہیں کرتے۔ ان کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پانی کا ایک چھوٹا سا نطفہ ایک ٹپکتی بوند جس کے جرثومے خوردبین سے ہی نظر آتے ہیں ان خلیوں سے کیسے انسان تشکیل پاتا ہے۔

جبکہ قرآن حکیم میں بار بار اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسانی کے پورے عمل کو کھول کھول کر دہرایا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "کیا وہ حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر) میں ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اسے رحم مادر میں بڑھایا، سجایا، سنوارا اور اپنی غذا رحم مادر سے اس کے خون سے حاصل کرتا رہا، اللہ تعالیٰ جو سب کا خالق و مالک ہی نہیں پروردگار بھی ہے وہی سب کی پرورش کرتا ہے وہی رحم مادر میں نطفے کے باریک ترین نظر نہ آنے والے خلیے میں جان ڈالتا ہے اور رحم مادر میں اسے غذا فراہم کرتا ہے، وہی ہے جو اس ننھے منے خلیے کی پرورش کرتا ہے اور اسے بتدریج طاقت و توانائی دیتا ہے، وہی خالق ہے جو ایک خردبینی انڈے سے تندرست و توانا بچہ پیدا کرتا ہے اور رحم مادر کی پرورش اور اس کی پیدائش، دنیا میں آجانے کے بعد بھی اللہ ہی اس کی غذا کا پرورش و نگہداشت کا بندوبست فرماتا ہے اور خوردبینی خلئے سے ایک تندرست و توانا جوان مرد اور عورت تک بنانے پر اس کی پرورش و نگہداشت کا عمل رک نہیں جاتا وہ مسلسل انسان کی تمام

Marfat.com

زندگی تک جاری رہتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی تدفین تک چلتا رہتا ہے، بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی پوری طرح قادر و مختار ہے کہ وہ تمام انسانوں کو ایک مقرر دن جب قیامت برپا ہو جائے گی اور سب دنیا۔ اور اس کے تمام لوازمات مٹا دیئے جائیں گے، سب پر موت طاری ہو جائے گی تب وہ سب کو حشر نشر کے دن میدان حشر میں اپنے سامنے حساب کتاب کے لئے جمع فرمائے گا وہ دن یوم حساب ہوگا، جب ہر انسان کو دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کا حساب دینا ہوگا اور اسی حساب کتاب پر اس کی دائمی زندگی کا انحصار ہوگا۔

ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی انسان دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کر دے یا حساب کتاب کا منکر ہو جائے، جیسے کہ دنیا کی زندگی میں ملنے والے اپنے ارادے کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے وہ اطاعتِ الٰہی، عباداتِ الٰہی کا منکر رہا اور کفر کرتا رہا ارادے کا یہ محدود اختیار تو صرف اس دنیا کے اعمال کے لئے دیا گیا ہے جو اس زندگی کے ختم ہوتے ہی از خود ختم ہو جائے گا۔ روز حشر جب اس پر حقیقت منکشف ہوگی تو وہ حواس باختہ ہو جائے گا، اسے اپنی مجبوری و بے بسی کا شدید احساس ہوگا، اس وقت کی تمام تر ندامت و شرمندگی اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اسے اپنی دنیاوی زندگی کا شدید پچھتاوا ہو رہا ہوگا اس دن وہ اپنے ارادے کے اختیار کو بھی استعمال نہیں کر سکے گا، وہ مجبور و بے بس ہوگا اور اللہ کے حضور حاضری سے لرزاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ذلت و رسوائی، ندامت کے احساس سے بچانے کے لئے ہی انسان کو قرآن حکیم میں بار بار تاکید فرمائی ہے کہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے اصل زندگی تو حشر کے بعد شروع ہوگی جو دائمی، کبھی نہ ختم ہونے والی ہوگی، وہاں کی جزا و سزا سب مستقل اور ہمیشہ رہنے والی ہوں گی۔ اس لئے ہی انسان کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ اس زندگی کو پوری طرح سوچ سمجھ کر اللہ کی اطاعت و بندگی میں احکامِ الٰہی کے مطابق بسر کرے تاکہ میدانِ حشر

Marfat.com

میں وہ ہر قسم کی رسوائی شرمندگی اور سزا سے بچ سکے۔

اہلِ ایمان کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بھی ہے کہ وہ خود اپنے نفوس و وجود پر غور کرتے ہیں اور دلائلِ ایمان پر غور کرنے والے ہوتے ہیں۔ ویسے بھی ہم اگر خود اپنے وجود پر اور اس کی نشوونما کی حقیقت پر غور کریں کہ ہماری شخصیت کا آغاز کس طرح ایک چھوٹے سے جرثومے سے ہوا ہے اور پھر بعث بعدالموت اور آخرت کی زندگی کا حال کیا ہوگا؟ ان دونوں زندگیوں کی دنیاوی اور اُخروی کیفیت کے درمیان کس نوعیت کا تعلق ہے؟ قرآن کریم ایک بار پھر وہی عمل تخلیق آدم کو دہرا رہا ہے اور انسان کی پیدائش کے مراحل کو بتدریج آگے بڑھاتے ہوئے سمجھا رہا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دیا (ٹھہرایا) پھر نطفے کو ہم نے جما ہوا خون (لوتھڑا) بنا دیا' پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا' پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں' پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا' پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا' برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بعد تم سب یقیناً مر جانے والے ہو' پھر قیامت کے دن بلاشبہ سب اٹھائے جاؤ گے۔ (المومنون۔۱۲۔۱۶)

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں بھی حیات انسانی کی بتدریج نشوونما اور اس کے اندر پایا جانے والا تسلسل سب سے پہلے یہ بتاتا ہے کہ اس پورے نظام تخلیق کا ایک

Marfat.com

خالق ہے جو اس تخلیقی عمل کو اپنے ارادے اور تدبر کے مطابق چلا رہا ہے۔ تخلیقِ انسانی یا تخلیقات مخلوقات کا عمل نہایت ہی پیچیدہ اور حیرت انگیز عمل ہے۔ یہ محض کسی اتفاق سے یونہی نہیں ہوا اور نہ یہ پورا عمل بغیر کسی ارادے اور تدبیر کے اتفاقاً خودرو یہ عمل ہے۔ تخلیقی عمل کا یہ پہلو تو بہت ہی اہم ہے کہ یہ اپنے پورے نظام الاوقات کے ساتھ جاری رہتا ہے جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ انسانی تخلیقی عمل کے لئے جدید سائنس نے کئی مصنوعی طریقے بھی آزمائے ہیں لیکن قدرتی طریقہ کار میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ تمام تخلیق کے پس پشت اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کا پورا پورا ہاتھ ہے اس کی مرضی وتائید کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

حیات انسانی کا یہ انداز تخلیق یہ منظم اندازِ نشوونما اپنے تسلسل کے ساتھ بظاہر الگ عجوبہ نظر آتا ہے اللہ کی ہر چیز اور ہر حکمت وتدبیر اپنی جگہ ایک عجوبہ اور حیران کر دینے والی ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خود حیرانی کا نام ہے اس تمام حیرانگی کا حل صرف ایک ہی ہے کہ انسان صرف اور صرف سیدھی راہ اختیار کرے اور پوری طرح اللہ کی ذات عالی پر ایمان لے آئے کیونکہ صرف ایمان باللہ ہی ہمیں دنیا وآخرت کی زندگی کو بامقصد بامعنی بنا سکتی ہے اور ہم میں صفات ایمانی پیدا کر سکتی ہے۔

قرآن حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ اللہ کے حکم کی منادی کر رہی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تخلیقِ انسان کا موجود رائج عمل کی تفصیل سے اپنے بندوں کو باخبر فرما رہا ہے تاکہ ذہن انسانی میں کسی قسم کے شک وشبہات پیدا نہ ہوں اور وہ اپنی پیدائش کے بارے میں کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہو اور نہ ہی اس سلسلے میں کسی طرح شیطان کے ورغلانے میں آئے۔

آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا' پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔'' آیت میں انسانی زندگی کی نشوونما

Marfat.com

کو پورے تعین کی ساتھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ رہی ہے کہ انسان اپنی موجودہ شکل میں کن کن مراحل سے گزر کر پہنچا ہے اس مختصر آیت مبارکہ میں انسان کی تخلیق اول تا آخر سب بیان کردی گئی ہے۔

مٹی کی کیچڑ گویا انسان کی تخلیق کا درجہ اول ہے اور انسانی تخلیق کا موجودہ عمل اپنی تخلیقِ اول کا ہی تسلسل ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جس کی صراحتِ قرآنِ کریم کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم تخلیق انسانی کے مدارج کو صرف اس لئے پیش کر رہا ہے کہ انسان ان پر غور وفکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ عملِ تخلیق کس قدر پیچیدہ اور مشکل ہے، کیچڑ سے انسان کی تخلیق کے عمل سے لے کر موجودہ نظام تخلیق سب کا سب کس قدر عظیم، مشکل اور حیرت انگیز عمل ہے کہ انسان کے تصور سے اب بھی بالا ہے۔ پہلے انسان کی مٹی سے تخلیق کی اور موجودہ نظام تولید ونشو ونما یہ سب کے سب اللہ کی قدرت وحکمت کے مظاہر ہیں قرآن حکیم انسان کو ایک نہایت محترم ومکرم برگزیدہ مخلوق قرار دیتا ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد الٰہی ہے انسان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی، اس روحِ الٰہی نے ہی مٹی کو انسان بنا دیا اور وہ خصوصیات عطا کیں جن کی وجہ سے وہ انسان کہلایا اور تمام دیگر مخلوقات سے ممتاز ٹھہرا اور اللہ تعالیٰ کا قول سچا قول ہے۔

پہلا انسان مٹی کے ست سے اور بعد کا سلسلہ نسب انسانی کا طریقہ بالکل جُدا اور منفرد ہے اس کے لئے بھی حکمِ الٰہی ہے کہ اس کی بنیاد وابتدا بھی اسی مٹی کے ست ہی پر رکھی گئی ہے اور اس مٹی کے ست کو اللہ نے اپنی قدرت سے ایک ایسی ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کر دیا جو رحم مادر جیسی محفوظ ترین تخلیقی مشین میں تخلیقی عمل مکمل کرنے کے لئے رکھ دیا جاتا ہے۔ جس کی عمل انگیزی اس بوند کو احکام الٰہی کے مطابق مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے مکمل شکل انسانی میں ڈھال دیتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں وہ پورا طریقۂ کار مختصراً اشاروں میں بیان کر دیا ہے جس سے وہ قطرہ آب خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہو کر بتدریج بوٹی پھر ہڈیاں اور

Marfat.com

پھران ہڈیوں پر گوشت چڑھنا اور پھر مکمل انسان بننا یہ سب عمل اللہ کے حکم اور منشا کے مطابق اس کے رائج کردہ نظامِ فطرت اور قانونِ الٰہی کے مطابق عمل پذیر ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ انسانی جنین یا جرثومہ حیات کو اللہ نے جو جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں ان میں کبھی کوئی فرق آئے نہ انسانی کوشش اس نظام کو درہم برہم کرسکتی ہے، کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ انسانی جنین اپنی خصوصیات تبدیل کر کے حیوانی شکل اختیار کر لے یا جو خواص انسانی جرثومہ حیات کے ہیں وہ بدل کر حیوانی ہو جائیں گو کہ حیوانی اور انسانی تخلیقی مدارج ایک جیسے ہی ہیں انسان اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ انسان کو ذمے داریاں اٹھانے کے قابل بنایا گیا ہے جو اسے اس مختصر اور فانی دنیا میں ادا کرنی ہیں۔ یہ مخصوص خصوصیات اللہ تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کو عطا نہیں فرمائیں انسان کی ذمہ داری کی خصوصیات بالکل الگ اور بامقصد ہیں جبکہ ہر نوع مخلوقات کی خصوصیات الگ ہیں جو انہیں کوئی خارجی قوت نہیں دیتیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی دی ہوئی ہیں۔

تخلیق الٰہی کا منظر ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ سکتے ہیں جب ہم کسی بیج کو زمین میں بوتے ہیں وہ بھی نشوونما کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے، بیج سے کونپل بنتا ہے پھر مختلف مراحل میں پودا اور بتدریج ایک تن آور درخت بن جاتا ہے، بالکل ایسے ہی تخلیقِ انسانی کے مختلف مراحل ہیں جو ہماری آنکھوں سے گو کہ اوجھل ہوتے ہیں، ہم رات دن کی ماہیت کی تبدیلی کا مشاہدہ کرتے ہیں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کے عمل کو دیکھتے سمجھتے ہیں لیکن ہم ان سب کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے اور اس نظام الٰہی پر غور وفکر نہیں کرتے۔ شاید اس لئے کہ ہم اس کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ کبھی یہ سوچنے سمجھنے کی زحمت ہی نہیں کرتے کہ حقیر پانی کے ایک چھوٹے سے قطرے کے ایک ایسے جرثومے جسے ہم

Marfat.com

خوردبین سے بھی بمشکل ہی دیکھ سکتے ہیں اس میں ایک مکمل انسان کیسے سما جاتا ہے یا ایک ننھے سے بیج میں اتنا تناور درخت کیسے سمایا ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ انسان کی وہ تمام خاندانی خصوصیات جو اس کے والدین سے منسوب ہوتی ہیں وہ وراثت میں پاتا ہے۔ یہ عمل جو دن رات ہمارے سامنے قدرت بار بار دہراتی رہتی ہے ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ انسانی غوروفکر کے لئے اس میں اتنا مواد موجود ہے کہ انسان ربِ کائنات خالق ومالکِ کائنات کی کاریگری اور صناعی پر دنگ رہ جائے اور کبھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے منکر نہ ہو۔ انسان کو سمجھانے کے لئے ہی یہ ساری تفصیل بار بار کھول کھول کر اللہ تعالیٰ بیان کررہا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے سفر کو اس کی ابتدا سے شروع کر کے اس کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور زندگی کے نئے مرحلے کا ذکر کر کے آخرت کی خبر دی جارہی ہے یہ زندگی جس کی ابتدا دنیا میں پانی کے ایک حقیر سے قطرے سے کی گئی تھی جو اسی دنیا کی مٹی کے ست سے تشکیل پایا تھا، یہیں ختم نہیں ہوجاتی کیونکہ اب یہ صرف مٹی کا پتلا نہیں رہ گیا، اس میں اللہ کی طرف سے پھونکی گئی اس کی اپنی روح بھی شامل ہوچکی ہے جو عالم بالا کی طرف سے آئی ہے یا پھونکی گئی ہے۔ اس لئے اس کی آخری منزل بھی عالم بالا ہی میں ہے اور انسان کی آخری جسمانی اور خون گوشت پوست سے بہت آگے کی منزل ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس آخری منزل کی ہی خبر سنائی ہے۔ ''پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے' پھر قیامت کے روز یقیناً اٹھائے جاؤ گے۔''

انسان کی موت گو کہ اس دنیاوی زندگی کا اختتام ہے اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ دنیا ایک کمرۂ امتحان ہے جہاں انسان کو اپنے امتحانی پرچہ حل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا پھر پرچے کی تکمیل کے بعد اسے اس امتحان گاہ سے باہر نکلنا ہوتا ہے یعنی وہ اس دنیا سے نکل جاتا

Marfat.com

ہے یایوں کہیے کہ مرجاتا ہے لیکن دنیااور آخرت کی زندگی کے درمیان کا وقفہ جسے برزخ کی زندگی کہا گیا ہے، وہ ایسا ہی وقفہ ہے جیسے امتحان کے بعداس کے نتیجے کے اعلان کے درمیان ہوتا ہے اور نتیجے کا اعلان سننے کے لئے انسان کو دوبارہ حکم الٰہی کے مطابق اٹھنا ہے۔ یہ بھی زندگی کا ایک دور ہوگا، ایک مرحلہ ہوگا اور یہ زندگی کامل زندگی ہوگی، دائمی اور آخری زندگی ہوگی، دنیا کی عارضی زندگی کی طرح نہیں ہوگی۔اس زندگی میں کوئی نقص نہیں ہوگا، نہ اس میں خون وگوشت والی زندگی کی ضروریات درکار ہوں گی اور نہ کسی قسم کا خوف اور بے چینی ہوگی' نہ اس میں کوئی تبدیلی اور نہ ہی کسی قسم کا نشیب وفراز ہوگا، وہ زندگی انسان کے لئے ابدی آرام گاہ کی زندگی ہوگی اسے ہر قسم کے عیش وآرام وہ بھی ہمیشہ رہنے والی' یہ تمام عیش وآرام کی سہولتیں ان ہی لوگوں کے لئے ہوں گی جنہوں نے اس دنیا کے کمرۂ امتحان میں اپنے اعمال کے ذریعے احکام الٰہی اور سنت رسول کریم، اتباعِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حل کئے ہوں گے اور جو اپنی زندگی کا پرچہ اللہ کے مقرر کردہ معیار کے خلاف زندگی گزار کر اعمال بد کرتے رہے ہوں گے، شیطانی عمل میں جنہیں کوئی شرم وندامت نہ ہوتی ہوگی۔اور انہوں نے انسانی زندگی کی جگہ حیوانی زندگی گزاری ہوگی، وہ چونکہ اپنی زندگی کے امتحان میں فیل ہو چکے ہوں گے، اس لئے نتیجے میں ان کو جہنم کا ایندھن بننا نصیب ہوگا صرف زندگی کے امتحان میں کامیاب ہونے والے ہی جنت اور اس کی ہر قسم کی راحتوں کے حق دار ہوں گے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے۔(طہٰ۔۵۵)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر فرمارہا ہے کہ ہر انسان کو تین مراحل سے لازماً گزرنا پڑے گا پہلا مرحلہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کا ہے۔

Marfat.com

دوسرا مرحلہ موت سے قیامت تک کا ہے اور تیسرا اور آخری مرحلہ، جو سب سے اہم ہوگا وہ قیامت کے روز سب کا دوبارہ زندہ ہونے کا مرحلہ ہوگا۔ آیتِ مبارکہ کی رو سے یہ تینوں مراحل اسی زمین پر گزرنے والے ہیں۔

آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت آدم جو ابوالبشر ہیں جنہیں سب سے پہلے ہم نے پیدا کیا وہ اسی مٹی سے پیدا کئے گئے تھے، ہر انسان کی اصل مٹی ہی ٹھہرتی ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کا نطفہ جس غذا سے تیار ہوتا ہے اور تمام غذائیں اسی زمین سے اگتی ہیں گویا ہر شخص اپنے اصل نطفہ کے لحاظ سے مٹی سے ہی پیدا ہوا' پھر مرنے کے بعد بھی وہ زمین میں ہی دفن کیا جاتا ہے اور قیامت کے روز اسی سے نکالا جائے گا۔

انسان کی تخلیق کا مادہ اسی زمین سے حاصل کیا گیا ہے۔ زمین کے اکثر عناصر انسانی جسم میں پائے جاتے ہیں، زمین کی فصل اور پیداوار سے ہی انسان اپنی غذائی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ زمین سے ہی حاصل ہونے والے پانی کو پیتا اور استعمال کرتا ہے۔ اسی زمین کی ہواؤں میں سانس لیتا ہے، انسان زمین کا ہی بیٹا ہے، زمین ہی اس کا گہوارہ ہے، جب انسان کا جسم مرنے کے بعد زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ گل سڑ کر خاک ہو کر زمین میں شامل ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بڑی حکمت وقدرت والا ہے، جب وہ سب سے پہلے انسان کو صرف مٹی سے نہیں بلکہ سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ جیسے مواد سے پیدا فرما سکتا ہے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات کو اپنے ایک ہی حکم سے مار کر سب کے سب کو دوبارہ زندہ اٹھا کھڑا کرے پہلی بار تو انسان کو مٹی سے انسان بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی روح پھونکی تھی' لیکن دوبارہ اٹھانے کے وقت تو تمام ارواح اپنی اپنی انتظار گاہوں علیین اور سجین میں روز آخر یعنی قیامت کی منتظر موجود ہوں گی انہیں تو صرف اپنے اپنے جسموں میں

Marfat.com

واپس جانے کا ہی حکم دیا جائے گا۔

حیات بعد الموت کے منکرین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہت بحث مباحثہ کیا تھا کہ انسان مرنے کے بعد جبکہ اس کی ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہوں گی، کیسے دوبارہ زندہ کیا جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی جگہ منکرین کی اس بات کی تردید فرمائی ہے اور ارشاد ہوا ہے کہ جس طرح پہلے اٹھایا تھا ایسے ہی دوبارہ اٹھانا کیا مشکل ہے' انسان جن معاملات میں کسی قسم کے شک وشبہے کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ انسان کی سوچ وفکر کو درست کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے اعتقادات اور ایمانیات کے علاوہ بھی انسانی زندگی کے وہ معاملات جن پر انسانی زندگی مکمل طور پر انحصار کرتی ہے، ان میں بھی انسان راہِ فطرت اپناتا ہے اور فطرتِ الٰہی کے دائرے میں ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے، اپنے بندوں کو کسی الجھن اور پریشانی میں مبتلا نہیں کرتا وہ ہر راستے کی ہر طرح سے رہنمائی فرماتا ہے اس کی طرف سے ایک مکمل ضابطۂ حیات وقانونِ حیات اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دے دیا گیا ہے، اگر اللہ اپنے بندوں کو یونہی بے یارومددگار چھوڑ دیتا تو جانے وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ ایمان انسان کے لئے اتنا ہی اہم اور ضروری ہے جتنا کھانا پینا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام موضوعاتِ انسانی کے تقاضوں کے مطابق بات کرتا ہے اور ایسے آثار وشواہد پیش کرتا ہے جو انسان کے اردگرد اس صفحۂ ہستی پر پھیلے ہوئے ہیں جہاں تک حیات بعد الموت کا مسئلہ ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ میں ارشاد فرما دیا ہے۔ اس کی تفصیل آنے والے صفحات میں دی جا رہی ہے۔

Marfat.com

حیات بعد الموت

أَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ:۔ یا اس شخص کی مانند جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا، سو سال کے لئے پھر اسے اٹھایا' پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا اسی حالت میں' پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ (کہ اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے) ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں (کے اس پنجر کو) کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں' جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا

Marfat.com

میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔(البقرہ۔۲۵۹)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس بستی کا ذکر فرمایا اور جس شخص کا گزر اس بستی سے ہوا ان دونوں کا صرف حوالہ ہی دیا گیا، ان کا نام ان کی تفصیل نہ قرآن حکیم میں دی گئی ہے اور نہ ہی حدیث شریف میں، اس کے بارے میں قرآن و حدیث خاموش ہیں۔ اس لئے اس کی کرید کرنے، جستجو کرنے کی ہمیں بھی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا باخبر اور صاحب علم ہے۔ وہ چاہتا تو پوری تفصیل سے آگاہی فرما دیتا۔

آیت مبارکہ میں جس بستی کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے وہ نہایت واضح، مؤثر اور دل و دماغ پر اثر انداز ہونے والی ہے۔ موت، پھر بوسیدگی اور ٹوٹ پھوٹ کا ایک واضح نقشہ اپنی تمام تر صفات کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔ جو شخص اس بستی سے گزر رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ بستی کی بستی اوندھی پڑی ہے اور گر کر ریزہ ریزہ ہو چکی ہے اس کے احساسات میں یہ تصور ابھرتا ہے وہ سوچتا ہے کہ ''یہ آبادی جو مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکی ہے کس طرح اسے اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی بخشے گا۔''

منظر دیکھنے اور سوچنے والا شخص جو بھی تھا اسے یقیناً اللہ کی موجودگی اور اس کے ہونے کا پورا یقین تھا لیکن بستی کی شکست و ریخت دیکھ کر اسے خیال ہوا کہ اس تباہی و بربادی کے بعد جبکہ کچھ نہیں بچا پھر کیسے اسے دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا یہ ایک عام انسانی ذہن کی سوچ ہے آج بھی بہت لوگ اور قومیں اس بات پر یقین نہیں کرتیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا۔! اللہ جو اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے اس نے اپنے بندوں کی تعلیم اور علم کے لئے اس شخص کی روح قبض کر لی۔ وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا (جبکہ لاش چند دنوں میں ہی گل سڑ کر برابر ہو جاتی ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت سے دوبارہ زندگی بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو یہ نہیں بتایا تجھے مار کر کس طرح زندہ کیا جائے گا بلکہ واقعات کے ذریعے

Marfat.com

پورے زندہ ثبوت کی ساتھ اسے تجربے سے گزارا۔تا کہ دنیا کے لئے ایک مثال ایک نمونہ سامنے آسکے جو یقین وپختگی، عملی تجربے سے انسان کے خیال میں آتی ہے وہ کسی قسم کی دلیل، منطق، وجدان سے پیدا نہیں ہوتی لیکن تجربے سے انسانی شعور اور تاثر براہ راست متاثر ہوتے ہیں اور دل ودماغ مطمئن ہوجاتا ہے مزید کسی یقین دہانی کی ضرورت نہیں رہتی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے دریافت کیا کہ ''بتاؤ کتنی مدت تک پڑے رہے ہو؟''

اس نے جواب دیا ایک دن یا چند گھنٹے۔اسے کیا پتہ تھا وہ کتنی مدت پڑا رہا۔اسے زمانے کا احساس وشعور تو تب ہو جب وہ زندہ ہوتا، اس کی عقل وسمجھ کام کررہی ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' اس حالت میں تو نے سو سال گزارے ہیں اور اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ اس میں کوئی تغیر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔(حالانکہ ان سب پر سو سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔یہ اللہ کی قدرت اور حکمت کا کمال تھا کہ ان میں ذرا برابر فرق نہیں پڑا۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''اور اپنے گدھے کو دیکھ اور یہ کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں۔پھر دیکھو ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست اس پر چڑھاتے ہیں۔

اس شخص کے گدھے کی ہڈیاں جو گوشت پوست سے ننگی ہو کر علیحدہ علیحدہ ہوگئی تھیں اس کے بعد حکمِ الٰہی سے ایک معجزہ رونما ہوا کہ یہ تمام ہڈیاں آپس میں جڑنے لگیں ان پر گوشت چڑھنے لگا۔اور پھر وہ صحیح سالم ہوگیا اور پھر اسے اللہ نے دوبارہ زندگی بخشی اور گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہوگیا۔

کم عقل اور کم علم لوگ اور وہ جن کا اللہ پر ایمان نہیں ہے یا بہت کمزور ہے وہ یقیناً اس معجزے پر حیران ہوئے ہوں گے اور اب بھی ہو رہے ہوں گے لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کرہ ارض پر پہلی زندگی کو وجود عطا کرنے میں اپنی قدرت وحکمت کا کس

Marfat.com

طرح اظہار فرمایا تھا اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے اپنے ارادے کو تکمیل تک پہنچا دیتا ہے انسان کی اور دیگر مخلوقات کی حیات کا آغاز ایک معجزہ ہی تو ہے اور دوبارہ جی اٹھانا یا تخلیق ثانی بھی ایک معجزہ ہی ہوگا۔ اللہ کی مشیت ہر قسم کے قاعدے قانون سے بلند اور آزاد ہے جس قانونِ فطرت کو ہم اٹل سمجھتے ہیں اللہ کی مشیت اس الگ اور سب پر حاوی و جاری ہے، تمام قوانین تو اس خالق و مالک و مختار کے جاری کردہ ہیں تمام ضابطے قاعدے قرینے اس نے مخلوقات کے لئے بنائے ہیں ذات باری کبھی بھی کسی بھی طرح کے قانون کی پابند نہیں سب اس کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ موت و حیات کی حقیقت کو قرآن کریم نے بار بار بیان کر کے اہلِ ایمان کے ضمیر میں اسے پختہ کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ اہلِ ایمان براہ راست اپنے رب اپنے خالق و مالک سے رابطہ و تعلق قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ بڑی ہی قدرت والا ہے وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے یہی وجہ ہے جس شخص کو اس تجربے سے گزارا گیا وہ بے اختیار بول اٹھا۔ ''میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

ایسا ہی واقعہ سورۃ الکہف میں اصحاب کہف کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حیات بعد الموت کے سلسلے میں ہی بیان فرمایا مفسرین نے ان آیات کی جو تفسیر بیان کی ہے وہ مختصراً یہاں بیان کر رہے ہیں، صرف اس لئے کہ حیات بعد الموت کا وہ ایک ایسا معجزہ ہے جس سے اہلِ ایمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور منکرین کے لئے عبرت کا سامان ہے۔

روم کا ظالم بادشاہ دقیانوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں پر بڑا ظلم و ستم کرتا تھا اور عیسائی مذہب اختیار کرنے والوں کو ہلاک کر دیا کرتا تھا۔ اس سے ڈر کر کچھ حق پرست نوجوان جن کی تعداد کے بارے میں بھی کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی کوئی، تین کہتا ہے، چوتھا ان کا کتا کوئی سات اور آٹھواں انکا کتا بتاتا ہے' اللہ ہی بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کیا تھی۔ وہ بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے ایک دور دراز غار میں جا کر چھپ گئے اور وہاں اللہ سے مدد

Marfat.com

کی دعا کی، اللہ نے ان پر نیند طاری کردی جوتقریباً ۳۰۹ سال تک طاری رہی (الکہف۔ ۲۵) شمسی حساب سے تین سواور قمری حساب سے تین سونو سال بنتے ہیں جب وہ ایک طویل ترین نیند لے کر جاگے تو زمانہ تین سونو سال آگے بڑھ چکا تھا۔ یہ اللہ کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہی تو تھا کہ اس نے اپنے بندوں کو ایک طویل نیند جو تین سو سال سے زیادہ عرصے تک طاری رہی جب اٹھایا تو انہیں یہ احساس تک نہیں ہوا کہ وہ اتنے عرصے بعد اٹھے ہیں، ان میں سے ایک ڈرتے ڈرتے قریبی شہر میں خوراک کی تلاش میں گیا، تو اسے معلوم ہوا کہ وہاں تو دنیا ہی بدل چکی ہے، ظالم بادشاہ دقیانوس کو تو مرے ہوئے بھی کئی سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، لوگ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے، انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ شخص اتنی پرانی کرنسی لے کر آیا ہے، ان اصحاب کہف کے ساتھ اللہ نے ان کے کتے کو بھی دوبارہ زندہ کردیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً قادر مطلق اور بڑی حکمت ودانائی والا، باخبر باعلم ذات ہے۔ اس سے پہلے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال تک موت کی نیند سلا کر زندہ کیا اور ساتھ ہی اس کے گدھے کو بھی زندہ کردیا۔ ایسے ہی اصحاب کہف کو تقریباً تین سو سال تک موت کی نیند سلا کر انہیں اس طرح اٹھادیا جیسے چند گھنٹے ہی سو کر بیدار ہوئے ہوں۔ ان کے ساتھ ان کا کتا بھی ویسے ہی بیدار ہوگیا جبکہ اس پر بھی موت کی نیند کا اتنا ہی طویل عرصہ گزرا تھا۔

حیات بعد الموت کا ایک اور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے قرآن کریم میں سورہ البقرہ میں اس طرح آیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

Marfat.com

ترجمہ :۔اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ فرمایا۔''کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟''اس نے عرض کیا۔ ''ایمان تو رکھتا ہوں مگر دل کا اطمینان درکار ہے۔فرمایا اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کر لے، پھر ان کے ٹکڑے کر ڈال پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر انہیں پکار، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔خوب جان لے کہ اللہ نہایت با اقتدار اور حکیم ہے۔(البقرہ۔۲۶۰)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مکالمے کے انداز میں ارشاد فرمایا ہے اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مسلمہ کے سامنے پیش فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیم السلام اللہ کے رسول تھے اور لدنی اسرار و رموز اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے، موت و حیات کی حقیقت سے وہ خوب واقف تھے، موت اور حیات کی تخلیق ایک ایسا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح قادر ہے، اس میں کوئی کسی بھی طرح شریک نہیں۔زندگی اور موت ایسے واقعات ہیں جس سے انسان اپنی زندگی میں بار بار ، دو چار ہوتا رہتا ہے۔زندگی اور موت کے حقائق ہر وقت انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں اس کے باوجود زندگی اور موت ایک حیرت انگیز راز ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ موت و حیات کا وہ تجربہ خصوصاً حیات بعد الموت کے تجربے کی فرمائش انہوں نے اس لئے کی کہ ان کی قوم اور ان کے بعد آنے والی تمام قوموں اور نسلوں کے لئے ایک عملی مثال اور تجربہ بھی سامنے آجائے اور یہ جذبہ قدرت الٰہی کی کاریگری کو جاننے کا تجسس اور شوق بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نہایت برگزیدہ، حلیم الطبع، مطیع و فرماں بردار،

Marfat.com

اولوالعزم نبی تھے ان کی جانب سے اس شوق کا اظہار اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ قدرتِ الٰہی کے پس پردہ رازوں تک رسائی حاصل کرنا چاہتے تھے یہ ان کا انسانی تجسس بھی تھا اور یہ بھی کہ اس طرح کے سوالوں کا تسلی بخش جواب بھی مل جائے گا۔ حیات بعد الموت کے منکرین کے لیے اس واقعہ سے مقصود اللہ تعالیٰ کی صفت حیات بعد الموت اور اس کی قدرت کاملہ کا اثبات بھی ہے۔ حیات بعد الموت کا یہ دوسرا بڑا اہم واقعہ ہے جو بظاہر تو اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواہش اور ان کے اطمینانِ قلب کے لئے دکھایا ہے، اللہ نے انہیں حکم دیا کہ چار پرندے لے کر انہیں اپنے سے ہلالو یعنی مانوس کرلو تا کہ وہ تمہیں اور تم انہیں اچھی طرح پہچان سکو اور جب وہ زندہ ہو کر واپس آئیں تو ان کو آسانی سے پہچان لو کہ یہ وہی پرندے ہیں کسی قسم کا شک نہ پیدا ہو، حکم ہوا کہ ان چاروں پرندوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے اجزا کو باہم ملا کر چار پہاڑوں کی چوٹیوں پر الگ الگ رکھ دو۔ پھر انہیں آواز دو تو وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ واقعہ حیات بعد الموت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز ہر ذرے تک کا خالق یعنی پیدا کرنے والا بنانے والا ہے وہی مختار و مالک بھی ہے وہی سب کا رب سب کا پالنے والا پروردگار بھی ہے۔ وہ قادر مطلق جب چاہے جیسے چاہے پیدا کر سکتا ہے مار سکتا ہے۔ دوبارہ زندہ کر سکتا ہے ہر چیز پر ہر قسم کا اختیار اسے ہی حاصل ہے۔ وہ رب کائنات اپنی قدرت وقوت کے مظاہر اپنے بندوں کو دکھاتا رہتا ہے وہ بغیر کسی سبب کے بغیر کسی وجود کے جس طرح چاہے کسی کو بھی پیدا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے سب سے پہلے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا فرمایا اس کے بعد انسانوں کے لئے پانی کے ست سے نطفہ کے ذریعے پیدائش کا معیار مقرر کر دیا گیا لیکن جب وہ چاہتا ہے اس میں بھی اپنی مرضی سے تبدیلی کر سکتا ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، بغیر باپ کے نطفے

Marfat.com

کے حضرت مریم کے یہاں پیدا فرمانا اور شیر خوار بچے کی اپنی زبانی پیدائش کی تصدیق کرانا یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت واختیار کا معاملہ ہے۔

جیسا کہ سورہ ھود آیت ۶۴ میں ہے۔ ''اور اے میری قوم والو یہ وہی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے'' جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے کہنے پر ان کی آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ سے ایک زندہ سلامت قوی الجثہ اونٹنی برآمد فرمادی، اسی لئے اس اونٹنی کو اللہ کی اونٹنی کہا گیا ہے کیونکہ وہ اونٹنی خالص حکم الٰہی سے ایک معجزے کے طور پر خلاف عادت طریقے سے ظاہر کی گئی۔ اللہ نے اسے کسی ظاہری ذرائع یعنی نطفے کے بغیر کسی ظاہری بناوٹ کے صرف اپنے ایک حکم سے پہاڑ سے ظاہر فرمادیا، اس کا تذکرہ قرآن حکیم میں تقریباً چھ مقامات پر کیا گیا ہے، یقیناً یہ اللہ کی خالقیت وحکمت ہے کہ اپنی قدرت سے جب چاہے، جیسے چاہے کسی بھی چیز کو پیدا کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو خود قرآن کریم کی سورہ الاعراف میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾

ترجمہ:۔ اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے خود ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں (گواہی دیتے ہیں)۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔ (الاعراف۔۱۷۲)

یہ عہد الست کہلاتا ہے، یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ہونے والی تمام اولاد سے لیا گیا۔ اس سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی

Marfat.com

نسل کی افزائش کے لئے جوطریقہ کار طے فرمایا، اس کے باوجود اس بات پر قادر ہے کہ جس طرح اس نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے آخری انسان کو پیدا کر کے ان سے اقرار لیا وہ اسی طرح اپنے کارخانۂ قدرت میں جب چاہے گا سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھادے گا، جب وہ خالق و مالک تمام جانوں کو پیدا کر کے ان سے اپنی ربوبیت و معبودیت کا عہد لے سکتا ہے تو پھر مردہ جسموں کو دوبارہ اٹھانا اس کے لئے کس طرح مشکل ہوسکتا ہے۔ وہ پوری طرح ہر ہر چیز کا مالک و مختار ہے وہ جب چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے، جس چیز کو چاہتا ہے کر لیتا ہے وہ اپنے ہی نافذ کردہ ہر قانون سے بالاتر اور خود ہی اپنا قانون ہے سب کچھ اس کے تابع فرمان اور اسی کے محتاج ہیں۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس نے ہی پیدا کیا ہے اور وہی مارنے کے بعد روز قیامت سب کو دوبارہ اٹھائے گا تو یقیناً ایسا ہی ہوگا اس کے لئے سب کچھ ممکن ہے چونکہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اس لئے ایسا ہونا ضروری ہے اور ایسا ہو کر رہے گا۔

Marfat.com

پیکرِ انسانی

تخلیق انسان جس کی تفصیل یا ارتقائی مراحل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں فرمایا ہے کالی سڑی ہوئی بدبودار مٹی سے انسان کو تخلیق کیا اور مختلف مراحل سے گزارا گیا تب وہ مٹی کا پتلا عالم جمادات سے پیکرِ انسانی تک پہنچا۔ اس سارے ارتقائی مراحل میں کتنا وقت لگا اس کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے۔ پیکرِ انسانی کے اس ارتقائی عرصے میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انسان کی مٹی سے تخلیق فرمائی اسے تمام حسیات، دیکھنے کی، سننے کی، بولنے کی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت' اچھے برے کی تمیز اور اچھے برے کے انتخاب کرنے کے ارادے کا اختیار اور تمام نوع انسانی کی تخلیق کی جو قیامت تک کے آخری انسان کی شکل میں دنیا میں آنی ہے۔

سب سے پہلا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ فی الارض کا عنوان یا نام دیا ہے اس سلسلے میں اکثر مجھ جیسے کم فہم لوگ اس بحث میں الجھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے جس کا حکم تمام کائنات ومخلوقات پر پوری طرح چلتا ہے اسے اپنا خلیفہ مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی' اس طرح تو انسان اللہ کے اقتدار و حاکمیت میں شراکت دار بن جاتا ہے

Marfat.com

کیونکہ لفظ خلیفہ کے معنی لغات میں ''جانشین'' اور ''بعد میں'' کے ہیں کیونکہ انسان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کائنات بنادی تھی اور زمین کو پیدا کردیا تھا اور جنات کو آباد کردیا تھا۔ چونکہ اس کے بعد انسان کو پیدا کیا گیا تھا تو انسان بعد میں آنے والا ہے، اس لئے اسے اللہ نے خلیفہ کہا۔ اس سے انسان کسی کا جانشین نہیں بلکہ بعد میں آنے والا ہے۔ لیکن انسان کو اگر اللہ کا جانشین یا اس کے بعد آنے والا اگر مان لیا جائے تو یہ کھلا کھلا شرک ہوگا، یہ سوچ وفکر قطعی غلط اور بے سروپا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے، نہ اس کے رسولوں نے، نہ ہی نبی آخرالزماں رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا کہا' قرآن حکیم میں انسان کو خلیفہ فی الارض کہا گیا ہے' خلیفۃ اللہ کہیں کسی جگہ بھی نہیں کہا گیا اس لئے انسان صرف خلیفہ فی الارض ہی ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔

انسان کو تمام مخلوقات میں سب سے پہلا شرف تو اس کی تخلیق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''انسان کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔'' دوسرا شرف ارادے کا وہ اختیار ہے جو انسان سے پہلے صرف جن کو محدود اختیار حاصل تھا، فہم وادراک کا علم جو انسان کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں دیگر تمام مخلوقات بلاچوں وچرا احکام الٰہی کے مطابق دی ہوئی فطرت اور عائد کئے گئے فرائض کی تکمیل میں سرگرم عمل رہتے ہیں جبکہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو قانونِ الٰہی کی اطاعت کرے یا نہ کرے اور اگر چاہے تو سرکشی اختیار کرلے۔

استحقاق خلافت کے لئے تقدس وتسبیح ہی کافی نہیں ہے کیونکہ مقام بندگی کچھ اور ہے اور مقام عاشقی کچھ اور ہے، ملائکہ اور دیگر مخلوقاتِ الٰہی، کائناتِ الٰہی کی مشینری کو اس کے کارخانۂ قدرت کو حکم الٰہی کے مطابق چلا رہی ہیں، لیکن خود اپنے اختیار سے نہ کوئی اضافہ کرسکتی ہیں نہ کمی' وہ صرف اللہ کے حکم کی فرمانبرداری ہی کرسکتی ہیں۔ اسی پر وہ مامور کی گئی ہیں جبکہ انسان اپنے ارادے واختیار سے اپنی مرضی وعلم کو کام میں لاکر اللہ کا رفیق بن سکتا

Marfat.com

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام اشیاء کا علم عطا کیا ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت ۳۱ تا ۳۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''آدم کو اسماء کا علم دیا گیا'' اس میں ایک بہت بڑی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ علم کا پہلا درجہ وہ ہے جو حواس کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ قرآن حکیم نے اس علم پر بڑا ہی زور دیا ہے اور سمع و بصر یعنی دیکھنے اور سننے کی قوت سے کام لینے کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے۔

انسانی عقل و فہم کے لئے اسماء کا علم وہ بنیادی علم ہے جس سے وہ تصورات کا تعین کرتا ہے کیونکہ کسی بھی تصور کے لئے اسم یعنی کسی لفظ کا ہونا ضروری ہے اور کوئی بھی لفظ بغیر کسی تصور کے وجود میں نہیں آ سکتا، اسماء اور تصورات کا چولی دامن کا ساتھ ہے، آدم کو تصوراتی علم کی صلاحیت دی گئی' انسان کی اسی خصوصیت کے باعث ملائکہ اور دیگر مخلوقاتِ الٰہی نے اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اگر انسان قانونِ فطرت کو سمجھ لے تو وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر سکتا ہے۔ اس کے لئے قانونِ قدرت کو سمجھنا اور اللہ کی اطاعت کرنا اور خود کو منشاء الٰہی کا تابع رکھنا ضروری ہے ورنہ انسان اپنی اسی صلاحیت کے باعث سرکش و باغی بھی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں سجدہ ریزی اور سرکشی دونوں کی قوتیں رکھی ہیں، یہی قوت اس کی سرفرازی و سربلندی کا باعث ہے، اسی سے وہ مسجود ملائکہ اور مخدوم خلائق بنا ہے اور مسخر کائنات ہے دنیا کا وجود اسی انسان کے دم قدم سے ہے، اگر انسان کو اللہ تعالیٰ ارادے کے اختیار سے آراستہ نہ فرماتا تو وہ اللہ کی دیگر مخلوق و حیوانات کی ہی مانند ہو کے رہ جاتا جو صرف اپنے لگے بندھے کام ہی اپنی فطرت کے عین مطابق ادا کر سکتے ہیں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اسے ارتقائی منازل طے کرا کر آگے بڑھانا تھا، اس لئے اسے خارجی دنیا کے علاوہ خود اس کے قلب کی دنیا کو کشمکش کی مستقل آماج گاہ بنا دیا اور اس کے خمیر میں خیر و شر سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت بھی رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور

Marfat.com

بدی، خیر وشر کے معیارات بھی مقرر فرما دیئے ہیں، ان سے انسان کو آشنا بھی کر دیا ہے، اس لئے انسان اپنے ارادے کے اختیار کو استعمال کر کے نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہے، اس طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیکی وہی نیکی ہوگی جو بدی یا برائی کی قدرت وقوت رکھتے ہوئے عمل میں آئے۔ یعنی برائی کی قدرت رکھتے ہوئے اپنے ارادے کے، اختیار کو، استعمال میں لاکر برائی سے بچے، ایسے ہی اطاعت وبندگی بھی وہی اطاعت ہوگی جو سرکشی وبغاوت کی استطاعت کے باوجود سرکشی وبغاوت سے بچتے ہوئے کی جائے۔ اسی اطاعت ونیازمندی اور سر جھکانے میں حقیقی لذتِ بندگی ہے جس کی پیشانی میں دنیا جہاں کی سرفرازی جھلک رہی ہوگی۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس شخص میں انتقام لینے کی قوت ہی نہ ہو وہ اگر کسی کو معاف بھی کر دے تو اس کی کیا خوبی ہوگی، وہ اس کی مجبوری ہوگی، ہاں اگر اس میں انتقام لینے کی قوت وصلاحیت ہو پھر وہ دانستہ اپنے ارادے وقوت سے انتقام نہ لے اور معاف کر دے تو ایسے شخص کا سر تسلیم خم کرنا اپنی غلامی واطاعت کا اظہار کرنا، اختیار رکھتے ہوئے خود پر قابو رکھنا اپنی خودسری وسرکشی پر قابو پانا ہی انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی شرف انسانیت عطا فرمایا ہے کہ اپنے ارادے کے اختیار کو استعمال کر کے خود اپنی کوشش وخواہش سے اپنی اطاعت وبندگی کا یا اپنی بغاوت وسرکشی کا اظہار کرے، جبکہ دیگر تمام مخلوقات کو ایسا کوئی اختیار نہیں جیسا کہ قرآن حکیم کی سورہ النحل آیت ۴۹ اور ۵۰ میں اور سورہ الحج آیت ۱۸ میں اشاد باری تعالیٰ ہے۔

''یقیناً آسمان اور زمین میں جس قدر جاندار ہیں اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تکبر (سرکشی) نہیں کرتے۔

اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے (قانون الٰہی سے ڈرتے ہیں) ڈرتے رہتے ہیں (کپکپاتے رہتے ہیں) اور انہیں جو حکم مل جائے اس کی وہ تعمیل کرتے ہیں۔

Marfat.com

ان آیاتِ مبارکہ سے انسان اور دیگر مخلوقاتِ الٰہی کا فرق نمایاں ہورہا ہے۔ انسان کو اختیار وارادہ دیا گیا ہے جس سے وہ اطاعت کرے یا نہ کرے لیکن کسی اور مخلوق کو یہ اختیار نہیں دیا گیا۔ انسان کے اسی ارادے کے اختیار کے استعمال کا ذکر بھی قرآن کریم کی سورہ البقرہ کی آیت ۳۵ میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہوا ہے۔

''اور ہم نے کہہ دیا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے جی چاہے بافراغت کھاؤ پیو، لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔''

اس کے بعد شیطان نے انہیں بہکا دیا اور انہوں نے وہی کام کیا جس سے انہیں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا جس کی وضاحت سورۃ البقرہ کی آیت ۳۶ میں کی گئی ہے۔ ان آیات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو ارادے کا اختیار ہی نہیں دیا بلکہ اسے بھلائی برائی کرنے، ان سے بچنے کی سمجھ وعقل بھی عطا فرمائی ہے اور غلطی کرنے کے بعد اسے محسوس کرنے اور اپنی شرمندگی وندامت کا اظہار کرنے اور معافی تلافی کرنے کی اہلیت وصلاحیت بھی دی ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ فی الارض کا عہدہ یا شرف وامتیاز عطا کیا ہے، خلیفہ فی الارض ہونے کے باعث یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ احکام الٰہی کے مطابق اطاعت وبندگی کرتے ہوئے یا سرکشی وبغاوت کرتے ہوئے اس دنیا کو آباد کرے اور کائنات کو اپنی عقل وفہم، اپنے ارادے سے مسخر کرے کیونکہ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے تصرف میں دیا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ انسان کسی بھی طرح نہ تو اللہ کا جانشین ہے، نہ ہوسکتا ہے، اللہ کا یہ قانون اور طریقہ ہے کہ اس نے مختلف کاموں کے لئے مختلف ادارے تشکیل کر دیئے ہیں مثلاً حضرت جبرائیل۔ جو اللہ کے احکامات وپیغامات اس کے مقرب بندوں انبیاء کرام اور رسولوں تک پہنچاتے ہیں یہ ان کو اللہ کی طرف سے دی گئی

Marfat.com

ذمہ داری ہے، انہیں روح القدس کا لقب بھی دیا گیا ہے سورہ الحج کی آیت ۷۵ میں ان کا ذکر آیا ہے۔

حضرت عزرائیل۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ارواح قبض کرنے، انہیں ان کی زندگی کے اختتام پر موت سے ہم کنار کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔ انہیں ملک الموت کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا ذکر قرآن حکیم میں سورہ السجدہ کی آیت ۱۱ میں ہوا ہے۔

حضرت اسرافیل۔ ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے صور پھونکنے کی ذمہ داری لگائی ہے، ان کے صور پھونکنے سے قیامت برپا ہو جائے گی، تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا تمام جاندار مر جائیں گے۔

حضرت میکائل۔ ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات الٰہی کو رزق فراہم کرنا اور بارش برسانا کیا ہے چونکہ بارش بھی رزق کی فراہمی کا ذریعہ ہی نہیں خود اس کا شمار رزق الٰہی میں ہوتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو حضرت آدم کو سجدہ کرنے والوں میں حضرت جبرائیل اور حضرت میکائل نے سب سے پہلے سجدہ کیا' ان دونوں فرشتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ جس طرح یہ چار اہم فرشتے اپنی اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں، ایسے ہی جنت وجہنم کے نگراں فرشتے ہیں جنہیں قرآن میں رضوان اور مالک کے نام سے یاد کیا گیا ہے، ہر انسان کے ساتھ اس کے اعمال نیک وبد درج کرنے کے لئے کراماً کاتبین مقرر ہیں۔ انسان جس کے لئے یہ سب کام سرانجام دیے جا رہے ہیں، اسے اللہ نے خلیفۃ اللہ فی الارض کی ذمہ داری عطا فرمائی ہے وہ کسی بھی طرح خلیفۃ اللہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کا اختیارِ حاکمیت ہے کہ وہ اپنے اقتدار اعلیٰ میں جسے چاہے جو ذمہ داری، جو اہمیت و وقعت عطا فرمائے۔

Marfat.com

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

ترجمہ:۔ کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا گزرا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راہ دکھائی خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔ (الدھر۔ ۱ تا ۳)

تفسیر:۔ یہ آیات سورہ الدھر کی ابتدائی آیات ہیں، اس میں ربِ کائنات کی جانب سے انسان سے سوال کیا جارہا ہے، کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم اپنی تخلیق سے پہلے کیا تھے؟ کس نے تمہاری تخلیق کی؟ اور کس نے تمہیں اس قابل بنایا؟ یہ استفہام ہے کسی کے بارے میں کچھ دریافت کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک حقیقت کی اطلاع دینا ہے کہ ایسا ضرور تھا تا کہ انسان خود سوچ سکے اور سمجھ سکے کہ اس پر ایسا وقت بھی آیا تھا جب وہ قابل ذکر چیز نہیں تھا اور آج جبکہ وہ نہ صرف قابل ذکر بلکہ تمام مخلوقات میں اشرف وممتاز بھی ہے تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ وہ کون ذات ہے جس نے اسے یہ اعزاز عظیم بخشا اور عدم سے وجود میں لایا تاریکیوں سے نکال کر روشنی اور اجالے میں لایا جہان میں اسے ایک ذمہ دار کردار ادا کرنے کا اہل بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ عظیم الشان کا ادراک وفہم کرانے اور انسان کو سمجھانے کے لئے ہی اس پر اس کی حقیقت واضح فرمائی ہے۔

آیتِ مبارکہ میں پہلے انسان کی حقیقت کو بتایا جارہا ہے کہ انسان پہلے کچھ بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود کو پیدا کیا۔ موجودہ دور میں انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوکر دنیا میں آتا ہے لیکن اس پر ایک وقت ایک دور ایسا بھی گزرا ہے، جب اس کا کچھ نام

Marfat.com

ونشان تک نہیں تھا، نہ دنیا میں موجود تھا، نہ اہل دنیا میں اس کا ذکر تھا۔ ذرا ان لمحات پر فکر کرو جب یہ مخلوق انسانی وجود میں آئی۔ انسان کی تخلیق کا علم تو صرف اللہ کو ہی ہے وہی جانتا ہے کہ اس نے اس دنیا میں انسان کو کس طرح پیدا فرمایا اور کس طرح اسے ذمہ داریاں سونپیں اور کائنات کی تمام چیزوں کو اس کے تابع کر دیا تا کہ وہ آسانی سے اپنی ذمہ داری، اپنا کردار ادا کر سکے۔ اور اسے زندگی گزارنا آسان ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر متعدد جگہ قرآن حکیم میں بیان ہوا ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔ آیتِ مبارکہ میں عام نسل انسانی کی پیدائش وخلقت کا ذکر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ انسان سے خطاب فرما کر اسے جتا رہا ہے کیا تجھے علم ہے کہ تجھے کیسے پیدا کیا گیا ہے۔ ''مخلوط نطفے سے پیدا کیا'' یہ اشارہ ہے اس تخلیقی عمل کا جب مرد کا خلیہ عورت کے بیضے میں داخل ہو کر اس کے ساتھ خلط ملط ہو کر پرورش کے عمل میں داخل ہوتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہے۔ یہ کوئی اتفاقی عمل یا کام نہیں کہ اتفاقاً انسان پیدا ہو گیا ہو اور نہ ہی اس کی تخلیق کسی خود رو عمل کے تحت ہوئی اور نہ ہی اس کی تخلیق بلا مقصد، بیکار ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک انتہائی ذمہ دار مخلوق کے طور پر اس کے امتحان و آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ آزمائش کیا ہے؟ امتحان کیسا اور کاہے کا ہوگا؟ اس امتحان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ البتہ انسان دنیا میں جو کچھ کرے اور جیسا کچھ کرے وہ سب جو وہ کھلے عام کرے یا چھپ چھپا کر کرے اس کا نتیجہ ایک کھلی عدالت میں ہوگا، اس کے دنیا کے اعمال کے مطابق ہی اس کے نتیجے کا اعلان عام ہوگا جسے جزا و سزا کہا گیا ہے اور اس سے ہی لوگ اپنے اچھے یا برے انجام تک پہنچے گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے، سننے کی قوتیں عطا فرمائیں اور فہم و ادراک کے تمام

Marfat.com

وسائل مہیا کئے تا کہ وہ نیک و بد کو سمجھ سکے اور اچھے برے میں بخوبی تمیز کر سکے اور جان سکے کہ دنیا اور اس میں کئے ہوئے اپنے افعال و اعمال کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکے پا سکے اور اپنے امتحان کی بھرپور تیاری کر سکے تا کہ نتیجہ اس کے حق میں آ سکے اور وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے سلسلہ توالد وتناسل یعنی افزائش نسل کو چلانے کے لئے نطفہ مخلوط سے مخلوق کی تخلیق کا انتظام ونظام قائم کیا۔ یہ کوئی اتفاقی یا حادثاتی یا بے سوچا سمجھا از خود ہونے والا عمل نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت اور ربوبیت شامل ہے، وہی ذات عالی نطفے کی تخم ریزی فرماتا ہے اس کی پرورش کرتا ہے، اس کی نگہداشت کرتا ہے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل کرتا ہے اب چاہے وہ انسانی نطفے کی تخم ریزی ہو یا حیوانات ونباتات کی، اس نے افزائش نسل کے پورے نظام کو زوج یعنی جوڑ سے منسلک کر دیا ہے اور ہر کسی کے جوڑ کا جوڑا مقرر کر دیا ہے۔ نر و مادہ کے میل ملاپ کا نظام یہ پورا نظام نہ تو فقط کسی طرح کی لذت وشہوت کا نظام ہے اور نہ ہی بے مقصد و بے کار محض ہے۔ اس پورے نظام قدرت میں اللہ کی بڑی گہری حکمت اور مقصدیت کارفرما ہے۔ انسان کی پیدائش کا مقصد جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے، انسان کو آزمانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے انسان میں ہدایت اخذ کرنے، حق کو قبول کرنے، کی استعداد وصلاحیت رکھی ہے۔ پھر اسے علم ومعرفت، قدرت واختیار عطا کیا گیا، ہے یہ تمام صلاحیتیں، علم وادراک، فہم وفراست ہدایت وتربیت اللہ نے ایک مقرر ومتعین وزن ومقدار میں عطا کی ہیں۔ ان تمام صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ اسے یہ اختیار بھی دیا کہ وہ صراط مستقیم یعنی حق کی راہ کو اپنائے اختیار کرے یا کفر و باطل کی راہ کو اپنائے اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق و باطل کی تمیز دے کر اسے یہ اختیار دے دیا کہ وہ اپنی مرضی سے جو راہ اپنے

Marfat.com

لئے بہتر سمجھے اختیار کرے۔ یہی اس کا امتحان اور یہی اس کی ذمہ داری ہے کہ انسان اپنی ذمہ داری اطاعت و بندگی کے ذریعے پوری کرتا ہے، یا راہ حق کو چھوڑ کر اطاعت و بندگی اختیار نہ کر کے شیطان کا ہم قدم ہو کر اپنی عاقبت خراب کرتا ہے اور اللہ کی طرف سے لئے جانے والے امتحان میں فیل ہو کر سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو راہ ہدایت سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے اختیار کرنے کو شکر نعمت سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ جب کسی بندے کو اللہ کی طرف سے ہدایت عطا کر دی جاتی ہے تو اس کے شعور میں سب سے پہلے احساس شکر نمودار ہوتا ہے اور وہ اپنے رب کا، اپنے مالک و خالق کا شکر ادا کرتا ہے کیونکہ وہ جان لیتا ہے سمجھ لیتا ہے کہ اس کی حقیقت اس کی اوقات کیا ہے، وہ خود تو کوئی قابل ذکر چیز ہے ہی نہیں نہ کبھی رہا آج جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت عطا کر کے اسے قابل ذکر بنا دیا ہے اور دیکھنے سننے اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں دے کر اللہ نے اسے تمام مخلوقات میں اشرف و ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ اس لئے یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان نعمتوں کے لئے اللہ کا شکر ادا کرے' اس کی اطاعت و بندگی بھرپور اخلاص اور احکام الٰہی کے مطابق کرے اور شرک و کفر سے بچے اور کسی بھی طرح اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات بہت واضح اور کھول کر بیان فرمادی کہ یہ دنیا انسان کے لئے ایک امتحان گاہ ہے، یہاں اسے آزمائشی طور پر رکھا گیا ہے، اسے کسی کھیل کود کے میدان میں نہیں اتارا گیا، نہ ہی کسی طرح عیش و طرب کی محفل سجائی گئی ہے بلکہ یہ دنیا تو ایک کمرہ امتحان ہے جہاں اسے آزمانے کے لئے رکھا گیا ہے، اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ نے کس قدر بھاری ذمہ داری عائد فرمائی ہے اور ان آیات میں انسان کا نظریہ

Marfat.com

حیات متعین کیا گیا ہے، اس کے وجود کا مقصد بتادیا گیا ہے۔ اور راہِ حق' راہِ ہدایت' صراط مستقیم کی راہ دکھادی گئی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے مکمل کر کے تمام نقائص سے پاک فرما کر پیدا کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عظیم خالق ہے، اس کی کاریگری میں کبھی کوئی نقص کوئی خامی نہیں ہوتی جبکہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝

ترجمہ:۔ جس نے تجھے پیدا کیا' نک سک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا۔

(الانفطار۔ ۷)

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ آیت مبارکہ میں انسان کو مخاطب فرما رہا ہے اور دریافت فرما رہا ہے کہ تجھے کس نے اس خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ ایسا اشارہ ہے' ایسا سوال ہے کہ پوری انسانیت کانپ اٹھے۔ انسان جاگ اٹھے' انسان کا خالق و مالک اسے سرزنش کر رہا ہے کیونکہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر لوازماتِ دنیا میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ اور خواب غفلت کا شکار ہو گیا ہے اور اپنے مالک کے بارے میں گستاخ ہو گیا ہے حالانکہ مالک و آقا نے تو بڑے پیار و مہربانی سے انسان کے ایک ایک اعضاء کو سجایا سنوارا' خوبصورتی سے بنایا ہے۔ انسان کے موجودہ تمام اعضاء خوبصورت' معتدل اور متناسب شکل پر پیدا کیے گئے ہیں اور تمام اعضا پوری طرح اور اچھی طرح اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اس پر انسان جتنا شکر بجالائے وہ کم ہے۔

انسان اگر خود اپنی ذات پر اعضاء و افعال پر غور و فکر کرے تو اس پر حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ انسان اپنے خالق و مالک اور پروردگار کا جس قدر شکر ادا کرے اور جتنی محبت اطاعت و بندگی کا اظہار ہو سکتا ہے، مسلسل کرتا رہے اور اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ پورے اخلاص و احترام کے ساتھ اطاعت کا حق ادا کرے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حقیر ست

Marfat.com

کے ذریعے پیدا کر کے اپنے تخلیقی حکم سے محترم وممتاز درجے پر فائز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے، وہ اگر چاہتا تو انسان کو کسی بھی شکل میں پیدا فرما سکتا تھا وہ ہر طرح سے ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ اس کی شکل وصورت نہایت موزوں ومناسب۔ اس کی ساخت میں بے شمار عجائبات ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فہم وادراک کی جو قوت دی ہے وہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں۔ انسانی جسم کے اندر بڑے بڑے نظام کام کر رہے ہیں' مثلاً ایک نظام ہڈیوں کا ہے' ایک نظام عضلات کا ہے' ایک نظام جلد' اور ہاضمے کا ہے' دوران خون کا نظام ہے' سانس کا نظام ہے' تناسل کا نظام ہے' شریانوں کا نظام ہے' اعصاب کا نظام ہے' پیشاب وفضلے کا نظام ہے' قوت ذائقہ' قوت شامہ' بولنے' سننے' دیکھنے' محسوسات کا نظام اور ایسے کئی اور نظام ہیں جن سے انسانی زندگی عبارت ہے، سوچنے سمجھنے کا نظام، یہ تمام نظام اپنی اپنی جگہ بہت اہم اور پیچیدہ ہیں اور اپنی اپنی جگہ عجائبات بھی ہیں۔ اگر انسان ان نظاموں پر غور وفکر کرے تو اس پر دہشت طاری ہو جائے دنیا کی تمام ایجادات وعجائبات کی ان کے سامنے کوئی اہمیت وحیثیت ہی نہیں ہے یہ تمام عجائبات انسانی ہی انسان کو خوبصورت بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عجائبات انسانی میں سے اگر ہم صرف ہاتھ کی ساخت اور کارکردگی پر غور کریں تو عقل حیران رہ جائے۔ تمام تر جدید اور اعلیٰ ترین ایجادات کے باوجود آج تک انسان کوئی ایسا ہاتھ ایجاد نہیں کر سکا جو انسان کے قدرتی ہاتھ جیسا کارآمد اور موزوں ہو۔ اس میں وہ تمام کمالات موجود ہوں، جو انسان کے قدرتی ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیئے ہیں۔ انسان جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے، ہاتھ فوری طور پر ایک خودکار نظام کے تحت حرکت میں آ جاتا ہے' مثلاً انسان کوئی کتاب پڑھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کتاب کی طرف بڑھ جاتے ہیں اور کتاب پکڑ کر آنکھوں کے سامنے اس زاویے پر لے آتے ہیں کہ دیکھنے میں

Marfat.com

سہولت رہے اور اگر کتاب کھولنی ہے یا اس کے اوراق الٹنے ہیں تو ہاتھ کی انگلی تکنیکی طریقے سے ورق پلٹ دے گی اور اگر کچھ لکھنا مطلوب ہو تو ہاتھ قلم پکڑ کر اپنے اعصاب کے بل پر چلنے لگتا ہے، یہ ہاتھ ہی ہے جو انسانی ضرورت کے تمام ہتھیار اور اوزاروں کو استعمال کرتا ہے یہ چمچہ، چھری، قلم، چاقو، قینچی اور دوسرے آلات خود بخود ہاتھ کی گرفت میں آتے چلے جاتے ہیں۔ یہ مختصر سا ہاتھ یا قدرتی آلہ ۲۷ ہڈیوں اور ۱۵ عضلات پر مشتمل ہوتا ہے۔ (اللہ اور جدید علم۔ استاد عبدالرزاق)

انسان کا کان بھی ایک آلہ ہے، آنکھ بھی ایک آلہ ہے، ذائقہ چکھنے کا نظام جو انسان کی زبان میں رکھا گیا ہے، اعصاب کا نظام، پورے انسانی جسم میں پھیلا ہوا ہے، خوراک کے ہاضمے کا نظام یا ہڈیوں کا نظام ناخن، دانت اور دیگر اعضاء۔ انسان کی ایک اور بہت اہم خصوصیت جس کی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں ممتاز و محترم ٹھہرایا گیا ہے وہ انسان کے اندر وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اندر سے اس میں پھونکی ہے۔ انسان اپنی روح کی حقیقت سے بھی بے خبر ہے۔ یہ روح ہی ہے جو انسان کو خوشی اور سعادت مندی کے وہ لمحات اور وہ جھلکیاں عطا کرتی ہے جن کی وجہ سے انسان زمین پر ہوتے ہوئے عالم بالا سے مربوط اور جڑا رہتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنی اطاعت و بندگی کے ذریعے، جنت کی ابدی زندگی کی تیاری مکمل کرتا ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے انسانی پیکر کی خوبصورت تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ (التین۔۴)

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، اسے اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا گیا، اسے وہ فہم اور علم و عقل کی بلندیاں، قابلیتیں بخشی

Marfat.com

گئیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ اور نوع انسانی کے اس فضل وکمال کا سب سے زیادہ بلند نمونہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ یہ مرتبہ کسی اور مخلوق کو نہیں دیا گیا، اس سے بلند کوئی اور مرتبہ نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ابتدا سے ہی منصب نبوّت عطا کرنے کے لئے منتخب فرمایا' سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے سب سے پہلے پیغمبر تھے، یہاں احسن تقویم کا مقصد انسان کی وہ بہترین ساخت ہے، جس کی بنا پر اسے پیغمبری نبوّت ورسالت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا اور انسان میں سب سے افضل ترین انسان اللہ کے محبوب رسول مقبول نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک ہے جن پر خالق کائنات کو فخر ہے اور اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہے، جنہیں معراج نصیب فرمائی، جن سے جنت کے اعلیٰ ترین مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے جنہیں جنت کی نہر کوثر عطا کی جنہیں شفاعت کی بشارت دی گئی، حوض کوثر عطا ہوا اور یہ سب انعاماتِ الٰہی، اللہ کے بندے اور رسول کو بحیثیت انسان ہی عطا کیے گئے اور یہی انسانیت کی اور انسان کی بہترین تخلیق کی اعلیٰ ترین شہادت وگواہی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ:۔ اس نے زمین اور آسمان کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے اور اسی کی طرف آخرکار تمہیں پلٹنا ہے۔ (التغابن۔۳)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں علی الترتیب تین باتیں بیان کی گئی ہیں تینوں کے درمیان ایک گہرا منطقی ربط ہے۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات عدل وانصاف پر قائم کی ہے اس کائنات کو برحق کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کائنات بس یونہی بے مقصد بے کار نہیں بنائی گئی نہ ہی یہ کوئی کھیل ہے خالقِ کائنات کی یہ ایک انتہائی سنجیدہ اور مقصدیت سے پر تخلیق ہے۔ تاکہ انسان جسے مالک کائنات نے عقل وفہم اور ادراک کی طاقت کے ساتھ ہی ارادے کی قوت

Marfat.com

بھی عطا کی ہے اور اس میں تخلیق و تجسس کا جذبہ بھی کارفرما رکھا ہے، انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے کائنات کے رازوں کو سمجھے اور ان سے اپنے حق میں کام لے۔

آج دنیا میں انسان کی ترقی اور تمام تر ایجادات جن سے انسان ہر طرح سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور آسانیاں حاصل کر رہا ہے اور وہ انسانی معاشرے و تمدن کو چار چاند لگا رہا ہے، انسان نے آج بے شمار ایجادات کر لی ہیں، یہی کائنات کی تخلیق اور اسے انسان کے تابع کرنے کا مقصد ہے کہ انسان اپنے چاروں اطراف میں پھیلے قدرت کے مظاہر کو کس طرح سمجھتا ہے اور ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے، تخلیقِ کائنات کو برحق کہنے کا یہی مقصد ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ صورت سے مراد صرف انسان کا چہرہ ہی نہیں بلکہ اس سے مراد پوری جسمانی ساخت، خواص، قوتیں، صلاحیتیں سب ہی کچھ اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے انسان کو عطا کی ہیں۔ اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کی تمام مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا ہے۔ اس لئے ہی وہ اس قابل ہوا کہ تمام موجودات پر حکمرانی کرے، جو زمین پر اس کے گرد و پیش پائی جاتی ہیں۔ انسان کے تمام اعضا کو ایک تناسب میں بنایا اور انہیں انسان کے لئے کارآمد و مفید ترین بنایا تا کہ وہ ان سے کام لے کر اپنی زندگی، اللہ کی بندگی و اطاعت میں احکامِ الٰہی کے مطابق بسر کر سکے اور اپنی عقل و فہم کو استعمال کر کے اپنے اعضاء کے تعاون سے جدوجہد زندگی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت، قوت فیصلہ، اخلاقی حس، نتائج اخذ کرنے کی اعلیٰ ترین حس سے نوازا ہے۔ اپنی ان تمام صفات سے کام لے کر انسان اپنی راہِ عمل کا انتخاب کرتا ہے اپنی کوشش کو وہ کس راستے پر لگائے، یا نہ لگائے، اللہ نے اسے یہ قوت ارادے کے اختیار سے دی ہے، یہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے مالک و خالق، اپنے پروردگار کو مانے اس کی اطاعت و بندگی

Marfat.com

کرے یا اپنی مرضی کو غلط استعمال کر کے نہ مانے اور بغاوت کا رویہ اپنائے اور شیطان کی راہ پر چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمائش وامتحان کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اور اسے تمام ذمہ داریوں سے اس کے مقصد حیات سے پوری طرح آگاہ کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی آزمائش میں پورا اترنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اس کے بعد آیت مبارکہ میں کہی گئی تیسری بات کا جواز خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔

آیتِ مبارکہ کے تیسرے حصے میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔ ''اسی کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے'' جب اللہ تعالیٰ نے ایک با اختیار با مقصد مخلوق کو، نا صرف پیدا کیا بلکہ اس کے لئے تمام راحتوں آسائشوں کے سامان بھی مہیا کئے اور خود اسے اس قابل بنایا کہ وہ اپنے اعضا جسمانی اور اپنی عقل وفہم کو کام میں لا کر اپنے اختیار وارادے سے کام لے کر ان تمام راحتوں اور آسائشوں کو اپنے لئے کار آمد بنائے اور اپنی آزمائش وامتحان کی بھرپور تیاری کرے۔ آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان فرما دیا ہے کہ آخر کار تمہیں واپس پلٹنا ہے۔ یعنی اسی مقام خاص کی طرف تمہیں واپس آنا ہے جہاں سے تمہیں، تمہاری تخلیق کے بعد روانہ کیا گیا ہے۔ اے انسان تمہیں دنیا میں بھیجنے والی ہستی ربِ کریم نے جس مقصد کے لئے تمہیں زمین سے پیدا کر کے زمین پر بھیجا تھا وہ تمہاری واپسی یعنی پلٹ آنے پر تم سے تمہارے سفرِ دنیا کا احوال واسباب دریافت کرے گا۔ یہ قاعدہ تو ہماری اس دنیا میں بھی رائج ہے کہ جب ہم کسی سفر سے لوٹتے ہیں تو احباب رشتہ دار روداد سفر کو سننا چاہتے ہیں' سوالات پہ سوالات کرتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو ایک خاص منصوبے اور منصوبہ بندی کے تحت دنیا کے سفر پر روانہ کیا تھا تا کہ وہ واپس پلٹنے پر اپنے دائمی ٹھکانے کا بندوبست دنیا میں گزارے وقت میں بھرپور انداز سے اپنی مرضی ومنشا، اپنے اختیار سے کر سکے، ہر انسان کو جوابدہی کے لئے پلٹنا ہے، یہ واپسی اس زندگی کے بعد کی زندگی میں

Marfat.com

ہوگی، وہی واپسی کا اصل وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک حکم سے تمام نوع انسانی کو از سرنو زندہ کر کے اپنے سامنے جمع کرے گا اور سب کو محاسبے یعنی حساب کتاب کے لئے اکٹھا کرے گا۔ یہ حساب کتاب دنیا میں لی گئی آزمائش یا امتحان کا نتیجہ ہوگا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تمام انسانوں کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال جو انہوں نے کسی امتحانی پرچے کے طور پر حل کئے ہوں گے کے مطابق انہیں، ان کے نتیجے سے آگاہ کر دیا جائے گا اور جزا و سزا کے طور پر انہیں وہ ٹھکانے یا رہائش گاہیں دے دی جائیں گی جس کی تیاری انہوں نے دنیا میں رہ کر کی ہوگی اگر انسان نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار کا صحیح استعمال کیا ہوگا اور اپنی زندگی صرف ایک اللہ کی اطاعت و بندگی میں احکامِ الٰہی اور سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزاری ہوگی تو اسے پاس ہونے کی نوید کے ساتھ ساتھ انعاماتِ الٰہی سے بھی نوازا جائے گا اسے اس کے اعمال و افعال کا بہتر سے بہتر بدلہ دیا جائے گا، فیل ہونے والوں کو سزا دی جائے گی ان کے مقدر میں جہنم آئے گی۔ اس کی سختیاں اور عذاب آئیں گی اور یہ سب کارروائی قیامت برپا ہونے پر ہوگی جب سب کا کارنامۂ حیات مکمل ہو چکا ہوگا۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت کے آخری انسان کا انتظار ختم ہو چکا ہوگا ایک حکمِ الٰہی سے قیامت برپا ہوگی اور دوسرے حکمِ الٰہی سے تمام لوگ زندہ کر دیئے جائیں گے یعنی سب اپنے اصل ٹھکانے کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نسلِ انسانی ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام دیگر مخلوقات کے لئے بھی افزائش نسل کا ایک خودکار نظام افزائش نافذ کر دیا ہے جو براہ راست اللہ کی نگرانی میں کام کر رہا ہے اللہ نے ہر مخلوق کے نر کے لئے مادہ اور ہر فاعل کے لئے مفعول بنایا ہے جس کے ملاپ سے ارتقاء کا افزائش کا عمل کام کرتا ہے۔

Marfat.com

زوج

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ ، وَاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ:۔اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔(النساء۔۱)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں رب کائنات پوری انسانیت کو جتا رہا ہے کہ ایک اکیلے اللہ نے سب انسانوں کو ایک اصل سے پیدا کیا ہے، انسان کی تخلیق کے بعد اس پورے نظامِ ارتقاء انسانی کی بنیاد اپنے الٰہی نظام پر رکھی، وہی تو ہے جس نے انسان کی تخلیق کر کے اسی ایک جان سے اس کے لئے جوڑا تخلیق کیا اور پھر ان دونوں سے سلسلہ نسب چلا کر بہت سے مرد اور عورتوں کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو آگاہ کر رہا ہے کہ اس کی اصل کیا ہے؟ کیونکہ انسانیت اپنی اصلیت کو فراموش کر چکی ہے، سب کچھ بھول کر شیطانی پھندوں میں

Marfat.com

پھنس کر رہ گئی ہے اور اللہ کا خوف دلوں سے نکل گیا ہے۔ انسان اس حقیقت کو بھول گیا ہے کہ وہ اس زمین پر کس طرح آیا اور اسے یہاں تک کون لایا، دنیا میں آنے میں انسان کے اپنے ارادے کا قطعی کوئی دخل نہیں ہے تو یہ بات یقینی ہے کہ اسے اس دنیا میں کوئی دوسری ذات ہی لائی ہے وہ ذاتِ عالی یقیناً انسان سے بہت بلند اور اعلیٰ ترین ذات ہے، وہ برتر عظیم ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے جس نے انسان کو نہ صرف پیدا کیا اور اس دنیا میں بسایا بلکہ زندگی بسر کرنے کی قوت بھی دی ہے۔ انسان پوری کائنات کا مالک ہے یہی وہ تصرف ہے یہی وہ ارادہ ہے جو انسانیت کے لئے ہر قسم کی تدبیر کرتا ہے، اللہ نے انسان کے لئے نظامِ زندگی، ضابطے، قوانین سب وضع کر دیئے ہیں اور اچھائی برائی کے پیمانے مقرر کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ بشریت اس کے ایک ارادے کے نتیجے میں عالم وجود میں آئی اور تمام انسان ایک ہی رحم مادر کی پیداوار ہیں۔ یہ حقیقت اگر انسان ذہن نشین کر لے تو وہ کبھی بھی راہِ راست سے نہ بھٹکے اور صراط مستقیم پر قائم رہے لیکن انسان سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی بہک جاتا ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ بار بار ہدایت کا اہتمام فرماتا ہے اور تاکید وتنبیہہ کا انداز اختیار کرتا ہے۔ آیتِ مبارکہ میں یہ بات کھول کر بتا دی گئی ہے کہ انسان کو جوڑا بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے ہی عورت پیدا فرما کر افزائش کے نظام کو خود کار اور مستحکم بنیاد فراہم کر دی اور یہی نظام تولید وافزائش نسل کا سلسلہ تمام دیگر مخلوقات کے لئے بھی مقرر کر دیا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (الروم۔۲۱)

Marfat.com

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں رب کائنات انسان کو سمجھا رہا ہے بتا رہا ہے اور الٰہی نشانیاں بیان کی جارہی ہیں یہ اور دیگر تمام نشانیاں اس بات پر گواہی دیتی ہیں کہ کائنات کا ایک خالق و مالک ہے وہ تنہا اپنی تدبیر وحکمت سے اس کائنات کی نگہداشت و پرورش کر رہا ہے یہ اسی خالق و مالک کی حکمت وتدبر ہے کہ اس نے زمینی مادے سے پہلے انسان تخلیق کیا اور اسے ایک حیرت انگیز ہستی بنایا، اس کے اندر احساسات' جذبات' شعور' تعقل' اور تخیل کی عجیب قوتیں پیدا کر دیں یہ ایسی قوتیں ہیں جن کا ادراک تو کیا جا سکتا ہے ان کی کسی قسم کی سائنسی تحقیق یا ان عناصر ترکیبی کو تلاش نہیں کیا جا سکتا، ان تمام قوتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان میں ایک حیرت انگیز عجیب وغریب قوت تولیدی رکھ دی، جس کی بدولت نسل انسانی کی افزائش کا سلسلہ قائم کر دیا گیا، انسان کا اسی قوت تولیدی کا کرشمہ ہے کہ کروڑوں، اربوں، انسان اپنی تمام تر خصوصیات واہلیتوں کے ساتھ دنیا میں آتے چلے جارہے ہیں اور بے حد وحساب اجتماعی اور انفرادی خصوصیات کے حامل بنتے چلے آرہے ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ کی اس قدرت وحکمت سے انسان کسی طرح انکار کر سکتا ہے۔خود انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی اتنی بڑی اور کامیاب ترین نشانی ہے کہ اگر خود انسان اپنے ہی بارے میں سوچ سمجھ لے تو وہ اللہ کی وحدانیت وربوبیت کا کسی طرح سے منکر نہ ہو' تخلیق انسانی ہی اللہ کا اتنا عظیم الشان منصوبہ ہے کہ جس کی نہ کوئی حد ہے، نہ حساب پھر ان سب میں خالق کائنات کا یہ کارنامہ وکمال کہ انسان کی صرف ایک ہی صنف نہیں بنائی بلکہ اسے دو صنفوں میں نر و مادہ یعنی مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا ہے جو نہ صرف انسانیت بلکہ ان کی ساخت کا بنیادی فارمولا بھی یکساں ہی ہے مگر دونوں کی جسمانی ساخت' ذہنی ونفسی اوصاف اور جذبات وداعیات کو مختلف کر دیا ہے اور دونوں میں ایک حیرت انگیز مناسبت اور کشش رکھ دی ہے۔ دونوں (مرد اور عورت) ایک دوسرے کا مکمل جوڑ ہیں دونوں ایک

Marfat.com

دوسرے کے جسم اور نفسیات وداعیات کے جسمانی نفسانی تقاضوں کا مکمل جواب ہیں اور سب سے کمال کی بات یہ ہے کہ خالق کائنات دونوں طرح کے اجسام (مرد وعورت یا نر مادہ) یکساں مناسبت سے پیدا کر رہا ہے، آج تک کبھی بھی دنیا کے کسی بھی خطے میں، قوم قبیلے میں ایسا نہیں ہوا کہ ان کے یہاں صرف لڑکے ہی لڑکے یا لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوں یا ہو رہی ہوں، یہ ایسا عمل اور تدبیر ہے جو لاکھ انسانی خواہش وکوشش کے باوجود بھی کسی طرح متاثر نہیں ہوتا نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے مردانہ خصوصیات کے بجائے زنانہ خصوصیات کے ساتھ پیدا ہوں یا لڑکیاں مردانہ خصوصیات لے کر پیدا ہوں۔ ان سب میں انسانی تدبیر کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے، یہ سب اللہ کی عام نشانیوں میں سے ہیں جن پر انسان سوچتا تک نہیں، غور وفکر کرنا تو دور کی بات ہے حالانکہ یہ خود بڑے فکر وغور کے مرحلے ہیں انسان اگر ان نکات پر ہی سوچ لے تو اسے اپنی کمتری اور احقر ہونے کا احساس اور اللہ تعالیٰ کی برتری اور حاکمیت ربوبیت وخالقیت کا بھرپور احساس ہوجائے اور وہ کبھی اللہ کی وحدانیت وخالقیت کا منکر نہ ہو اور نہ ہی اس کے احکام سے سرتابی کرسکے۔ اپنی بندگی عاجزی نیازمندی میں ہمیشہ سر تسلیم خم رکھے۔

آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''ہم نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو اور تمہارے درمیان رحمت ومحبت پیدا کردی۔'' اللہ نے جب انسان کو پیدا کیا (حضرت آدم علیہ السلام کو) تو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پیدا کیا انہیں وہ علم عطا کیا جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ انہیں ایسے جذبات واحساسات سے بھر دیا گیا جو کسی اور مخلوق کو نصیب نہیں ہوئے پھر ان کی دل بستگی یعنی حضرت آدم کے لئے حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق خود حضرت آدم سے کی یہ خود اللہ کی خالقیت کی بڑی اہم نشانی ہے اور ان میں محبت وراحت کا جذبہ اور دیگر تمام جذبات واحساسات ہمدردی

Marfat.com

اور قربت کو جمع کر دیا۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنا بڑا اور کیسا خالق وحکیم ہے وہ ذات واحد کس طرح اپنی مخلوق کو پیدا کرتا ہے ان کی تخلیق میں کیسے کیسے نازک اور حساس جذبات کو پوری طرح اجاگر کرتا ہے تا کہ انہیں ایک دوسرے کی اہمیت اور ضرورت کا نہ صرف احساس رہے بلکہ ان کی قربت میں ایک لذّت اور چاہت کا عنصر واحساس رکھ کر انہیں ایک دوسرے کی شدید ضرورت بنا دیا اور اسی ضرورت کو انسان کی افزائش نسل کا ذریعہ بنا دیا۔ یہ سارا انتظام اللہ تعالیٰ نے یوں ہی نہیں بنایا ہے، اس پر جتنا غور وفکر کیا جائے اللہ تعالیٰ کی حکمت ودانائی قدرت وربوبیت کی نشانیاں ایک تسلسل سے سامنے آتی چلی جاتی ہیں اللہ کی وحدانیت کا احساس ویقین شدید ہوتا چلا جاتا ہے۔

مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس (یہ نر مادہ کی فطرت کے تقاضے اللہ نے اپنی تمام مخلوقات میں رکھے ہیں اسی کے ذریعے ان کی افزائش نسل کا سلسلہ قائم فرمایا ہے) اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر سکون واطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یہی وہ حکیمانہ تدبیر ہے جسے اللہ نے ایک طرف تو نسل انسانی کے لئے برقرار رکھنے کا ذریعہ بنایا اور دوسری طرف انسانی تہذیب وتمدن اور معاشرت کا ذریعہ بنایا۔ کیونکہ اللہ نے دونوں صنفوں کے اجسام کو اسی طرح بنایا سجایا ہے اور دونوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش واضطراب کی کیفیت رکھ دی ہے جو دونوں کے باہمی ملاپ اور وابستگی سے ہی سکون کا باعث بنتی ہے لیکن یہ جذباتِ محبت اور وابستگی انسانوں میں ہی رکھی گئی ہے، دیگر مخلوقات میں نہ تہذیب نہ تمدن نہ معاشرت کا مسئلہ رکھا ہے، اس لئے ان میں یہ تمام جذبات نہیں ہوتے، ان میں صرف افزائش نسل کی وابستگی وملاپ کا عنصر ہوتا ہے (وہ بھی صرف مخصوص ایام میں۔ ہندی کی ایک مشہور کہاوت ہے کتک کتایا چیت چڑیا بیسا کھ بیل۔ یعنی ہندی مہینے کتک میں گوشت خور درندوں کے چنتی کا موسم ہوتا ہے جب کہ چیت کا مہینہ

Marfat.com

چڑیا یعنی پرندوں اور بیسا کو کا منہ چرنے والے حیوانات کے ملاپ کا مہینہ ہوتا ہے اور تمام حیوانات کی مادہ جب ایک بار حاملہ ہو جاتی ہے تو پھر اسے منہ براز سے ملاپ کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسانوں میں ایسا قطعی نہیں ہے) جبکہ انسان کو تمام انواع و اقسام کی حیوانی مخلوقات کے برعکس ایک انسانی تہذیب وتمدن کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے ہی خالق کائنات نے انسانوں کی دونوں اقسام مرد اور عورت میں وہ تڑپ وہ مانگ وہ اضطراب و پیاس کی کیفیت رکھ دی ہے جسے سکون میسر نہیں آتا، جب تک وہ ایک دوسرے کا قرب نہ حاصل کرلیں جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑ کر نہ رہیں۔ یہی انسانی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کر دیا ہے، اسی کی بدولت خاندان اور قبیلے وجود میں آئے۔ اسی کی بدولت انسان کی زندگی میں تمدن کا نشو ونما ہوا، اور انسانی ذہن کی صلاحیتوں کو اجاگر ہونے کا موقع ملا' ذہن انسانی کو محرک کرنے والا وسیلہ یا رابطہ بھی عورت اور مرد کے باہمی وجود میں موجود اضطرابی کیفیت کو گھر' خاندان کی تشکیل کا ذریعہ بنا دیا۔ ایک اور خوبی جو خاندان کی تشکیل کا ذریعہ بنتی ہے وہ یہ ہے کہ انسانوں میں ان کے بچے مرتے دم تک ان کے بچے ہی رہتے ہیں۔ ماں، ماں ہی رہتی ہے اور باپ، باپ ہی رہتا ہے۔ جبکہ تمام حیوانات میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حیوانات میں کسی بھی ماں کا بیٹا اس کا شوہر بننے لگتا ہے۔ یہی بنیادی فرق ہے انسان اور تمام حیوانات میں۔ جو خاندان کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔

آیتِ مبارکہ میں محبت ورحمت کا ذکر کیا گیا ہے، محبت سے مراد جنسِ مخالف سے محبت بھی کہا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کے اندر جذبۂ کشش کا ذریعہ اس جنس مخالف کی کشش کو بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ (التین۔۴) کی تصدیق بھی ہو رہی ہے، دونوں کی یہی خوبصورتی انہیں ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے اور رکھتی ہے، ان میں ان کے خفتہ جنسی جذبات کو جگاتی ہے۔ جس کے

Marfat.com

بدولت دونوں ایک دوسرے کے خیرخواہ، ہمدرد، غم خوار، اور شریک رنج وراحت بن جاتے ہیں۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جوانی گزر جاتی ہے اور بڑھاپا، ضعیفی آلیتی ہے۔ اس وقت جنسی تعلق اور جذبہ پس پشت چلا جاتا ہے، جوانی سے بڑھاپے تک کی طویل رفاقت ایک دوسرے کو اور زیادہ قریب کر دیتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے لئے رحیم وشفیق ثابت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ جوانی یا نوجوانی کا وہ اضطراب جو مرد اور عورت کو کھینچ کر ایک دوسرے کے قریب لے آتا ہے وہ تو صرف سکون چاہتا ہے، اس سکون کی تلاش میں ہی مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں وہ جذبہ ان کے درمیان ایک مستقل رفاقت، ایک مستقل رشتہ قائم کر دیتا ہے دو اجنبیوں کو ملا کر ان میں ایک مستقل رفاقت محبت کا ایسے اٹوٹ بندھن میں باندھ دیتا ہے اس کا تجربہ انسان اپنی زندگی میں رات ودن کر رہا ہے۔ ان انسانی جذبوں پر ہی اگر غور وفکر کیا جائے تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی کھلی کھلی نشانیاں ہیں جن سے اللہ کی حکمت ووحدانیت پر یقین کامل اور محکم ہو جاتا ہے وہی ذاتِ عالی ہے جو اس کائنات کے نظام کو پوری طرح اکیلے چلا رہی ہے اس کا کوئی منصوبہ کبھی ناکام نہیں ہوتا نہ اس میں کوئی خرابی یا کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ اس میں اللہ کی ذات کے سوا کوئی اور کسی بھی طرح نہ مداخلت کرنے والا ہے نہ مشورہ دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کاملہ سے انسان نفسِ واحدہ کے طور پر پیدا کیا اور اس سے اس کے لئے اس کا جوڑا بنایا۔ جیسا کہ ذیل کی آیات میں ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

ترجمہ:۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ (الاعراف۔۱۸۹)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ پھر ایک بار دہرا رہا ہے کہ ہم نے ایک انسان پیدا

Marfat.com

کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان سے ہی ان کا جوڑا بنانے کے لئے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کی نشانی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے انسان کے طور پر مٹی کے ست سے پیدا کیا جبکہ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ بغیر کسی نطفے کے بغیر کسی زمینی یا بیرونی مدد کے اپنے حکم "کن" کہ ہو جا اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حوا علیہا السلام کے بارے میں قرآن کریم خاموش ہے سوائے اس کے کہ جیسا کہ آیت مبارکہ میں یا اس طرح دیگر آیات میں آیا ہے کہ "تن واحد سے اس کا جوڑا بنایا" اس لئے اس بارے میں تفصیل میں جانا مناسب نہیں ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیسے پیدا فرمایا۔ اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا ہی کرم اور انعام ہے کہ اس نے نہ صرف انسان کا جوڑا انسانی مخلوق کے ساتھ بنایا ہے بلکہ اپنی دیگر مخلوقات کے جوڑے بھی انہی میں سے بنائے ہیں۔ انسان کو اللہ نے جو جذباتی کیفیات عطا کی ہیں وہ کسی اور مخلوق میں نہیں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ایک دوسرا کا جوڑا بنا کر ان کے لئے باعث سکون و راحت بنایا ہے دونوں میں ایک دوسرے کے لئے جذبات و کشش رکھی ہے۔ فطرت کے تقاضے انسان جوڑا بن کر پورا کرتا ہے اور مرد اور عورت میاں بیوی کا رشتہ اختیار کر کے باہمی قرب و انس حاصل کرتے ہیں اور یہ بھی اللہ کا نظام خاص ہے کہ انسان جو سکون جو لطف و لذت اپنی بیوی اپنی شریک حیات کے ساتھ محسوس کرتا ہے دنیا میں کسی اور کے ساتھ وہ اسے حاصل نہیں ہوتا۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

ترجمہ:۔ اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ (الزمر۔٦)

تفسیر:۔ اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اعلان فرمایا ہے۔

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا جو یقیناً تمام انسانوں کے لئے بڑے ہی امتیاز وشرف کا مقام ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی جس سے اسے زندگی ملی، اس سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انسان کی زندگی دراصل اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم ترین امانت ہے جس کی حفاظت اور اس کے درست استعمال کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعے پہلے انسان، پہلے مرد حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حوا کو پیدا فرمایا یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی بھی ہے وہیں یہ بھی کہ جس طرح انسان یعنی ایک مرد پر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی کی حفاظت کرنا، اور اسے اللہ کی بندگی اور اطاعت میں گزارنے کی ذمہ داری دی گئی ہے، اسی طرح عورت جو اس کے ہی جسم کا حصہ ہے اس کی حفاظت اور دیکھ ریکھ کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کا قوام یعنی ذمہ دار بنا کر اس پر عائد کر دی ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اسی لئے بار بار انسان کو یہ جتا بھی رہا ہے تا کہ اسے احساس ذمہ داری رہے اور وہ اپنی زمینی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرے۔

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

ترجمہ :۔اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے ہیں۔

(الشوریٰ۔۱۱)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایک بار پھر اپنے بندوں کو یاد دلا رہا ہے کہ اس نے ہی اپنی قدرت سے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے بنائے ہیں۔'' یعنی یہ اس کا احسانِ عظیم ہے اپنے بندوں پر کہ اس نے انسان کا جوڑا انسان سے ہی بنایا ہے کسی اور مخلوق سے نہیں ذرا سوچیں تو سہی کہ انسان کا جوڑا اگر کسی اور مخلوق سے بنایا گیا ہوتا جو انسان کی طرح سے اللہ کی خوبصورت ترین مخلوق نہ ہوتی تو کیا انسان ایسا ہی سکون وراحت محسوس

Marfat.com

کرتا یا کرسکتا تھا ہرگز نہیں یقیناً یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی عظیم احسان ہے انسانوں پر کہ اس نے ان کے لئے ان کی ہی نسل سے ان کے جوڑے بنائے اور ان کے لئے ان کو راحت وسکون کا باعث بنایا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ

ترجمہ:۔اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر مادہ پیدا کیا ہے۔(النجم۔۴۵)

تفسیر:۔اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے اس نے ہی تمام مخلوقاتِ الٰہی کے جوڑے یعنی نر مادہ پیدا فرمائے اور افزائشِ نسل کا ایک مسلسل نظام فطرت نظام حیات قائم فرمایا ہے اب چاہے وہ انسان ہو نباتات ہو حیوانات ہو یا کوئی اور زمینی مخلوق اللہ تعالیٰ نے سب کے جوڑے پیدا فرمائے تاکہ زمین کی زندگی میں ان سب کی افزائش ایک مقررہ وقت ایک مقررہ احسن طریقے پر ایک مکمل نظام کے تحت ازخود ہوتی رہے جیسا کہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہمیں دکھاتا ہے کہ کس طرح تمام مخلوقِ الٰہی کی افزائش پرورش ونگہداشت کا عمل بغیر کسی رکاوٹ کے بغیر کبھی رو کے مسلسل جاری ہے جو سب کی سب انسان کے تابع اور تصرف میں کردی گئی ہیں جس طرح انسان کی افزائش مسلسل ہو رہی ہے اسی طرح دیگر مخلوقات کی بھی افزائش مسلسل ہو رہی ہے آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت سے اپنی مخلوقات میں نر و مادہ پیدا فرما کر اسے مکمل فرما دیا ہے اس میں کسی قسم کی کمی یا کجی نہیں رہنے دی۔ بالکل یہی بات سورہ القیامہ میں بھی کہی گئی ہے۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾

ترجمہ:۔پھر اس نے جوڑے یعنی نر مادہ بنائے۔(القیامہ۔۳۹)

Marfat.com

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں ایک بار پھر اعلانِ حقانیت وقدرتِ الٰہی ہے کہ تمام جوڑے اللہ کے ہی پیدا کردہ ہیں تا کہ انسان اسے اچھی طرح سمجھ لیں اور اللہ کی اطاعت وبندگی سے منکر نہ ہوں اور اپنی ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے اسے سونپی ہے جس کے لئے اسے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس کی آزمائش وامتحان ہوگا کہ اسے یہ انسان کیسے پورا کرتا ہے اللہ کی بندگی واطاعت کس قدر اور کیسے کرتا ہے اسی پر اس کی دائمی اور آخرت کی زندگی کا انحصار ہوگا۔ دنیا بھر کی مخلوقات کو ان کے مقرر کردہ دائرے میں رکھنے کے لئے ہی ان کو پرسکون اور مطمئن رکھنے کے لئے ہی ان میں تولیدی عمل کے ذریعے سکون واطمینان حاصل کرنے کا عمل رکھ دیا ہے تا کہ مخلوقات الٰہی صرف لطف ولذت میں ہی نہ پڑ کے رہ جائیں بلکہ وہ سکون حاصل کر کے اللہ کی طرف پوری طرح پورے اطمینان قلب واخلاص کے ساتھ رجوع کر سکیں۔

تمام حیوانات چاہے وہ چرندے یعنی چرنے والے ہوں، درندے ہوں، رینگنے والے ہوں، اڑنے والے ہوں، سب کے نظام افزائش نسل کی یہاں تشریح کی ضرورت نہیں وہ تقریباً وہی ہے جو انسان کا ہے وہ سب وقتی ضرورت کے تحت جوڑے بناتے ہیں اور جب بچے اس قابل ہو سکیں کہ اپنی خوراک خود حاصل کر سکیں تب ماں باپ دونوں ہی اپنی اپنی راہ ہو لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں بیشتر کو خاندان' گھر بار کی تشکیل کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

نباتات، جن میں پیڑ پودے درخت پھول سب آتے ہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہیں لیکن ان میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں ان میں بھی افزائش نسل کا وہی نظام کارفرما ہے۔ جدید سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نباتات میں بھی نر مادہ کا جوڑا ہوتا ہے ان کی نسلی افزائش کا مادہ بالعموم ان کے پھولوں کی نرم ونازک پتیوں کے اوپر کی طرف محفوظ ہوتا ہے یہ نر کا جوہر تولید ہوتا ہے ایسے ہی پھول کے درمیان ایک جوف یا خانہ کہے یا گڑھا سا حصہ ہوتا ہے جسے

Marfat.com

Pistil کہا جاتا ہے اسے مادہ کا گوشہ رحم کہا جا سکتا ہے یہیں پودے کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ پودوں میں کچھ پودے ایسے ہوتے ہیں جن کا نر مادہ کا نظام ایک ہی پودے میں ہوتا ہے اور بعض میں نر پودا الگ اور مادہ پودا الگ ہوتا ہے۔ اگر ان سب کو غور سے دیکھا سمجھا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حقانیت وقدرت کی ایسی عظیم الشان نشانیاں سامنے آتی چلی جاتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے ہر نظام کو اللہ نے ایسا مکمل خودکار بنایا ہے جو پورے تسلسل کے ساتھ اپنی کارکردگی میں رات دن مصروف ہے اور کبھی کہیں بھول چوک یا کوئی غلطی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو فہم وادراک کی قوت اس لئے ہی دی ہے کہ وہ مناظر عالم کو دیکھے سمجھے اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے اور اپنا سر ہمیشہ اس معبود حقیقی کے سامنے تسلیم خم رکھے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلیفہ فی الارض

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ فی الارض کے شرف و امتیاز سے نواز ہے، خلیفہ کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں اور یہ خلیفہ سے مشتق ہے۔ قرآن حکیم میں خلیفہ اللہ کا زمینی جانشین کے طور پر آیا ہے اور خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام (نوع انسانی) کے خلیفہ فی الارض کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اپنے سے پہلی مخلوق کی جانشینی کے لئے منتخب کیے گئے تھے جبکہ خلیفہ مالک نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے، نہ اس کے اختیارات ذاتی ہوتے ہیں بلکہ تمام اختیارات مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں، نہ ہی وہ بحیثیت خلیفہ یا نائب کے ان اختیارات کو اپنی مرضی و منشا کے مطابق استعمال کرنے یا ان سے کام لینے کا حق رکھتا ہے، اس کا کام تو صرف اپنے مالک کی مرضی و منشا کو اس کی حکم کے مطابق پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر مالک کا نائب خود ہی مالک کے اختیارات کو استعمال کرنا شروع کر دے اور خود کو ہی مالک سمجھ بیٹھے اور اختیارات کو اپنے من مانے طریقے سے استعمال کرنے لگے، یا اپنے اصل مالک کے بجائے کسی اور کو ہی مالک تسلیم کر کے اس کی منشا کے مطابق عمل کرنے لگے اس کے احکام کی تعمیل کرے تو یہ سب اصل مالک سے بغاوت، غداری کے زمرے میں آئے گا۔ خلافت کے ایک معنی تو اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کا حامل ہونا۔ دوسرے معنی اللہ کی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے، امر شرعی کے تحت اختیارات خلافت کو استعمال کرنا۔ تیسرے معنی ایک دور کی غالب قوم کے بعد دوسری قوم کا اس کی جگہ لینا ہے قرآن کریم کی رو

Marfat.com

سے انسان کو زمین پر اللہ کی نیابت بخشی گئی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ:۔اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔(البقرہ۔۳۰)

یہاں ''خلیفہ'' سے نوع انسانی مراد لیا گیا ہے یا خاص حضرت آدم علیہ السلام کو، اگر نوع انسانی مراد لیا گیا ہے تو اس کی خلافت کی نوعیت کیا ہے؟ اور اگر آدم علیہ السلام سے مراد ہے تو ان کی خلافت کی کیا حیثیت ہے؟ اسی پر مفسرین نے بہت طول طویل بحثیں کی ہیں جن کا خیال ہے کہ خلیفہ سے مراد نوع انسانی ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان سے پہلے زمین پر کوئی دوسری مخلوق آباد تھی جو حیوان ناطق یعنی انسان ہی کی طرح کی قسم کی تھی، اس مخلوق نے زمین پر فساد مچایا اور بڑی خوں ریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور انسان کو اس کا قائم مقام بنایا۔اس سلسلے میں علامہ عبدہ مصریؒ کا قول ہے کہ اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام تو پھر اس حیوانِ ناطق قوم کے جدید قسم کے ابوالاباء ہوئے۔اس قول پر خلیفہ سے مراد کسی سابقہ ہلاک شدہ قوم کی قائم مقامی ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی قائم مقامی ہے۔مفسرین و محققین کی رائے میں اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی خلافت مراد لی جا سکتی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات کو جن میں تمام فرشتے، تمام جن، حیوانات، نباتات، جمادات شامل ہیں کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص محدود قسم کی قوتیں دی ہیں جن سے وہ ایک مقرر اور محدود دائرے میں ہی تصرف کر سکتے ہیں مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے سب سے اشرف وممتاز بنایا ہے۔

انسان کی تخلیق کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی دیگر کئی آیات کی طرح اس آیت

Marfat.com

میں بھی فرمایا ہے کہ میں زمین کے لئے ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اور اس کی بناوٹ کے ہر ہر مرحلے اور تیاری کا ذکر اس طرح فرمایا کہ جس جس مرحلے اور تبدیلی سے اسے گزارا اس کی پوری تفصیل سے بھی آگاہ فرمایا ہے پھر اس میں اپنی روح پھونک کر اسے زندگی بخشی اور صرف انسان کو ہی تمام چیزوں کے نام کے ذریعے علم عطا فرمایا، عقل وفہم اور فراست کی قوت عطا فرمائی، جس سے اس کے تصرف یعنی اختیارات کی حدود وسیع ہوگئیں اور انسان کو اس قوت کے استعمال کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔ انسان کی اس قوت، ارادے کے محدود اختیار اور عقل وفہم اسے اس لئے دی گئی کہ اس کی آزمائش کی جاسکے کہ وہ ان کا کس طرح استعمال کرتا ہے اس کے اختیارات کے استعمال کے اچھے اور برے نتائج اور ان کے صلے میں ملنے والی جزاوسزا سے بھی باخبر کردیا، اس کے باوجود انسان کے نفس کی حفاظت اور اسے راہ راست پر رکھنے اور بھٹکنے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے قانون شریعت کے ذریعے انسانی قوت وادراک اور اختیارات کی حدود نہ صرف متعین کیں اور ان پر قائم رہنے کے طریقے اور قوانین سے بھی آگاہ کیا تاکہ انسان اپنی عقل کے ذریعے قوانین شریعت سے استفادہ کرے اور پوری انسانیت کو اور اس کائنات کو امن واطاعت سکون وبندگی کا نمونہ بنائے۔ (قاموس القرآن۔ از قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی)

بے شک انسان اپنی عقل وفہم اور فراست اور اختیارات کے سبب مخلوقات الٰہی کی آسودگی وبہبودی کی بنا پر خلیفۃ اللہ فی الارض کہلانے کا مستحق ہے اور اگر خلیفہ سے مراد آدم علیہ السلام لئے جائیں تو پھر خلافت تشریعی مراد ہوگی جو خلافت کا اعلیٰ درجہ ہے، یہ درجہ انبیاء کرام اور ان کے مقدس پیروؤں کے ساتھ مخصوص ہے جو کائنات میں خالق کائنات ہی کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے قوانین شریعت کے مطابق دنیا کے نظام کو چلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت کا جو شرف بخشا ہے وہ اس کی انسان سے شفقت

Marfat.com

ومحبت اور رحم وکرم کی علامت ہے اور یہ خلافت اور نیابت انسان کی اپنی بھلائی اور فلاح کے لئے ہے انسان اس زمین پر اللہ کے نائب کی حیثیت سے جو زندگی گزارے وہ اپنے اختیارات کو اس طرح استعمال کرے اور اس احساس ذمہ داری کے ساتھ کرے کہ اللہ نے اسے اپنی نیابت وخلافت سے نوازا ہے اس لئے ان ہی راستوں پر قدم جمائے چلتا چلا جائے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیے ہیں ان سے کسی طرح انحراف نہ کرے اور اپنی اطاعت وبندگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے اور نہ ہی کسی طرح سے کفر وشرک کا مرتکب ہو کیونکہ خلافتِ الٰہی دراصل وہ آزمائش وامتحان ہے جس کے لئے انسان کو اللہ نے زمین پر بھیجا ہے، اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خلافت الٰہی وہ امتحانی پرچہ ہے جسے حل کرنے جس کے درست جوابات دینے پر ہی انسان کی آئندہ اور دائمی زندگی کا انحصار اور دارومدار ہے۔ یہ خلافت دراصل اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوا وہ اعزاز ومرتبہ ہے جس سے انسان فلاح پاسکتا ہے اس خلافت ونیابت کے ذریعے نہ تو اللہ نے اپنے اقتدار میں نہ اپنے اختیارات میں سے کچھ انسان کو دیا ہے۔ کیونکہ وہ کسی بھی طرح سے کسی کی شرکت قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی اللہ کے نائب یا خلیفہ ہونے کا مقصد اس کا جانشین ہونا ہے، اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ ہوسکتا ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، وہ تو قادر مطلق ہے اسے ہی ہر چیز پر، ہر طرح کا اختیار واقتدار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتا ہے اس لئے لغوی معنوں میں انسان کو اللہ کا نائب نہیں کہا جاسکتا صرف یہ ایک اعزاز ہے۔

خلیفہ کے لئے اسلام (اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے) کے علاوہ عالم، عادل اور صاحب قوت واقتدار ہونا ضروری ہے کیونکہ ان اوصاف کے بغیر خلافت الٰہی کے مقصد کو پورا نہیں کرسکتا۔

ایسے ہی انبیاء میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں حکم ہوا۔ قرآن حکیم میں

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

ترجمہ:۔اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو۔(ص۔۲۶)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرما رہا ہے۔"ہم نے تمہیں زمین پر اپنا نائب بنایا ہے تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔ دراصل حضرت داؤد علیہ السلام پہلے چرواہے تھے اور اللہ نے اپنی رحمت سے انہیں بنی اسرائیل کا تاجدار بنا دیا تھا اور بہت وسیع وعریض سلطنت ان کے زیر نگیں کر دی تھی وہ گو کہ کسی شاہی خاندان کے فرد تو نہیں تھے لیکن اللہ نے انہیں تاج وتخت عطا کر دیا تھا اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت وتاکید فرما رہا ہے کہ اللہ کے نائب ہونے کے ناطے تمہارا فرض ہے کہ تم ہر فیصلہ عدل وانصاف کے مطابق کرو۔اور اپنی پسند ناپسند کو اپنے فیصلوں پر کسی طرح بھی اثر انداز نہ ہونے دو۔اور اگر خواہشاتِ نفس پر عدل وانصاف کو قربان کر دیا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تم اللہ کی راہ سے بھٹک گئے، صراط مستقیم کو چھوڑ دیا اور توفیق الٰہی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور جو شخص بہک جاتا ہے حق کو چھوڑ دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری خلیفہ فی الارض ہونے کی پوری طرح ادا نہیں کر رہا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، نیابت یعنی خلافت وہ بھی احکم الحاکمین کی جو سارے جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے۔

مملکت اسلامی کے سربراہ کے لئے اسلام نے بادشاہ' سلطان' چیئرمین' صدر وغیرہ کے کلمات کو پسند نہیں کیا کیونکہ ان میں خودسری اور انانیت کی بو آتی ہے اسلامی مملکت کے

Marfat.com

سربراہ کے لئے خلیفہ کا لفظ تجویز کیا گیا ہے جس کے معنی نائب اور قائم مقام کے ہیں اس میں خودسری اور خودمختاری کا عنصر نہیں ہے لفظ خلیفہ سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے رب کا نمائندہ اور نائب ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کرنا ہوتا ہے، اپنے مالک کے ارشادات کے مطابق اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو ویسے ہی استعمال کرنا جیسے کہ ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کی ذمہ داریوں کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خلافت کی بشارت دی' ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ترجمہ:۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ (النور۔۵۵)

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ وعدہ یہ ہے کہ ان کو اس زمین پر اقتدار اعلیٰ دیا جائے گا اور جس دینِ اسلام کو اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس کو غلبہ نصیب ہوگا ان کی حالت خوف کو اللہ اپنے کرم سے امن وسکون سے بدل دے گا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کے اور کون سے افراد یا مومن ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین پر اقتدار دیا جائے گا؟

ایمان کی اس حقیقت جس کے نتیجے میں اللہ کا یہ وعدہ کہ مومن کو زمین کا اقتدار اعلیٰ عطا کیا جائے گا، ایک عظیم حقیقت ہے اور یہی ایسی سچائی، ایسی حقیقت ہے، جو انسان کی پوری زندگی کو گھیرے ہوئے ہے اور جب ایمان واطاعت اور بندگی کی حقیقت انسان کے دل میں مستحکم اور پختہ ہوجاتی ہے تو اس شخص کی تمام سرگرمیاں تمام اعمال اللہ کی رضا اور منشا کے لئے ہوتے ہیں، وہ اپنے ہر چھوٹے بڑے کام اور

Marfat.com

معاملات کو احکام الٰہی کے مطابق ادا کرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو رد کرتا ہوا اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم رکھتا ہے۔ اس کا ایمان ایسا ہوتا ہے جس میں انسان پوری طرح ڈوبا ہوا ہوتا ہے، اسکے خیالات اس کی دل کی دھڑکن' سانسوں کی آمدورفت سب کے سب اللہ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ وہ انسان اس دنیا کی اصلاح وتعمیر وترقی میں، انصاف وعدل پھیلانے میں، انسانیت کا معیار بلند کرنے میں، اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ وہ دنیا میں دنگا وفساد نہیں پھیلاتا نہ ایسا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور جو لوگ انسانیت کو حیوانیت کے درجے تک گراتے ہیں ظلم وفساد پھیلاتے ہیں، یہ لوگ شیطان کے تو نائب ہو سکتے ہیں اللہ کے نہیں اور شیطان کے پیروکاروں کے لئے اللہ نے سخت عذاب وسزا کی خبر سنادی ہے۔ خلیفہ فی الارض کا اعزاز تو اللہ اپنے نیک وصالح بندوں کو عطا فرماتا ہے جو ہر دم ہر لمحہ اللہ کی اطاعت وبندگی میں مشغول رہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں خلافت کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی بتائے گئے ہیں۔ جیسا کہ آنے والی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' معروف (اچھے کام) کا حکم دیں گے اور منکر (برے کام) سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ (الحج۔۴۱)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ فیصلہ کہ زمین کا انتظام کس وقت کسے سونپا جائے گا یہ سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا نائب ایسے ہی لوگوں کو منتخب کرتا ہے جو اس کی تائید ونصرت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ دنیا میں انہیں ہی حکومت واقتدار اور فرمانروائی بخشتا ہے جو ذاتی طور پر فسق وفجور' قہر وغرور سے بچتے ہیں اور نماز قائم

Marfat.com

کرتے ہیں۔ وہ اپنی دولت ومال عیاشیوں اور نفس پرستی کے بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کی حکومت، فرمانروائی نیکی کو پھیلاتی اور بدی کا راستہ روکتی ہے اور جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا اقتدار انہیں حاصل ہے اسے جس طرح چاہیں اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق استعمال کریں ایسے مغرور انسان بڑی ہی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں وہ تو اپنی مرضی ومنشاء سے ایک پتا تک نہیں ہلا سکتے۔ سب قوت واقتدار کا منبع تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، وہ جسے چاہے عزت ومنزلت سے نوازے اور جسے چاہے ذلت ورسوائی سے دوچار کرے، اس لئے انسان کو اس دنیا میں اپنا نائب اس لئے بنایا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کی خود بھی پابندی کرے اور دوسروں کو بھی احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی ہدایت ونصیحت کرے اور اللہ کی اطاعت وبندگی کا پورا پورا حق ادا کرے۔

بعض مفسرین اور محققین نے لفظ خلیفہ کی تشریح غلط انداز سے کی ہے اور انہوں نے خلیفہ فی الارض سے مفہوم لیا ہے کہ انسان کو اس سے پہلی مخلوق کی جانشینی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسان اس زمینی مخلوق کا ہی درحقیقت جانشین وخلیفہ ہے، ان کے خیال وفہم میں اللہ کی نیابت وخلافت کا مطلب اللہ کے اقتدار میں شرکت ہے یعنی شرک۔ چونکہ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند شرک ہی ہے اسے ہی اس نے ظلم عظیم قرار دیا ہے اسلئے انسان کو وہ خود کیسے اپنا شریک بنا سکتا ہے چونکہ خلیفہ کے معنی نائب وجانشین کے ہیں اور انسان اللہ کی تخلیق ہے اس کی مخلوق ہے وہ کیسے اللہ کا خلیفہ ہوسکتا ہے اپنی اس تشریح وتوضیح کے لئے وہ الحجر کی آیت ۲۷ کی تشریح کرتے ہیں لیکن ہم یہاں اس سے پہلی آیت ۲۶ کو بھی اس میں شامل کررہے ہیں تاکہ سیاق وسباق کا متن آسانی سے سمجھا جاسکے گو کہ یہ آیت مبارکہ پچھلے صفحات میں زیر تشریح آچکی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو کالی سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔ (الحجر۔۲۶۔۲۷)

یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورہ الرحمٰن میں بالکل اسی طرح ارشاد فرمائی ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ (الرحمٰن۔۱۴۔۱۵)

تشریح:۔ خلافت الٰہی کے منکر سورہ الحجر کی آیت ۲۷ کو بنیاد بنا کر اس سے یہ استدلال پیدا کرتے ہیں کہ انسانوں سے پہلے زمین پر جن آباد تھے جو اب ناپید ہو چکے ہیں۔ انسان اس پہلی مخلوق یعنی جنوں کا جانشین یا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ جنوں کو اللہ نے انسانوں سے پہلے آگ سے پیدا کیا تھا اور انسانوں کو سڑی ہوئی مٹی سے اور اسی آگ کی تپش سے اسی کھنکھناتی ٹھیکری میں بدلا تھا جن سے جن کو پیدا کیا گیا تھا، شاید اس لئے ہی انسان کو اس کا جانشین بتایا گیا ہے۔ جن ایک آتشی مخلوق ہے جو نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق جب کرّہ ارض سورج سے الگ ہوا تو یہ ایک پگھلا ہوا آتشی مادہ تھا۔ کروڑوں سال گزرنے پر اس کے اوپر کی سطح سخت ہوگئی، جیسے دودھ پر بالائی جم جاتی ہے اس لئے اس آتشی کرّہ پر آتشی مخلوق کو آباد کیا گیا جو آگ کے شعلے سے پیدا کی گئی تھی۔

قصۂ آدم میں شیطان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کے حوالے سے فرمایا ہے کسی خلافت یا نیابت کے حوالے سے نہیں کیا، اگر اللہ چاہتا تو یہ بات صاف کر سکتا تھا اور یہ بات جب کہی کہ جنوں کو آگ سے انسانوں سے پہلے پیدا کیا، وہیں وہ خالق و مالک یہ بھی ارشاد فرما سکتا تھا کہ ہم نے انسان کو جنوں کی نافرمانی اور خوں ریزی کے سبب ان کو سزا دے کر ختم

Marfat.com

کر دیا ہے اور انسان کو ان کی جگہ یا ان کا جانشین بنا دیا ہے لیکن قرآن حکیم میں کہیں بھی ایسی کوئی بات یا حکم نہیں ہے جس طرح انسان کی تخلیق کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح جنوں کی تخلیق کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اظہار ہی مقصود ہے اور نہ ہی انسان کی مانند شیطان یا جنوں کی تخلیق کے مختلف مدارج کا ذکر کیا گیا کہ آگ کی لپیٹ یا شعلے کی حرارت کیسے اور کس طرح سے پیدا کی۔ سائنس کے نام پر جدید تحقیق کی آڑ میں قرآن کریم کی اپنی من چاہی تشریح کرنے کا نام جدید نہیں کفر تحریر ہو سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ جو قدم قدم پر عقلِ انسانی کو اپنی قدرت سے حیرانی میں مبتلا کر رہا ہے، کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی قدرت کا شاہد ہے، وہ اللہ کی کاریگری و قدرت کی گواہی دے رہا ہے، اگر زمین واقعی سورج سے الگ ہونے والا کوئی ٹکڑا تھا جو از خود سورج سے الگ ہو کر وجود میں آ گیا اور زمانے کے سرد و گرم اور لاکھوں سال گزرنے پر ٹھنڈا ہو کر سرسبز و شاداب ہو گیا تو کیا ایسا خود بخود بغیر کسی انتظام و اہتمام کے ہو گیا اور اللہ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر زمین سورج سے الگ ہونے والا ٹکڑا ہے تو اس پر پانی کی اس قدر وافر مقدار کب اور کہاں سے آ گئی اور زمین نے ایک مخصوص شکل کیسے اختیار کر لی، آج بھی دنیا میں جگہ جگہ آتش فشاں پھٹتے رہتے ہیں کیا ان سے بہہ کر نکلنے والے لاوے پر جسے سینکڑوں سال گزر چکے ہوں کہیں آبادی یا سرسبزی بحال ہو سکی ہے۔ یہ سب کچھ قدرت کا اعلیٰ ترین شہکار اور انتظام و انصرام ہے یہ ساری دنیا یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے سجائی، جب یہ محفل سج گئی تو اللہ نے اپنی رحمت و فضل و کرم کو ظاہر کرتے ہوئے انسان کو پیدا فرمایا اور تمام کائنات کو ایک خودکار نظام عطا فرما دیا اس کی افزائش و حیات کا تعین فرما دیا اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا کسی خاص مخلوق پر اسے شرف و امتیاز نہیں عطا کیا گیا، اگر انسان کو اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی پہلی مخلوق جنوں پر جانشین یا خلیفہ مقرر فرماتا تو صرف اسے جنوں پر ہی امتیاز و شرف عطا فرماتا' تمام کائنات تمام مخلوقات

Marfat.com

پر شرف کا اعلان عام نہ فرماتا اور جب انسان کے لئے خلافت کا اعلان عام فرمایا گیا تو یقیناً اس میں اس کی بڑی حکمت ودانائی پوشیدہ ہے۔ انسان کو اپنا وہ علم عطا فرمایا جو کسی اور مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔ انسان کو اللہ نے اپنی روح میں سے زندگی کی روح پھونکی جو کسی اور مخلوق کو کب پھونکی گئی نہ ہی ایسا کوئی اعلان یا ارشاد اللہ نے جنوں کے بارے میں فرمایا جنہیں محدود ارادے کا اختیار سونپا گیا تھا جو انسان کو بھی سونپا گیا لیکن انسان کو اللہ نے چیزوں کا علم ان کے ناموں کے ذریعے عطا فرمایا اور عقل وفہم عطا فرمائی جو نہ تو جنوں کو حاصل ہے نہ کسی اور مخلوق الٰہی کو حاصل ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم ترین، وسیع ترین، کائنات انسان کے تصرف میں دینے کے لئے تیار کر رکھی تھی اس لئے اسے وہ تمام اختیارات بھی عطا فرمائے جن کی اسے اس کائنات کو زیر کرنے، اس کو استعمال کرنے کے لئے ضروری تھا۔

جہاں تک جنوں کی شعلہ مزاجی یا شعلہ فشانی کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی علیم وخبیر ہے وہ اپنی ہر ہر مخلوق کی ہر ہر بات سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا اور انہیں بھی ارادے کا محدود اختیار دیا۔ ابلیس یا شیطان جس کا تعلق جنوں سے ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں متعدد آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے شیطان کا لفظ اور ذکر بدی کی ایک زبردست قوت کے طور پر کیا گیا ہے، اس کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنی عبادات وریاضت کے باعث قربِ الٰہی کے قابل ہوگیا تھا۔ اس وقت اس کا نام عزازیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حسن خلق اور شرف سے نوازا تھا اور آسمانی دنیا کی عملداری اس کے سپرد کی تھی۔ کیونکہ اللہ کی عبادت وتقدس میں بھی اسے ملائکہ پر سبقت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ جو اپنی تمام مخلوقات کی نیتوں تک سے پہلے سے باخبر رہتا ہے، اس نے محسوس کیا کہ عزازیل نے اپنی عبادت' تقدس کے باعث ملائکہ میں جو مقام پایا ہے کہیں وہ اس سے مغرور ومتکبر تو نہیں ہو رہا۔ اس کی آزمائش کے لئے انسان کو بنایا ہو جیسا

Marfat.com

کہ ''الدھر کی آیت نمبر۲'' میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔''

اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی حکیم دانا ہے اس نے انسان تخلیق فرما کر، نہ صرف عزازیل جو جنوں میں سے تھا جسے اللہ نے آگ کے شعلے سے پیدا فرمایا تھا جس نے اپنے محدود ارادے کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت و بندگی کی راہ اپنائی اور اس راہ پہ چلتے ہوئے وہ قرب بہشت کا حق دار بن گیا۔ لیکن جب اللہ نے اسے آزمانے کے لئے تمام فرشتوں کو جن میں عزازیل جن بھی شامل تھا کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے سجدہ نہیں کیا اور اس کا غرور و تکبر ظاہر ہو گیا اور جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ جانتے سمجھتے ہوئے صرف حجت پوری کرنے کے لئے عزازیل سے دریافت کیا جیسا کہ سورہ الحجر کی آیت ۳۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا؟'' وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔'' (الحجر۔۳۳) یوں عزازیل اپنے امتحان اپنی آزمائش میں فیل ہو گیا اور اپنی سرکشی کے باعث نافرمان ٹھہرا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی مردود شیطان کو انسان کی آزمائش و امتحان کے لئے مقرر فرما دیا اور اسے قیامت تک کی مہلت دی کہ وہ انسانوں کو آزمائے، بہکائے اور راہ حق سے روکے لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی اطلاع دے دی کہ جو لوگ راہ حق پر جمے رہنے والے ہوں گے اور اپنے ارادے کے اختیار کو درست استعمال کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چل رہے ہوں گے، وہ تیرے بہکائے سے نہیں بہکیں گے، وہی میرے اصلی بندے ہوں گے، وہی حق پر ہوں گے، وہی جزا کے حقدار ہوں گے، وہی نعمتوں کے، انعامات الٰہی کے حق دار ہوں گے اور جنت ان کا دائمی ٹھکانا اور آرام گاہ ہو گی جبکہ شیطان کے بہکائے سکھائے میں آنے والوں

Marfat.com

کا انجام شیطان کے ساتھ ہوگا، جن کے مقدر میں جہنم کی آگ لکھ دی گئی ہے اور اللہ کے تمام نافرمان باغی کفروشرک کرنے والوں کا انجام اس آگ کے شعلے سے پیدا شیطان کے ساتھ جہنم میں ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے اختیارات کا درست استعمال کر کے اپنے آپ کو شیطان کے حربوں سے بچالے اور اپنی آخرت کی فکر کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور صراط مستقیم پر چلتا رہے۔ کیونکہ یہی اس کی ذمہ داری اور خلافت ہے۔

خلافت کا اہل ہر مسلمان نہیں ہے، خلافت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں سے کیا ہے جو صادق الایمان ہوں' جو اخلاق واعمال کے اعتبار سے صالح ہوں۔ اللہ کے پسندیدہ دین کے اتباع کرنے والے ہوں' اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہوکر خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کے پابند ہوں۔ ان صفات سے عاری اور صرف زبان سے ایمان کے مدعی لوگ نہ اللہ کے وعدے کے اہل ہیں اور نہ ہی اللہ نے ان سے کوئی ایسا وعدہ کیا ہے۔

کچھ لوگ خلافت کو محض حکومت وفرمانروائی اور غلبہ وتمکن کے معنی میں لیتے ہیں جو غلط ہیں کوئی شرابی زانی جواری فسق وفجور میں مبتلا شخص جو تمام آلائشوں میں بری طرح لتھڑا ہوا ہو اور کبائر میں گھرا ہوا ہو اور شرک کرتا ہو اور عبادت الٰہی سے دور ہو وہ اللہ کے اس وعدۂ خلافت کا اہل نہیں ہوگا چاہے، اسے لاکھ تمکن وغلبہ حاصل ہو۔ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے اللہ تعالیٰ خلافت کے منصب عالی پر اپنے نیک صالح متقی پرہیزگار بندوں کو ہی فائز کرتا ہے۔ جو دین کے ضابطوں' طور طریقوں اور قوانین کی پابندی وپاسداری کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کو ایک اکیلا معبود حقیقی مانتے ہیں، اس کی نازل کردہ وحی کو ہی واحد ذریعہ ہدایت اور اللہ کے مبعوث کردہ ہر پیغمبر کو حتمی طور پر واجب الاطاعت رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ روز آخرت اور حشر اور حساب کتاب جزا اور سزا پر ایمان رکھتے ہیں، وہی خلافت فی الارض کے اللہ کی طرف سے مستحق وحق دار ٹھہرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان مضامین کو اس قدر کثرت سے صریح

Marfat.com

وصاف الفاظ میں بار بار دہرایا گیا ہے کہ انسان اسے پوری طرح آسانی سے سمجھ سکے۔

قرآن کریم خلافت اور استخلاف کو تین مختلف معنوں میں استعمال کرتا ہے۔

اس کے ایک معنی تو اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کا حامل ہونا ہے۔ اس معنی میں تمام اولاد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ ہے۔

دوسرے معنی میں اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے امر شرعی کے تحت اختیارات خلافت کا استعمال کرنا۔ ان معنوں میں صرف صالح مومن ہی خلیفہ قرار پاتا ہے' کیونکہ وہ صحیح طور پر خلافت کا حق ادا کرتا ہے' اس کے برعکس کافر و فاسق خلیفہ نہیں باغی ہے کیونکہ وہ مالک کے ملک میں اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو اپنی نافرمانی اور بغاوت کے طریقے سے استعمال کرتا ہے۔

تیسرے معنی میں ایک دور کی غالب قوم کے بعد دوسری قوم کا اس کی جگہ لینا۔ خلافت کے پہلے دونوں معنی نیابت سے ماخوذ ہیں اور یہ آخری خلافت بمعنی ''جانشینی'' سے ماخوذ ہیں اور لغت عربی میں اس کے معنی معلوم و معروف ہیں۔ خلافت کا لفظ اس حکومت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جو اللہ کے امر شرعی کے مطابق اور قوانین فطرت الٰہی کے مطابق اس ذمہ داری کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرنے والی ہو۔ اس لئے ہی فرمایا گیا ہے کہ اس کے مستحق صرف ایمان اور عمل صالح کی صفات کے لوگ ہیں اسی لئے خلافت کا ثمرہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کا پسندیدہ دین یعنی اسلام مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے گا۔ اس لئے ہی اس انعامِ الٰہی یعنی خلافت کے عطا کرنے کی شرط یہ بتائی جا رہی ہے کہ خالص اللہ کی بندگی پر قائم رہو اور شرک کا ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہو۔

زمین کی اصل خلافت تو وہی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو ابتدا میں جنت میں دی گئی تھی۔ وہاں خلیفہ فی الارض کو پوری شان سے رکھا گیا تھا، اس کے کھانے پینے' لباس و مکان

Marfat.com

کا انتظام سرکار الٰہی کے ذمہ تھا اور خدمت گار فرشتے تھے جنہیں ان کے حکم کے تابع کر دیا گیا تھا۔ انہیں ذاتی ضروریات سے قطعاً آزاد کر دیا گیا تھا، کوئی فکر نہیں تھی خلافت کے بزرگ بلند تر وظائف ادا کرنے کے لئے مامور کر دیا گیا تھا۔ اس عہدہ جلیلہ پر فائز کئے جانے کے بعد اللہ نے ان کا امتحان لینا بھی ضروری سمجھا جس طرح ایک امتحان ارادے کا اختیار ملنے والے جنوں کے بلند مرتبہ عزازیل (ابلیس) کا آدم کو سجدہ کا حکم دے کر لیا ویسے ہی آدم کا امتحان لیا گیا وہ اپنے اولین دشمن ابلیس کے بہکائے میں آ گئے، ان کی صلاحیتوں کا حال کھل گیا، ان کی کمزوریاں ظاہر ہو گئیں۔ وہ شیطان کے بہکائے میں آ کر حرص و طمع میں مبتلا ہو گئے، اطاعتِ الٰہی کی عزم پر مضبوطی سے قائم نہ رہ سکے اور ان کے عزم پر نسیاں یعنی بھول غالب آ گئی۔ اس امتحان کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کئے جانے کے بجائے آزمائشی خلافت دی گئی اور آزمائش کے لئے قیامت تک کی مدت مقرر کر دی گئی چونکہ دنیا عارضی امتحان گاہ ہے اسی لئے خلافت ارضی بھی عارضی اور اس دنیا تک کے لئے محدود کر دی گئی اور حضرت آدم کو مشیت معاش کی جو سہولت جنت مکان میں دی گئی تھی وہ ختم کر دی گئی۔ اب انسان کو اپنی معاش کا خود انتظام کرنا ہے۔ البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر انسان کا اختیار برقرار کھا گیا۔ اب آزمائش اس بات کی ہے کہ انسان اختیارات رکھتے ہوئے اپنے عہد کی جو ابتدائے آفرینش کے وقت لیا گیا تھا پاسداری کرتا ہے اور اطاعت و بندگی صرف ایک اکیلے اللہ تبارک و تعالیٰ کی کرتا ہے کہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی بھول و نسیاں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اس کی یاددہانی کا اہتمام و بندوبست بھی کیا اور ہر قوم کے لئے حق کی اطاعت و بندگی کی یاددہانی کے لئے پیغمبر، رسول، نبی بھیجنے کا، راہ راست کی طرف بلانے اور دکھانے کا، انتظام بھی کیا تا کہ انسان حرص و ہوس، طمع کے اثرات، شیطانی وسواس و محرکات میں آ کر اگر پھسلے تو تنبیہ، تذکیر و تعلیم،

Marfat.com

کا اثر قبول کر کے سنبھل جائے اور اللہ واحد کی اطاعت و بندگی کی اپنی ذمہ داری کو پوری طرح ادا کر سکے۔ انسان کے اپنے اعمال پر ان کی آخرت کا فیصلہ منحصر کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادے کے اختیار کو کیسے اور کس طرح استعمال کرتا ہے اپنے ارادے کو استعمال کر کے وہ اطاعت و بندگی کی راہ اپناتا ہے یا تمام علم و تنبیہہ کے باوجود اپنے اختیار سے کفر و شرک اور بغاوت الٰہی کی راہ اپنا کر شیطان کے راستے پر چلتا ہے۔

خلافت کے اس آزمائشی دور میں انسان کے ہر ہر عمل و فعل و قول اس کے طرز عمل کا پورا پورا حساب خود اس کی ذات کے ذریعے محفوظ ہو رہا ہے۔ یوم حساب جو لوگ کامیاب نکلیں گے انہی کو دائمی زندگی میں مستقل خلافت سے نوازا جائے گا یہ وہی زندگی ہوگی جس کا لالچ دے کر شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام سے حکم الٰہی کی نافرمانی کرائی تھی۔ وہی جنت، وہی خلافت، نیک و صالح، متقی افراد کو ملے گی جنہوں نے اپنے اختیار سے اپنے ارادے سے اپنی آزمائشی خلافت کا دور اطاعت و بندگی پر قائم رہ کر، یا بھول لاحق ہونے کے بعد بالآخر غلطی کا احساس ہونے پر اپنے اختیار و ارادے کو بروئے کار لا کر اپنی ندامت پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے واپس صراط مستقیم اختیار کر لی ہوگی اور اپنی اہلیت خلافت ثابت کر دی ہوگی۔ جنت اللہ تعالیٰ کا انعام اور جزائے عظیم ہوگی، وہاں مسلسل ترقی ہی ترقی جزا ہی جزا ملے گی۔ کسی قسم کی سزا یا تنزلی کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ وہاں خلافت الٰہی کے عظیم الشان کام انسان ادا کرے گا۔ قرآن کریم میں رب کائنات نے صرف ان ہی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا قیاس انسان کر سکتا ہے۔ جبکہ خود جنت اور اس کی تمام نعمتوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باخبر ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھالیا' وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔ (الاحزاب۔۷۲)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جس امانت کا ذکر فرمایا ہے قرآن کریم کی رو سے وہ خلافت کی امانت ہے یہ کتنی عظیم اور عجیب بات ہے کہ ایسی گراں بار عظیم ترین امانت جس کا بوجھ اٹھانے سے آسمانوں نے، زمین اور پہاڑوں جیسی مضبوط و مستحکم مخلوق الٰہی نے اس امانت عظیم کو اٹھانے سے معذرت کر لی یا اپنی معذوری کا اقرار کیا اور ڈر گئے کہ وہ اس امانت کے اہل نہیں ہیں اس امانت کی عظیم ذمہ داریاں وہ پوری کرنے کا خود کو اہل نہیں پاتے۔ لیکن انسان نے اس امانت کے بوجھ کو اس کی ذمہ داری کو اٹھالیا۔ یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، نہ ہی کوئی کھیل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں انسان کو ظالم اور جاہل کے القاب سے نوازا ہے کیونکہ اتنی بڑی اور اہم ذمہ داری کو اٹھایا ہے' انسان کی بے فکری اور غلط رویے اسے غارت کر سکتے ہیں۔ وہ اپنا مستقبل خراب کر سکتا ہے لیکن اگر وہ اس امانت کی اسی طرح حفاظت کرے جیسا کہ اس کے لئے حکم الٰہی ہے تو یقیناً اسے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا انعام جزائے الٰہی کی صورت میں ملے گا۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جس امانت کا ذکر فرمایا ہے وہ زمین پر انسان کو عطا کی گئی خلافت کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے اسے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات عطا کئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرز عمل پر اجر اور غلط پر سزا کا مستحق بنے۔ یہ اختیارات چونکہ انسان نے خود حاصل نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کئے ہیں اور ان کے درست اور غلط استعمال پر وہ

Marfat.com

اپنے رب، اپنے خالق و مالک کے سامنے جواب دہ ہے، اس لئے قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر اسے خلافت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امانت کتنی اہم اور گراں بار ہے کہ اسے زمین و آسمان نے اپنی ساری عظمت شان کے باوجود اور پہاڑوں نے اپنی زبردست جسامت مضبوطی و متانت کے اس گراں بار عظیم الشان ذمہ داری کو اٹھانے کی طاقت و ہمت نہیں کی مگر انسان نے ضعیف و ناتواں ہونے کے باوجود اپنی جان سے بھاری بوجھ کو اٹھالیا' اب بھی اگر وہ بے فکر بن کے رہے اور اپنی ذمے داری کا احساس نہ کرے اور یہ محسوس نہ کرے کہ اس نے کتنی بڑی ذمہ داری خلافت کا بوجھ اٹھا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی میں اپنے لئے کوئی رویہ، کوئی طرز زندگی، اختیار کرنے سے پہلے اسے سوچنا اور سمجھنا ہے اور درست فیصلہ کرنا ہے کہ اس کے صحیح اور غلط ہونے کے کیا نتائج نکلنے والے ہیں اگر وہ یہ بات نہیں سمجھتا اور شیطان کے بہکائے میں پھنس کر اپنی ذمہ داری سے انحراف کرتا ہے اور شیطان کے پیچھے لگ جاتا ہے تو اس نے نہ صرف اپنی خلافت کی ذمہ داری پوری نہیں کی بلکہ ملنے والے ارادے کے اختیارات کو غلط استعمال کر کے اپنے مستقبل، اپنی آخرت، اور اپنے دائمی ٹھکانے سے محرومی کا نہ صرف خود بندوبست کر لیا بلکہ اپنے لئے سزا کا انتظام بھی کر لیا' یہی اس کی جاہلیت اور خود اپنے پر کیا جانے والا ظلم ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی خلافت کے اہل افراد جو اپنی ذمہ داریاں پوری دیانت و اخلاص سے ادا کرتے ہیں، اپنی اطاعت و بندگی اور وہ تمام ذمہ داریاں جو منصب خلافت کے ذریعے اللہ نے انسان کو سونپی ہیں، انہیں بالکل اسی طرح ادا کرنا ہے جیسا کہ انہیں ادا کرنے کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا، بتایا، اور سمجھایا ہے۔ جس کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک صالح متقی بندوں سے

Marfat.com

جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنت اللہ تعالیٰ کی کوئی معمولی رحمت نہیں ہے جو ہر کس و ناکس کو عطا کر دی جائے گی۔ جنت تو ایک خاص الخاص اور بہت اعلیٰ اور اونچے درجے کی رحمت الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص بندوں کے لئے جنہیں اس نے منصبِ خلافت پر فائز کیا ہے اور جنہوں نے اس عظیم ترین منصب کی ذمہ داریاں اپنے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے اپنے اختیار وارادے کے ذریعے پوری ادا کی ہوگی۔ خود خلافت کی رحمت اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ونعمت ہے اس نعمت عظیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی اور مخلوق کو موزوں نہ جانا جن میں فرشتے اور جن سب ہی شامل تھے اور انسان کی تخلیق خاص فرمائی اور خاص خلافتِ ارضی کے لئے اسے منتخب اور موزوں بنایا اور اسے ذی اختیار حیثیت عطا فرمائی اور زمین کے تمام ذرائع کو اس کے تابع کیا اور ان پر اسے تصرف کا حق دیا اور ایسی ہنگامہ خیز قوتوں سے نوازا جو کسی اور مخلوق کو نہیں عطا کی گئیں تا کہ انسان خلافت کا اہل بن سکے اور خلافت کی ذمہ داریاں اور آزمائش میں پورا اتر سکے۔ انسان اپنی ذمہ داریاں احکام الٰہی کے ذریعے ہی پوری کر سکتا ہے اور اللہ کی رحمت خاص پانے کے قابل بن سکتا ہے۔ رحمت الٰہی اللہ کی اپنی چیز ہے اس پر کسی کا کسی طرح سے کوئی اجارہ نہیں، نہ کسی کا کوئی ذاتی استحقاق ہے، ہاں جو لوگ اپنی خلافت کی ذمہ داریوں کو احسن طریقوں سے اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے پورا کریں گے، اللہ کی اطاعت و بندگی کریں گے اور ہر معاملے اور قدم قدم پر اللہ کو اپنا ولی بنائے اور اس کا دامن تھامے رکھیں تب ہی اللہ ان کی رہنمائی فرمائے گا اور انہیں دنیا کے اس امتحان سے بخیریت گزرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے گا تا کہ بندہ اس کی رحمت میں داخل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ فی الارض کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ بھی ہے جیسا کہ سورہ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

ترجمہ:۔ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔ (الحدید۔۷)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے اپنے بندوں کو کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، جب انسان ایمان لے آیا اور اس نے تقویٰ اختیار کر لیا یعنی صراطِ مستقیم پر چل پڑا تو اب اللہ کے نائب اللہ کے خلیفہ ہونے کے باعث اس پر یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی مال و دولت تمہیں دی ہے دراصل وہ تمہارا ذاتی مال نہیں ہے بلکہ تمہارے مالک و آقا تمہارے رب کا دیا ہوا مال ہے تم بذات خود اس کے مالک نہیں ہو حقیقت تو یہی ہے کہ تمہیں وہ مال و دولت اور اسباب سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کی حیثیت سے تمہارے تصرف و اختیار میں دیا ہے۔ لہٰذا تمہارا فرض بنتا ہے کہ مال کے اصل مالک کے حکم کے مطابق اس کی خدمت میں صرف کرنے سے کبھی دریغ نہ کرو۔ کیونکہ نائب کا یہ کام نہیں کہ مالک کے مال کو مالک کے ہی کام میں خرچ نہ کرے۔ ویسے بھی یہ مال نہ ہمیشہ سے تمہارے پاس تھا نہ ہمیشہ تمہارے پاس رہنے والا ہے۔ کل تک کسی دوسرے کے پاس تھا پھر اللہ نے تمہیں اس مال کا جانشین بنا دیا اور تمہارے حوالے کر دیا' پھر ایک وقت آئے گا جب یہ مال تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ تب کچھ دوسرے لوگ اس پر تمہارے جانشین بن جائیں گے۔ اس عارضی جانشینی کی مختصر سی مدت میں جبکہ یہ مال و دولت تمہارے قبضے اور تصرف میں ہے تو اسے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے کاموں میں خرچ کرو تا کہ آخرت میں اس کا مستقل اور دائمی اجر تمہیں حاصل ہو۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ترمذی میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا گیا' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ ''بکری میں سے کیا باقی رہا؟'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ ''ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی۔'' یعنی جو کچھ اللہ کی راہ میں صرف ہوا وہی دراصل باقی رہ گیا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس صدقے کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو تندرست صحیح سالم ہو اور مال کی کمی کے باعث اسے بچا کر رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو اور اسے کسی کام میں لگا کر زیادہ کما لینے کی امید رکھتا ہو۔ اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جب تیری جان نکلنے لگے تو تو کہے کہ یہ فلاں کو دیا جائے اور یہ فلاں کو' اس وقت تو یہ مال فلاں کو جانا ہی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''آدمی کہتا ہے میرا مال' میرا مال' حالانکہ تیرے مال میں تیرا حصہ اس کے سوا کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا' یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا؟ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اسے دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ (مسلم' مسند احمد)

احادیث مبارکہ اور آیت شریف سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ دنیا کی تمام دولت مال و اسباب گھر' جائیداد' کھیت کھلیان' یہ سب مال ہمارے پاس ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے ایک نہ ایک دن لازماً سب کچھ یہیں اس دنیا میں چھوڑ کر جانا ہے پھر تو اللہ ہی وارث ہوگا' ہمارے پیچھے رہ جانے والے ہماری اولاد رشتہ دار وغیرہ اس مال کے لئے کیسے لڑیں

Marfat.com

مریں اور کیا کچھ کریں کیونکہ مرنے کے بعد وہ سارا ہمارے کسی کام نہیں آنے والا ہوسکتا ہے کہ پیچھے رہ جانے والی اولاد آپس میں وراثت کی تقسیم پر لڑ پڑیں یا کوئی ایک سارے مال پر قابض ہو جائے پھر کیوں نہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے ہی اللہ کی راہ میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے خرچ کریں تا کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر مل سکے، اگر ہم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کریں گے تو تب بھی اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے اور اس کا کچھ اجر بھی نہیں ملے گا کیونکہ جانے وہ مال کیسے اور کس طرح خرچ کرنے والوں نے خرچ کیا ہو اور اگر ہم خود اپنے ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں خرچ کردیں، اللہ کے حکم کی اطاعت وتابعداری کرتے ہوئے تو وہ مالک جس نے ہمیں یہ سب مال و دولت عطا کیا ہے وہ تو زمین وآسمان کے تمام خزانوں کا مالک ومختار ہے اس کے خزانوں کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب دنیا میں بھی اس نے دیا تھا اور آخرت میں بھی وہی مالک دے گا۔ دنیا میں اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ ذمہ داری جو خلافت کے منصب کے باعث ملی تھی وہ پوری ہوگی اور اللہ کی نیابت وخلافت کا حق ادا ہوگا۔

آیت مبارکہ سے ایک بات یہ بھی واضح ہو رہی ہے کہ جو مال آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے پاس ہے یقیناً ہم سے پہلے کسی دوسرے کے پاس رہا ہوگا اور ہمارے بعد یقیناً یہ ہمارے پاس بھی نہیں رہے گا' دوسرے اس کے وارث بن جائیں گے، چاہے وہ ہماری اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ہم نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا تو ہوسکتا ہے کہ ہمارے بعد آنے والے، اس مال کے وارث بننے والے، اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ہم سے کہیں زیادہ سعادت حاصل کرلیں اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اگر وہ اس مال کو اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کے کاموں میں خرچ کریں تو ہم بھی ان کی معاونت کے جرم میں ماخوذ ہوسکتے ہیں۔ (ابن کثیر)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ فی الارض یعنی دنیا جہاں انسان کے رہنے سہنے زندگی بسر کرنے اور عبادت واطاعت وبندگی الٰہی کے ذریعے اپنی آزمائش کی تکمیل کرنا اور اپنی آخرت کا سامان کرنا ہے وہ دنیا' وہ زمین حقیقت میں کیا ہے اور اللہ نے اسے انسان کے لئے کیسے تخلیق فرمایا جبکہ جدید سائنسی تحقیق قرآن حکیم کے اور ارشاد باری تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہی نظریہ پیش کرتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان جسے اللہ نے اس دنیا یا اس زمین کے لئے اپنے نائب کے طور پر تخلیق فرمایا ہے اس کی قرآنی حقیقت کو بھی سمجھنا چاہئے تا کہ انسان کو احساس ہو کہ اللہ رحیم وکریم نے اس کے لئے کیسے کیسے عظیم الشان راحت وآسائش کے سامان بھی اس کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں۔

Marfat.com

دنیا

اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مسبب الاسباب ہے جب کسی چیز کو پیدا کرنا ہوتا ہے تو اس سے پہلے وہ ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے کہ اس کی آنے والی تخلیق کے لئے تمام ضروریات فراہم ہو چکی ہوں اور نئی پیدا ہونے والی مخلوق کو کسی قسم کی پریشانی سے خطرے سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس کا رزق اس کی پرورش ونگہداشت کا پورا پورا بندوبست فرما دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو اس لئے پیدا کیا کہ انسان کو پیدا کرنا مقصود تھا اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ اس پر تہذیبی ذمہ داریاں ڈال کر اسے خلافت کے اختیارات سونپے جائیں او پھر دیکھا جائے کہ انسانوں میں سے کون ان اختیارات کو اور اس تہذیبی ذمہ داری کے بوجھ کو کس طرح سنبھالتا ہے اور کس طرح ملنے والی ذمہ داری اور اختیارات کا درست استعمال کر کے اپنی ذمہ داری کو ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اپنے بندوں کی راحت وآرام کے لئے بھی بنائی ہے کہ جب اس کا بندہ اپنی اطاعت وبندگی کے اعمال کرنے کے بعد آرام کی ضرورت محسوس کرے تو اسے ہر قسم کا ہر طرح کا آرام میسر ہو انسان کی زمین پر رہائش یونہی بے مقصد ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد انسان کی آزمائش وامتحان لینا ہے دنیا کس طرح عالم وجود میں آئی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

ترجمہ:۔درحقیقت تمہارارب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔(الاعراف۔۵۴۔سورہ یونس۔۳)

یہ بات اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ یونس میں بھی ارشاد فرمائی ہے اور سورہ ھود میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے۔

وَھُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

ترجمہ:۔اوروہی ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔(ھود۔۷)

تفسیر:۔آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم الشان حکمت وقدرت ودانائی کا اظہار ہورہا ہے، یہ عظیم ترین کائنات، اس کا عظیم الشان نظام وقوانین، جن کی بدولت یہ پورا نظام متحرک وزندہ ہے اسی کائنات کا ایک حصہ زمین بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے یہ تمام زمین وآسمان صرف چھ دنوں میں تخلیق فرمادی وہ چھ دن کون سے تھے، کیسے تھے، ان کے درمیان کتنا اور کیسا وقفہ تھا، یہ اللہ علیم وخبیر کو ہی پتہ ہے لیکن یہ بات ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق طے پاجاتی ہے کہ نہ صرف یہ دنیا بلکہ پوری کی پوری کائنات اور سارا نظام عالمین صرف چھ دنوں میں پیدا ہوا۔جبکہ جدید سائنس کے محققین کی تحقیقات جو کچھ کہتی اور سمجھتی ہیں وہ ان کی اپنی سوچ وفکر ہے ان کے خیال کی عکاسی مغربی محقق ہربرٹ اسپنسر اس طرح پیش کرتا ہے کہ دنیا جو کائنات کا حصہ ہے کسی نہ کسی طرح وجود میں آگئی اور خود بخود اپنی اندرونی قوتوں کے زور پر چل رہی ہے۔نہ تو اس کی تخلیق میں اور نہ ہی اس کی نشوونما اور ارتقا میں کسی مقصد، کسی ارادے یا منصوبہ بندی کا کوئی دخل ہے، ایک ان دیکھی قوت ہے جس کے ذریعے یہ تمام نظام متحرک ہے۔جبکہ قرآن اس تصور اور نظریہ کو بنیادی طور پر غلط قرار دیتا ہے قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک خاص حکمت اور مقصد کے تحت پیدا فرمایا ہے اسی

Marfat.com

مقصد کے تحت یہ سارا نظام عالم متحرک ہے اور کام کر رہا ہے۔

قرآن کریم مسئلہ ربوبیت اور حاکمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے خشک اور منطقی انداز اختیار نہیں کرتا، نہ کسی قسم ہے کوئی دقت، دشواری اور الجھن پیدا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ایک بات کو بار بار دہراتا اور کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ انسان ہر حکم، ہر بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لے، ایک ہی بات کی جگہ جگہ بار بار تکرار صرف اس لئے کی جاتی ہے یا کی گئی ہے کہ انسان کا ذہن حقیقت کا ادراک کر لے اور یاد رکھے کہ ہر مسئلے کو قرآن کریم نہایت سادہ اور فطری انداز میں پیش کرتا ہے اور براہ راست فطرت کے سادہ حقائق سامنے رکھ دیتا ہے یہی عمل، یہی بات دنیا کی تخلیق اور کائنات کے سارے نظام کے بارے میں قرآن حکیم میں بڑے سچے اور سادہ انداز میں بیان کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات، زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا اس کائنات میں سورج اور سورج کی روشنی کا بندوبست کیا' رات کی تاریکی کو چاند کی نورانی روشنی سے منور کیا اور کائنات کے ہر عنصر کی رفتار، منازل و مدار مقرر کئے' رات دن کے اختلاف اور موسم کی تبدیلی کے لئے ایک درست نظام مقرر کیا، اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا اکیلا خالق و مالک ہے، وہی اس کی ہر ہر طرح سے نگہداشت و پرورش کا بندوبست بھی کر رہا ہے۔ یہ تمام کارخانۂ کائنات رب ذوالجلال کے بنائے ہوئے نظام قدرت کے تحت ہی چل رہا ہے۔

اس دلیل پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ حقیقت جتنی اور جیسی منطقی اور بھرپور ہے اتنی ہی سادہ بھی ہے۔ اس زندہ دلیل کو سمجھنے کے لئے نہ تو ذہن پر بوجھ پڑتا ہے، نہ ہی کوئی الجھن و پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ عظیم کائنات جسے ربّ کائنات نے مختصر سے جملے السموات والارض کہہ کر سمیٹ دیا ہے، اس میں سب ہی کچھ تو آ گئے، یہ آسمان' زمین' چاند' سورج، ستارے، کہکشاں وغیرہ اس کے رات و دن اور اس آسمان زمین میں مختلف اقسام کی

Marfat.com

مخلوقات الٰہی۔ قسم قسم کے جاندار' نباتات وحیوانات مختلف تکوینی قوانین تمام مخلوقات اپنے اپنے مقرر کردہ قوانین کے مطابق زندگی بسر کرر ہے ہیں، گندم سے گندم اور جو سے جو ہی پیدا ہوتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ بو یا جائے تو گندم اور فصل ملے جو کی یا کسی اور جنس کی نہ بکری سے شیر پیدا ہوتا ہے نہ شیرنی سے بکری۔ ایسے ہی نباتات جو ہمیں ٹھہرے ہوئے جمے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں بھی ہر وقت اضافہ ہور ہا ہوتا ہے۔

کائنات کی یہ ساری تصویریں یہ سارے کے سارے رنگ شکلیں' فرحت' سکون' اور ماحول یہ آنا یہ جانا یہ بڑھاپا اور جوانی' یہ روئیدگی اور خزاں' تباہ کاریاں اور زندگی وموت یہ تمام حقائق انسان کو سوچنے سمجھنے کی کھلی آنکھوں سے دعوت دے رہے ہیں۔ اگر انسان کا دل زندہ ہو اور وہ اطاعتِ الٰہی کی عطا کردہ ذمہ داریوں کی پابندی کرر ہا ہو یا کرنے پہ آمادہ ہو تو وہی قرآن کریم کی ان ہدایات واحکامات کو سمجھ سکتا ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق اسے فکر کی دعوت دے رہی ہیں۔

اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا اور جس طرح اس کے اوپر متنوع مخلوقات کا وجود بخشا، اسی طرح ان کے وسائل رزق بھی مہیا کئے' اور ہر مخلوق کو اس کی ساخت وتخلیق کے مطابق استعداد ووسائل بھی فراہم کئے۔ خصوصاً انسان کے لئے یہ سارا انتظام وانصرام کیا گیا جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلیفہ فی الارض بنا کر پیدا فرمایا ہے، جسے اللہ نے اپنی تمام مخلوقات میں ممتاز واشرف بنایا۔ انسان کو اللہ نے اپنا علم عطا فرمایا جس سے اس میں تحلیل وتجزیہ' ترکیب وعمل کی قوت استعداد پیدا ہوئی جس کے سبب وہ نہ صرف پیداوار اور ترقی کے ہر عمل میں آگے بڑھ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ کرہ ارض کے چہرے کو بھی بدل سکتا ہے' زندگی کے رنگ ڈھنگ بدل سکتا ہے اپنے لئے تنوع وسائل رزق مہیا کرتا ہے لیکن وہ کسی چیز کو تخلیق نہیں کرسکتا، کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لاسکتا، اللہ نے اس زمین میں جو وسائل اس کے لئے

Marfat.com

پیدا کردیئے ہیں صرف انہی میں ردوبدل کرسکتا ہے اور یہ ردوبدل تحلیل وترکیب بھی وہ ان قوانین فطرت کے مطابق ہی کرسکتا ہے جو اللہ نے ان کے لئے مقرر فرما کر کائنات میں رفع کردیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے رازق بھی ہے رزق کی فراہمی کا ذمہ اللہ نے اپنے پاس اپنے اختیار میں رکھا ہے، وہی اپنی ہر مخلوق کو اس کا رزق فراہم کرتا ہے، اسے رزق کے وسائل بہم پہنچاتا ہے۔ اس فراہمی رزق کے لئے بھی اس نے قانون بنادیا ہے، طریقہ بتادیا ہے۔ یہ نہیں کہ انسان یا کوئی بھی دوسری مخلوق یہ سمجھ لے کہ رزق تو اللہ دے گا اس کی ذمہ داری ہے اور یہ سوچ کر ایک طرف بیٹھ جائے تب بھی اس کے حصے کا رزق ضائع تو نہیں ہوگا لیکن اللہ جو بڑا ہی مسبب الاسباب ہے اس نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے اسباب کے لئے وسائل فراہم کردیئے ہیں اور ان وسائل کو قانون قدرت کا حصہ بنادیا ہے انسان رزق حاصل کرنے کی کوشش کرے، محنت مشقت کرے، اپنے اسباب کو اختیار کرے تو رزق کے وسائل اس کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں اور خصوصاً انسان میں مختلف قسم کی صلاحیتیں مختلف لوگوں کو عطا کی ہیں تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں سے اپنے رزق کے حصول کی کوشش اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نہ صرف اپنا رزق حاصل کرے بلکہ دنیا کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار بھی ادا کرسکے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی علیم وخبیر ہے اس کے علم میں سب کچھ ہے۔ اس نے اس غرض سے ہی انسان کو کرۂ ارض پر خلیفہ بنایا تاکہ وہ اپنا کردار ادا کرسکے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کا رزق متعین ومقرر کردیا ہے ہر مخلوق کے لئے اس کے رزق کی مقدار اس کائنات میں ودیعت کردی گئی ہے اور یہ سنت الٰہی ہے کہ ہر شخص اپنے مقدر کے حصول کے لئے جدوجہد کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کوشش ومحنت

Marfat.com

کرے تا کہ وہ اپنے مقدر کا رزق حاصل کر سکے۔ اللہ نے ہر قسم کا رزق زمین میں پوشیدہ کر دیا ہے جو تمام مخلوقات کے لئے کافی ہے۔ انسان کو بھی زمین کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے رزق کے تمام ذخائر بھی زمین میں ہی محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ نے رزق اور اس سے متعلق تمام معاملات کو کسب حلال یا حرام سے منسلک کر دیا ہے، دونوں کی نوعیت کیفیت الگ الگ ہیں اور نتائج بھی جدا جدا ہیں۔ انسان اپنی عقل وفہم کے ذریعے یہ فیصلہ کرنے پر قادر ہے کہ وہ اپنی روزی اپنا رزق حلال ذرائع سے حاصل کرے یا حرام طریقوں اور ذرائع سے حاصل کرے، انسان اور حیوانوں میں یہی سب سے بڑا اور نمایاں فرق ہے، حیوانات کا رزق اور مقدار مقرر ہے انہیں صرف اپنی کوشش وتلاش سے اسے حاصل کرنا ہے، ان کے لئے حلال وحرام کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے جبکہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب وخلیفہ بنایا ہے، جس کی آزمائش مقصود ہے، اس کو ارادے کا اختیار دے کر انتخاب کا پابند کر دیا ہے کہ وہ اپنے حرام وحلال رزق وروزی کا خود تعین کرے، اس پر ہی اس کی آخرت کی دائمی زندگی کا دارومدار ہے اور یہی چیز اسے اللہ کی تمام مخلوقات میں اشرف وممتاز درجے پر فائز کرتی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب مخلوقات کا رازق ہے وہ سب کو ہی رزق فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی وبہتری اور ان کی رہنمائی کے لیے دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مختلف زمانوں میں مختلف قوموں پر بھیجے تا کہ انہیں صحیح اور غلط کی تعلیم دے کر انہیں حرام وحلال، اچھے برے، درست وصحیح کا علم دیں اور انہیں ان کے منصب خلافت کی اصل ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ قرآن کریم گواہ ہے کہ اللہ نے اپنے نائب وخلیفہ کو راہ راست پر رکھنے اور اسے اس کی ذمہ داریوں کے ادراک وفہم کے لیے، بار بار تنبیہ کرنے والے، جگانے والے، دین حق بتانے سکھانے والے بھیجے تا کہ انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو سکے اور وہ واپس راہ راست پر آ سکے اور صراط مستقیم کو اپنا سکے اور جو لوگ جو قومیں

Marfat.com

بار بار کی تاکید و ہدایت کے باوجود بھی نہ سمجھ سکیں اور راہ راست اختیار نہ کی، اللہ نے انہیں اسی دنیا میں سزا دے کر دنیا سے ہی ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ وہ ہلاک ہو کر نیست و نابود ہو گئیں اور ان کی جگہ دوسری قوم نے لی، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جب تک کسی قوم میں ہادی، پیغمبر، رسول نہیں بھیجتا اس وقت تک اسے سزا بھی نہیں دیتا جیسا کہ سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۶۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

ترجمہ:۔ یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔ (النساء۔۱۶۵)

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کو بھیجنے کا ایک ہی مقصد بیان کیا ہے کہ نوع انسانی پر اتمام حجت کرنا چاہتا تھا تا کہ آخری عدالت کے موقع پر کوئی گمراہ قوم و مجرم اس کے سامنے یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ ہم تو ناواقف تھے، ہمیں تو کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں تھا، نہ آپ نے ہمیں حقیقت سے آگاہ کرنے کا کوئی انتظام کیا تھا۔ اس لئے ہی اللہ نے دنیا کے تمام حصوں، علاقوں میں اپنے پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں اور پیغمبروں نے حقیقت کا علم لوگوں تک پہنچا دیا، اس کے بعد بھی جب لوگ اور قوموں نے اپنے ارادے سے بدی کو اپنایا اور نیکی کی طرف نہیں آئے اور بدی میں بڑھتے ہی چلے گئے تو اللہ نے ان کے بعد آنے والوں کی عبرت کے لئے ان قوموں کو نیست و نابود کر دیا۔ آج بھی ان کی تباہی و بربادی کے آثار ہزاروں سال گزرنے کے باوجود دنیا کے مختلف علاقوں میں نشانِ عبرت کے طور پر موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت بھی دی

Marfat.com

ہے کہ چلو پھرو اور دیکھو کہ ہم نے تم سے پہلی نافرمان قوموں کا کیا انجام کیا ہے۔ جیسے سورہ انعام آیت ۱۱۔ سورہ النحل آیت ۳۶۔ سورہ النمل آیت ۶۹۔ سورہ عنکبوت آیت ۲۰۔ سورہ روم آیت ۹ اور ۴۲ سورہ فاطر آیت ۴۴۔ سورہ مومن آیت ۲۱۔۸۲۔ سورہ محمد آیت ۱۰۔ میں اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے احوال اور ان کے انجام کے آثار دنیا میں قائم رکھے ہیں۔ تاکہ خلیفہ فی الارض ان سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ سے کیا ہوا عہد الست کو یاد رکھے اور اللہ واحد کی اطاعت و بندگی پورے اخلاص سے ادا کرے تاکہ اس کو ملنے والے اعزاز خلافت کی ذمہ داریاں بھی ادا ہو سکیں۔

زیر تشریح آیات الاعراف' ۵۴۔ سورہ یونس' ۳۔ ھود' ۷۔ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔'' نہ صرف آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا بلکہ اسے انسان کے لئے بہتر اور کارآمد بنایا زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کیا اور وہ انتظام کیا کہ زمین پہ انسان زندہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پوری طرح کائنات پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری کی ساری کائنات اس لئے سجائی ہے کہ وہ انسان کو جسے خلیفہ فی الارض بنایا ہے آزما سکے کہ ان میں سے کون بہتر عمل کر کے کامیابی حاصل کرتا ہے اور کون اپنی بداعمالی، نافرمانی سے ناکامی، نامرادی، سے دوچار ہوتا ہے۔ چھ دن میں تمام کائنات کو پیدا کرنے کے اعلان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی قوت و ہیبت کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔ یہ سب بے مقصد نہیں ہے یا محض کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک باوقار بامقصد اور انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے۔ انسان کی تخلیق ایک بھرپور مقصد کے تحت ہوئی ہے۔ اس لئے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی آزمائش وامتحان کی خبر بھی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو اس طرح تیار کیا ہے کہ وہ جنس انسانی کے لئے پوری

Marfat.com

طرح معاون ومددگار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے کا اختیا دے کراسے اس کی آزمائش امتحان کی تیاری کے لئے مددگار قوت فراہم کردی تا کہ وہ اپنی اس اختیاری صلاحیت کو بروئے کار لاکر راہ ہدایت اختیار کرے یا ضلالت کی راہ اختیار کرے اور جب انسان جانتے بوجھتے ضلالت کی راہ اختیار کرتا ہے تو اللہ ایسے لوگوں کو ڈھیل دیتا ہے ان کو ان کے حالوں پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی منتخب کردہ راہ پر چلتے چلے جائیں۔ لیکن جو لوگ اپنے ارادے وعقل کو استعمال کر کے راہ حق کو اپناتے ہیں انہیں ہی وہ آزماتا ہے اور اس آزمائش میں وہ ان کی مدد بھی کرتا ہے تا کہ ان کی آزمائش پوری ہو اور وہ امتحان میں پورے اتریں۔

عظیم تر کائنات کے جس حصے پر ہم بستے ہیں یا بسائے گئے اسے دنیا یا زمین کا نام دیا گیا ہے، یہ ہماری نظروں سے وسیع تر طویل وعریض ہے۔ یہ بہت کشادہ اور کھلی ہوئی ہے، اس میں اونچے اونچے پہاڑ، دریا، سبزا، پھل، پھول، چرند، پرند اور دیگر حیوانات الٰہی اور مخلوقات الٰہی کے علاوہ تمام مخلوقات کے لئے رزق کے وافر سروسامان بھی اللہ تعالیٰ نے فراہم کیا ہے جیسا کہ سورہ الحجر کی ان آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا، اس پر پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع (قسم) کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار میں اگائی۔ اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کئے، تمہارے لئے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ (الحجر۔۱۹۔۲۰)

تفسیر:۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کاملہ کا اظہار ہو رہا ہے اور اللہ کی قدرت وحکمت کے ایک اہم ترین نشان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

Marfat.com

ہے کہ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس پر پہاڑ جما دیئے ہیں یہ عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب ہم ایک چھوٹی یا بڑی کپڑے کی چادر کو بچھاتے ہیں تو ہوا اسے ادھر ادھر سے اڑانے لگتی ہے تب ہم اس پر اس کے کناروں پر کچھ بوجھل چیزیں رکھ دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی جگہ درست بچھی رہے اور اڑے نہیں' ایسے ہی غالباً اللہ نے بھاری بھرکم پہاڑوں کو زمین پر بچھا کر ان پر جما دیا ہے اور قسم قسم کی نباتات یعنی مختلف اقسام کے اجناس' پھل، سبزیاں ترکاریاں اور بہت کچھ جو انسانی ضروریات زندگی کا حصہ ہیں۔ لکڑی جو چولہے کے ایندھن سے لے کر تعمیرات میں استعمال ہوتی ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقدار میں زمین سے اگائی ہیں، ان سب کی نشوونما کی ایک حد مقرر ہے . جس سے نباتات کی کوئی بھی قسم تجاوز نہیں کر سکتی ان کے قد وقامت ان کی جسامت تک کا حساب مقرر ہے۔

یہ وسیع تر زمین جو انسان کو دعوتِ نظارہ ہی نہیں دے رہی بلکہ اس کی پرورش، نگہداشت اور ہر قسم کا رزق ومعاش بھی فراہم کر رہی ہے جو کچھ اس زمین کے اندر ہے اور جو کچھ اس زمین کے اوپر ہے، سب کے سب انسان کے مفاد کے لئے ہے، اس زمین پر زندگی کا یہ سارا سروسامان انسان کی زندگی اور اس کے ساتھ رہتی بستی دیگر مخلوقاتِ الٰہی کی حیات کے لئے فراہم کیا گیا ہے کیونکہ رزق کی فراہمی کا معاملہ خالص اللہ کی قدرت وربوبیت کا معاملہ ہے اسے کسی انسان یا کسی دوسری مخلوق کے اختیار میں نہیں دیا۔ آیت کے آخری حصے میں یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے کہ ''ان بہت سی مخلوقات کے لئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔'' اللہ ہی سب کو پالنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اے انسان ،تو بھی اللہ کی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے۔ تمہیں اس نے شرف وامتیاز سے نوازا ہے اور تمہیں اپنی تمام مخلوقات پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ تمہاری پرورش ونگہداشت کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ اس زمین پر موجود دیگر مخلوقات جنہیں تمہارے نفع اور فائدے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے لیکن ان سب کی پرورش ونگہداشت اس نے تمہارے ذمے نہیں رکھی ،خود وہ مالک و پروردگار کرتا ہے کیونکہ سب مخلوقات کا اور ان کی حیات وزیست کا سامان اللہ نے اپنے دست قدرت اور تصرف ذاتی میں رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق جس طرح چاہتا ہے تمام امور میں تصرف فرماتا ہے اور اپنے احکام اپنی مخلوقات میں جاری فرماتا ہے۔ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہی تمام چیزوں کے وافر خزانے موجود ہیں جن کا ذکر آنے والی آیت مبارکہ میں اسی طرح فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں' اور جس چیز کو بھی نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ (الحجر۔۲۱)

تفسیر:۔ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ رب العزت کے خزانوں میں موجود نہ ہو۔ یہ اشارہ کسی خاص چیز یا چیزوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ تمام موجودات کا معاملہ عام ہے۔ چاہے وہ ہوا ہو، پانی ہو، یا روشنی' سردی' گرمی' جمادات' نباتات' حیوانات، غرض ہر چیز ہر نوع' ہر جنس' کی مخلوقات کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر رکھی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور اس کی ایک مقدار بھی مقرر فرما دی گئی ہے جس سے نہ وہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے، یہ سب کچھ اللہ کی مقرر کردہ تقدیر کا حکیمانہ کرشمہ ہے زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام کائنات میں جو توازن واعتدال ہمیں نظر آتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا انتظام ہے، یہ کائنات، یہ دنیا اور اس کے تمام لوازمات نہ تو کسی اتفاقی حادثے کے باعث وجود میں آئے ہیں اور نہ ہی یہ از خود متحرک ہے اور نہ زمین میں پوشیدہ خزانے از خود پیدا ہوتے ہیں، نہ اس کی پیداوار اور ضرورت کے مطابق ان کی فراہمی از خود

Marfat.com

ہوتی ہے۔ یہ سارا کارخانہ قدرت تو ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی شان کی قدرت وحکمت کا کرشمہ کاریگری ہے جس میں اس کا کسی بھی طرح سے کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، نہ ہی کبھی کسی طرح ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوائیں اور آسمان سے برستی بارش کو بھی ایک خاص مقدار اور خاص حد میں رکھا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:۔اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل ہوائیں' پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں' اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ (الحجر۔۲۲)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کا اظہار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہی ذات ہے جو ہواؤں کو بوجھل کرتی ہے۔ اس لئے کہ ہوائیں ہی ان بادلوں کا بوجھ اٹھاتی، اڑاتی ہیں جن میں پانی ہوتا ہے جو پانی کے بوجھ سے لبالب بھرے ہوتے ہیں کسی حاملہ اونٹنی کی طرح پھر جب اللہ چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے انہیں برسا دیتا ہے ایک خاص مقدار وحد میں اور وہ اپنی حکمت کو بہتر جاننے والا ہے کب کس علاقے میں کتنے پانی کی ضرورت ہے، اسی حساب سے ان علاقوں میں پانی برستا ہے۔ پانی جسے انسان اپنی مرضی واختیار سے ذخیرہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اسے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے ذریعے اپنے اپنے بندوں کے مختلف طریقوں سے زمین میں محفوظ فرما دیتا ہے۔ کہیں نہروں کے ذریعے' کہیں کنوؤں اور چشموں کے ذریعے' کہیں پہاڑوں پر برف جما کر اور ان سے چشمے اور دریا بہا کرتا کہ اس کے بندے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس پانی کی سطح کو زمین میں اتنا نیچے کر دے کہ انسان کو پانی ہی میسر نہ آئے اور کہیں کہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر عذاب کی صورت میں پانی کو نایاب کر کے یا ہوا کو تیز چھوڑ کر سزا دینے کے لئے اختیار کرتا ہے جیسا کہ قوم نوح علیہ السلام کے ساتھ پانی کے مقدار کو اس کی حد مقدار سے بڑھا کر غرق

Marfat.com

کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حکم الٰہی سے تیار کردہ کشتی میں سوار ہو کر اللہ کے ہی حکم سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچائی۔ ایسے ہی ہوا جو عام طور پر زندگی بخش اور حیات کے لئے ضروری عنصر کی حیثیت رکھتی ہے وہی اللہ کے حکم سے انسانی ضروریات کے مطابق پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ترسیل کا کام سرانجام دیتی ہے لیکن جب حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد پر اللہ نے عذاب نازل کیا تو یہی بادل اس قوم پر عذاب بن کر ٹوٹ پڑے تھے اس قوم پر پانی نہیں برسا تھا۔ صرف خشک آندھی تھی جو ہر چیز کو نگل گئی تھی، ہر چیز تہس نہس کر دی تھی ''اور قوم عاد کو تیز و تند ہوا سے غارت کر دیا گیا' ان پر لگا تار سات رات اور آٹھ دن تک (اللہ نے عذاب) مسلط رکھا' پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ (الحاقہ۔ ٦۔ ٧)

آیت مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم اس آسمان سے برسنے والے پانی سے زمین کو سیراب کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس طرح کی ہے کہ اسے پانی کی طلب ہوتی ہے اور پانی کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ انسان کی طلب پوری کرتا ہے۔ اس طلب و رسد کو اللہ تعالیٰ نے متوازن بنایا ہے اور انسان کی حیات کی تمام ضروری چیزیں بھی پانی سے حیات و نمو پاتی ہیں' آسمان زمین اور کائنات کے نظام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہر ہر بات کو کھول کھول کر سمجھا رہا ہے کہ سب کچھ اس کے حکم کے تابع ہے اور اس کی قدرت و ربوبیت کے زیر اثر ہے کوئی عمل اللہ کے احکام و اختیار کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا، تمام امور کائنات اللہ کے حکم سے اس کے مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔

مغربی محققین کی تحقیق کے مطابق کائنات کا نظام از خود چل رہا ہے جب کہ خود بخود نہ تو کچھ ہوتا ہے نہ ہی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پوری طرح ہر چیز کا اختیار رکھتی ہے۔ موت و حیات اور زندگی کے ہر ہر لمحے پر وہی ذات عالی قادر ہے، اس کے حکم کے بغیر کچھ نہ ہو سکتا

Marfat.com

ہے، نہ کوئی کچھ کرسکتا ہے، خود بخود چلنے والا سارا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کا ہی چلایا، بنایا ہوا ہے۔ کوئی اور قوت یا ہستی نہیں ہے جو اسکے کسی کام میں کسی طرح کی مداخلت کر سکے۔ یہاں تک کہ رات ودن کا فرق ان کا چھوٹا بڑا ہونا' ہواؤں کا مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی طرف رخ بدلنا' مردہ بنجر زمین کو سرسبز وشاداب کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے نمونے ہیں اس کے حکم سے یہ سارا کاروبار ہستی متحرک ہے جیسا کہ سورہ الجاثیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے (اس میں) اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں۔ (الجاثیہ۔۵)

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنے سامنے کی چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ گردش لیل ونہار کا منظر جس کی بار بار کی تکرار کی وجہ سے اس کی تبدیلی اور جدّت انسان کے ذہن سے محو ہوگئی ہے اس کی اہمیت انسانی ذہن میں آتی ہی نہیں کہ یہ تو روزمرہ ہونے والا عمل ہے حالانکہ یہ کائنات کے حیران کن عمل ہیں۔ شاید اس لئے ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

یہ زمین وآسمان' انسانی تخلیق' جانوروں کی پیدائش' رات ودن کے آنے جانے کا عمل آسمانی بارش کے ذریعے مردہ یعنی بنجر زمین کا سرسبز وشاداب ہونا یعنی مردہ زمین میں پرورش ونشوونما کی لہر دوڑ جانا اور اس عجائبات عالم میں چپے چپے پر بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ کی وحدانیت وربوبیت پر انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں، جیسے ہواؤں کا رخ ہر موسم کے اعتبار

Marfat.com

سے تبدیل ہونا' کبھی ہواؤں کا خشک ہونا، گرم تر ہونا، کبھی بحری ہوائیں تو کبھی بری ہوائیں، کبھی رات کو کبھی دن کو بعض ہوائیں بارش خیز ہوتی ہیں، بعض نتیجہ خیز ہوائیں ہوتی ہیں جو روح کی تروتازگی کا سبب بنتی ہیں، بعض جھلسا دینے والی اور محض گرد وغبار کا طوفان۔ اگر صرف ہوا اور اس کے مختلف اندازوں پر ہی انسان سوچے، غور کرے تو اس کی عقل حیران رہ جاتی ہے، ہواؤں کا یہ سارا نظام اور نظامِ کائنات چلانے والی ایک ہی ہستی ہے جو تمام تر اختیارات کی بلاشرکت مالک ہے۔ سب کچھ اسی کے تصرف میں ہے کسی اور کو کچھ اختیار نہیں وہ جب چاہتا ہے ان ہواؤں سے اپنی رحمت وکرم کا اظہار کرتا ہے اور جب چاہتا ہے ان ہواؤں کو اپنے غضب وناراضگی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ یہ زمین یہ کرۂ ارض کی ساخت وحرکت پر غور کیا جائے تو عقلِ انسانی متحیر رہ جاتی ہے کہ اتنی بڑی دنیا خلاء میں معلق ہے اور بغیر کسی سہارے کے ایک خاص رفتار سے مستقل چل رہی ہے' اور ایک پل، ایک لمحہ، ایک سیکنڈ، اس کی رفتار میں کبھی فرق نہیں آتا اس کے متحرک ہونے کے باوجود اس پر چلتی پھرتی، رہتی بستی تمام مخلوقات، کبھی محسوس تک نہیں کرتی کہ وہ اس زمین کے ساتھ خود بھی گردش میں ہیں۔ کیونکہ اسے اللہ نے اپنی حکمت وقدرت سے تھام رکھا ہے۔ اللہ ہی اس سب کائنات کو چلا رہا ہے یہ سارے نظام اللہ کے چلانے سے ہی چل رہے ہیں۔

جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رات اور دن کا یکے بعد دیگرے آنا، موسم کی تبدیلیاں، کائنات کی گردش کا یہ نظام، اس ساری کائنات اور اس پر تمام مخلوق، انسان ہو کہ حیوانات، نباتات ہو کہ جمادات، غرض یہ کہ ہر ہر مخلوق کے لیے لازم ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی قائم کردہ نظام ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی واضح، اور کھلی کھلی نشانیاں ہیں جن پر انسان غور نہیں کرتا۔

آیت مبارکہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کا رزق آسمانوں

Marfat.com

سے نازل کرتا ہے۔ یہ رزق اللہ تعالیٰ کس طرح آسمانوں سے نازل فرماتا ہے، اس کا نظارہ ہم سب انسان اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں لیکن کبھی اس آنکھوں دیکھی حقیقت پر غور وفکر تک نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اپنی رحمت وکرم کی بارش کس کس طرح برسا رہا ہے۔ اور ہماری پرورش ونگہداشت کے لئے کیا کیا اسباب وبندوبست فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''وہ رزق آسمانوں سے نازل فرماتا ہے پھر اس کے ذریعے مردہ زمینوں کو جلا اٹھاتا ہے۔'' آسمانوں سے بارش برستے ہم سب دیکھتے ہیں، پانی بھی ہر مخلوق کی غذا اور نشوونما کا اہم حصہ ہے، یعنی پانی بھی ہمارے رزق میں شامل ہے جو آسمانوں سے ہی آتا ہے جو زمین کا بنجر پن ختم کر دیتا ہے اور آسمانوں سے آنے والی روشنی اور حرارت سے مل کر زمین میں نشوونما کی تحریک پیدا کر کے اسے بارآور بنا دیتا ہے، جس سے ہر قسم کے اجناس اور نباتات کی پیدائش وپرورش ہوتی ہے جو انسانوں اور حیوانوں کا رزق بنتی ہیں اور زمین پر آنے والی سورج کی شعاعیں اور حرارت پانی کو بخارات میں تبدیل کر کے بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر اللہ کے حکم سے وہ جہاں چاہتا ہے جب جب چاہتا ہے ان بادلوں کے ذریعے جو ہوا کے دوش پر چلتے رہتے ہیں برسا دیتا ہے' زمین مردہ ہونے کے بعد بارش کے پانی سے اور سورج کی حرارت سے زندہ ہو جاتی ہے کیا کبھی انسان نے اس پر غور کیا کہ یہ سارا نظام کیسے اور کون چلا رہا ہے اور کون ہے جو ہماری پرورش ونگہداشت کر رہا ہے۔ آیت مبارکہ میں ایسے تمام انسانوں کو دعوت فکر دی جا رہی ہے جو عقل وفہم سے کام لینا جانتے ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان کھلی کھلی نشانیوں کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ سارا نظام اللہ کے ہی چلائے سے چل رہا ہے، خود بخود بغیر اللہ کی مرضی اور حکم کے نہ کچھ ہو سکتا ہے نہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے آرام وعیش وراحت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے یا شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی قدرت سے آگاہ رکھنے اور انہیں راہ راست پر لانے

Marfat.com

کے لئے نافرمان قوموں کو نشان عبرت بنا دیتا ہے اپنی انہی بے ضرر چیزوں کو جب ان کی مقرر حد و معیار سے باہر کر کے چھوڑتا ہے تو وہ تباہی و بربادی اور عبرت کا سامان بن جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو صرف ہوا کے طوفان کے ذریعے نیست و نابود کیا۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

ترجمہ:۔ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون بہتر اعمال والا ہے۔ (الکہف۔ ۷)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جو خوب اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور کون برائی اور بدی اختیار کرنے والا ہے لیکن یہ اس کی حکمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کسی طرح سے بھی کسی شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ ہر انسان پوری طرح باخبر اور باعلم رہے کہ دنیا کی زندگی اسے کیسے اور کس طرح سے گزارنی ہے اور اس دنیا میں رہنے سہنے اور زندگی بسر کرنے اور خلافت کی ذمہ داری کیسے ادا کرنی ہے، اس لئے ہی اللہ نے ہر قوم میں، ہر دور میں اپنے پیغمبر بھیجے اور اپنی کتابوں میں ہدایت کا بھرپور اہتمام فرمایا اسی اہتمام و انتظام کے سلسلے میں اللہ اپنے بندوں کو ہر اچھی اور بری بات اور عمل سے آگاہی دیتا ہے یہی کچھ اس آیت مبارکہ میں بتایا جا رہا ہے۔

کہ یہ سروسامان جو زمین پر تم دیکھتے ہو اور اس کی زینت و رونق کی دل فریبی پر تم فریفتہ ہو جاتے ہو یہ عارضی زینت تو محض تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے مہیا کی گئی ہے تا کہ تمہارا امتحان لیا جا سکے۔ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ یہ سب کچھ ہم نے تمہارے عیش و آرام کے لئے فراہم کیا ہے، اس لئے تم زندگی کے مزے لوٹنے کے سوا اور کسی مقصد کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور اسی سبب سے تم کسی سمجھانے والے کی بات پر کان نہیں دھرتے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سارا سامان عیش نہیں ہے بلکہ یہ تو وسائل امتحان ہیں جن کے درمیان تم

Marfat.com

کو رکھ کر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ تم میں سے کون اپنی اصل ذمہ داری کو فراموش کر کے دنیا کی دل فریبیوں میں کھو جاتا ہے اور کون اپنی ذمہ داری خلافت فی الارض اپنے رب کی اطاعت و بندگی کو یاد رکھ کر اسے صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے۔ جس روز یہ امتحان کا وقفہ ختم ہوگا اسی روز دنیا کی یہ بساط عیش الٹ دی جائے گی۔

آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دنیا کا سارا ساز و سامان ساری راحتیں اور راحتوں کے سامان یہ سب تو محض دنیا کی زیب و زینت کا سامان ہے۔ مال و اولاد عزت و جاگیر جائیداد غرض سب کچھ متاع دنیا تو امتحان و آزمائش کے لئے ہے تا کہ انسان اس دنیا میں اپنے ارادے کے اختیار کو بروئے کار لا کر اچھے اعمال کرے اور اپنی عقل و فہم کو کام میں لا کر تمام برے کاموں سے بچے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے کا اختیار اسی لئے ہی دیا ہے کہ کون اپنے اختیار سے برے کاموں سے بچتا ہے اور اللہ کی اطاعت و بندگی کی راہ اپنا کر اپنی آخرت کا بہتر سے بہتر سامان کرتا ہے۔ یہی بات سورہ الکہف کی درج ذیل آیت میں بھی دہرائی گئی ہے لیکن اس میں ایک اہم خبر دی جا رہی ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ مال و اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے' اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں۔ (الکہف۔۴۶)

آیت مبارکہ میں یہ بات مزید وضاحت سے بیان کی گئی ہے کہ دنیا کا مال اور اولاد' قبیلہ و خاندان پر جو لوگ فخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہی یہ خبر دے رہا ہے کہ یہ سب چیزیں دنیائے فانی کی عارضی زینت ہیں۔ آخرت میں یہ چیزیں کچھ کام نہیں آئیں گی آخرت میں

Marfat.com

کام آنے والے عمل تو وہ صالح اعمال ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔

باقی رہنے والی نیکیاں کون کون سی ہیں؟ کسی نے نماز کو کہا، تو کسی نے تحمید و تسبیح اور تکبیر وتہلیل کو، تو کسی نے اعمال خیر کو لیکن یہی درست ہے کہ ہر نیکی جو اللہ کے احکام کے مطابق اور اللہ کی رضا ومنشا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی جائے، تمام فرائض وواجبات، سنتیں ونوافلِ، اطاعت وبندگی خالص اللہ کے لئے بلاشرکت غیرے کی جائے۔ حقوق العباد ادا کیے جائیں، اپنے عزیز واقارب کا خیال رکھا جائے، مساکین وغربا اور ضرورتمندوں کی اپنے مال سے مدد کی جائے یہی باقی رہنے والی اور آخرت میں کام آنے والی دولت ہوگی، جس سے انسان آخرت میں مالدار ہوسکتا ہے ورنہ دنیا کے عیش وآرام نافرمانی وبغاوت الٰہی بدی اور برائی کے تمام کام جو انسان کو بظاہر دلکش ودلچسپ لگتے ہیں ان کے سبب وہ آخرت میں بالکل تہی دست مفلس وقلاش ہوگا اور روز محشر تو انسان کا تقویٰ اور نیک اعمال ہی اس کے کام آئیں گے، وہی نیکیاں اسے دنیا کی آزمائش میں کامیابی دلانے والی ہوں گی، ورنہ دنیا اور مال واولاد کی بے جا محبت تو انسان کو لے ڈوبے گی اور جب روز حساب اسے اپنے بداعمال کے سلسلے میں جہنم رسید کیا جائے گا تو فریاد کرے گا اور کہے گا اے مالک مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تا کہ میں اپنی غلطیوں کو سدھار لوں اور نیک اعمال کرلوں جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے۔

لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ترجمہ:۔ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کی پس پشت پر تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔ (المومنون۔۱۰۰)

تفسیر:۔ قرآن حکیم میں یہ مضمون متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے۔ مجرمین یعنی نافرمان

Marfat.com

احکامِ الٰہی وہ لوگ جو دنیا کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتے رہتے ہیں اور کفروشرک کرتے رہتے ہیں۔احکامِ الٰہی کا پاس نہیں کرتے اور یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ دنیا چار دن کا میلہ ہے اس سے جی بھر کر لطف اٹھالیا جائے، پھر کون آتا ہے دنیا میں اور وہ خوب جی بھر کر اللہ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں لیکن جب موت کی سرحد میں داخل ہونے سے لے کر آخرت میں واصلِ جہنم ہونے تک بلکہ اس کے بعد بھی وہ بار بار یہی درخواستیں کرتے رہیں گے، بس ہمیں ایک دفعہ دنیا میں اور بھیج دیا جائے، اب ہم توبہ کرتے ہیں، اب ہم کبھی نافرمانی نہیں کریں گے، ہم سیدھی راہ پر چلیں گے۔ یہ آرزو ہر کافر و نافرمان موت کے بعد دوبارہ جی اٹھائے جانے کے وقت کرے گا۔لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اسی بیان کو قرآن حکیم میں سورہ منافقون آیت ۱۰۔۱۱۔سورہ ابراہیم میں ۴۴۔ سورہ اعراف میں ۵۳۔ السجدہ ۱۲۔ الانعام ۲۷۔۲۸۔ الشوریٰ ۲۴۔المومنون ۱۱۔۱۲۔فاطر۔۳۷۔الزمر ۵۸۔۵۹۔میں بیان کیا گیا ہے۔

یعنی ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے۔ امتحان میں فیل ہونے والا فرد یہ فرمائش کر رہا ہے کہ میرا دوبارہ امتحان لے لو اب کے میں پاس ہو کر دکھاؤں گا جبکہ تیاری اس کی وہی ہوگی جس کے سبب وہ فیل ہوا، یہ صرف اس کی بات ہی بات ہوگی اس کا عمل نہیں ہوگا کیونکہ اگر دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیا جائے تو عمل تو اس کا وہی ہوگا کیونکہ عمل صالح کی توفیق تو انہیں پھر بھی نہیں ہوگی اور دوبارہ بھیجنے سے امتحان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے ویسے بھی اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو وہ وہی کام کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا منع کیا گیا تھا۔ یہی سورہ الانعام آیت ۲۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کافر کی اس آرزو میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے' کافر دنیا میں اپنے خاندان اور قبیلے کے پاس جانے کی آرزو نہیں کرے گا' بلکہ عمل

Marfat.com

صالح کے لئے دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا، اس لئے زندگی کے لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عمل صالح کر لئے جائیں تا کہ کل قیامت کو یہ آرزو کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ (ابن کثیر)

آیت کے آخری حصے میں برزخ کا ذکر کیا گیا ہے دو چیزوں کے درمیان حائل حجاب اور آڑ کو برزخ کہا جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان جو وقفہ ہے' اسے یہاں برزخ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد انسان کا تعلق دنیا کی زندگی سے ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہوگا جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ درمیان کا وقت یا زندگی جو قبر کے اندھیرے میں یا پرندوں کے پیٹ میں یا جلائے جانے کی صورت مٹی کے ذرات میں گزرتی ہے' برزخ کی زندگی ہے۔ انسان کا یہ جسم یہ وجود جہاں بھی ہوگا اور جس شکل میں بھی ہوگا' بظاہر تو وہ مٹی میں مل کر مٹی بن چکا ہوگا' یا راکھ بنا کر ہواؤں میں اڑا دیا گیا ہوگا یا دریاؤں میں بہا دیا گیا ہوگا یا کسی جانور نے کھا لیا ہوگا اس کی خوراک بن چکا ہوگا لیکن روز محشر اللہ تعالیٰ سب کو جب دوبارہ جی اٹھنے کا حکم دیں گے تو سب کے سب جی اٹھ کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ میزانِ عدل قائم فرما دیں گے اور ہر انسان کا حساب کتاب کھل کر اس کے سامنے آ جائے گا۔ اس کا اپنا کیا دھرا سب اس کے ہاتھ میں ہوگا اور خود اس کے اپنے تمام اعضاء اس کے گواہ ہوں گے جس جس طرح انہیں استعمال کیا گیا ہوگا، وہ اپنا بیان دے کر شہادت دیں گے کہ دنیا میں انسان نے ان سے کیسے کیسے کام اور کس کس طرح سے لئے یا انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری نگرانی کے لئے ہمارے دائیں بائیں نگراں فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہماری ہر اچھی بری بات ہر عمل و فعل کو لکھتے رہتے ہیں تا کہ روز حساب ہمارا اعمال نامہ ہمارے ہاتھوں میں دے دیا جائے، اس میں کچھ چھپا نہیں ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ:۔ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(المومنون۔۶۲)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں جو امتحان وآزمائش کی زندگی ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر جو فرائض عائد کئے ہیں وہ سب انسانی قوت واستعداد کے مطابق ہی عائد کئے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے، انسان اس کی ہی مخلوق ہے، وہ ہر ایک کی حد استطاعت سے پوری طرح واقف ہے کہ وہ حد اسی کی مقرر کردہ ہے۔ اللہ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے، وہ انسانوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا، نہ وہ ان پر اتنا بوجھ ڈالتا ہے جسے وہ نہ اٹھا سکتے ہوں۔ اور حساب بھی وہ صرف ان کے اعمال کا ہی لے گا اللہ ان کے اعمال میں سے کسی بھی چیز کو نہیں چھوڑے گا جو وہ کریں گے، اسی کا ان سے حساب کتاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو بہترین حساب کرنے والا ہے۔

نامۂ اعمال جو ہر شخص کا الگ الگ مرتب ہو رہا ہے جس میں اس کی ایک ایک حرکت، ایک ایک بات حتیٰ کہ اچھے برے خیالات تک لکھے جا رہے ہیں اور کسی بھی شخص کے ذمہ کسی بھی طرح کسی اور کا کیا ہوا عمل نہیں لگایا جائے گا اور نہ کسی کی کوئی نیکی کسی طرح ماری جائے گی، نہ ہی کسی کو بے جا سزا دی جائے گی اور نہ ہی کسی کے حق سے اسے محروم رکھا جائے گا۔ تمام انسانوں کے نامۂ اعمال کی تیاری کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں بچی جو اس میں درج نہ کی گئی ہو، جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہیں کرے گا۔(الکھف۔۴۹)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں ربِ کائنات نے خوب وضاحت سے یہ بات بتادی ہے کہ دنیا میں انسان جیسا کرے گا آخرت میں وہ ویسا ہی بھرے گا۔اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر کررہا ہے ہوشیار کررہا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ وہ چوری چھپے یا خفیہ طور طریقوں پر کارروائیاں کرتے ہیں جس سے ان کے خیالوں کے مطابق کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ باخبر کررہا ہے کہ اے بندے ہوشیار رہ تیرا کوئی عمل، تیرا کوئی خیال وگمان تک ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا چاہے تو جتنا چھپائے وہ سب تیرے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہتا ہے اور روز آخرت جب میدان حشر میں تمام مخلوق الٰہی دوبارہ زندہ کرکے جمع کی جائے گی تو یہ نامہ اعمال یہ کتاب ہر کسی کے ہاتھوں میں ہوگی۔تاکہ جب وہ عدالت الٰہی میں پیش ہو تو اپنی زندگی جو اس نے دنیا میں گزاری ہے اگر اچھی گزاری ہوگی، تقویٰ اختیار کیا ہوگا، نیک وصالح اعمال کئے ہوں گے تو اور اگر بدی کی راہ اختیار کی ہوگی اور برے اعمال کئے ہوں گے تو وہ سب اس کی کتاب میں لکھا ہوگا خود اس کے اپنے اعمال اس پر گواہی دے رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے وہ خود ہماری ان شہادتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری دنیا کی زندگی کی آزمائش وامتحان کا نتیجہ سنائے گا، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، ظلم تو ہم اپنے آپ پر خود ہی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر ہماری رہنمائی اور ہدایت کا پورا پورا بندوبست واہتمام فرمایا ہے، اس کے باوجود ہم اگر سیدھے

Marfat.com

راستے کو چھوڑ کر حق و انصاف کو چھوڑ کر بدی اور برائی کے راستے کو دیدہ ودانستہ اپنائیں اور اپنے ارادے سے راہ حق کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چل پڑیں تو قصور خود ہمارا ہوگا یا کسی اور قوت کا۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہر ہر بات کی تفصیل سے پوری طرح آگاہ کر رہا ہے کہ یہ دنیا تمہارے لئے عیش وعشرت میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں بنائی گئی، یہ تو تمہاری آزمائش کا عرصہ ہے، دنیا تو ایک آزمائش گاہ ہے اور کچھ نہیں۔ یہاں تو تمہیں آخرت کی اپنی دائمی زندگی گزارنے کی اور آخری اور دائمی ٹھکانوں کے حصول کی تیاری کرنا ہے اگر انسان پھر بھی نہ سمجھے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو سب کچھ دیکھتے سمجھتے ہوئے خود اپنی ذات سے غفلت برتے' جب ہم خود اپنی مدد آپ نہیں کریں گے تو پھر اللہ سے کیسے امید کر سکتے ہیں کہ وہ غفور الرحیم ہماری مدد کرے گا اور ہمیں بخش دے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ مالک وخالق اپنے نیک وصالح بندوں سے بڑے رحم وکرم کا معاملہ فرمائے گا اور انہیں ان کے اعمال کا صلہ جتنا چاہے زیادہ کر کے عطا فرمائے۔ یہ ساری نصیحتیں، ساری ہدایتیں تو ان کے لئے ہی ہیں جو عقل وفہم رکھتے ہیں، جو اپنے اختیارات کا، اپنی ذمہ داری کا ادراک رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جو سارے عالموں کا مالک، رب وخالق ہے وہ اپنے بندوں کی آزمائش وامتحان کے لئے انہیں اچھے برے حالات سے دوچار کرتا رہتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے جو اچھے حالات میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنا رہتا ہے، ایسے ہی برے اور خراب حالات وشر میں مبتلا کر کے آزمائش کرتا ہے، بندوں کو آزمانے کا اللہ تعالیٰ کے اپنے طریقے ہیں جیسا کہ آیت ذیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ:۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے' برے حالات میں ڈال کر تم سب کا امتحان لے رہے ہیں اور تم سب واپس ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ (الانبیاء۔۳۵)

Marfat.com

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہمیشگی اور دوام مخلوقات الٰہی میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوقات پیدا فرمائیں ان میں یہ زمین وآسمان اس کے اندر موجود ہر ہر چیز کو یہاں تک کہ خود موت کو بھی ایک دن موت آجائے گی۔ سب کو فنا ہونا ہے، سب کو مرنا ہے۔ کیونکہ جب ایک عالم فنا ہوگا تب ہی دوسرا عالم یا زندگی کا دوسرا اور اصلی دور شروع ہوگا، ویسے بھی یہ دنیا کی زندگی تو امتحان وآزمائش کا دور ہے، اس کے ختم ہونے یا مکمل ہونے کے بعد ہی اصلی زندگی یا دائمی زندگی کا دور شروع ہوگا جس کی تیاری کے لئے یہ دنیا، یہ امتحان گاہ سجائی بنائی گئی ہے، اس زندگی کی تکمیل کے بعد سب کو اپنے خالق مالک ورب کی ہی طرف لوٹنا ہے۔ ہماری عام زندگی میں بھی یہ معمول ہے کہ جب ہم کسی کام سے اپنے گھر، اپنے شہر، سے نکلتے ہیں تو اس کام کی تکمیل پر، اس کے پورا ہونے پر اپنے گھر ہی لوٹتے ہیں، بالکل اسی طرح دنیا کے امتحان کی تکمیل پر ہم سب اپنے رب کی طرف واپس چلے جائیں گے۔ جہاں سے آئے تھے۔ پھر وہی ہمارے لئے ہماری نئی زندگی گزارنے کا بندوبست وانتظام کرے گا تاکہ انسان اپنی دائمی زندگی کا آغاز کر سکے اس کا فیصلہ اللہ رب العزت دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے مطابق فرمائے گا۔ تقویٰ، عمل صالح دین حق پر چلنے، صراط مستقیم کو اختیار کرنے اطاعت وبندگی میں زندگی گزارنے والوں کو وہ کچھ عطا کیا جائے گا جس کا انسان اپنی تمام فہم وفراست کے باوجود ادراک نہیں کر سکتا ایسے ہی کفر وبغاوت نافرمانی وشرک الٰہی کی سزا بھی ایسی ہی ملے گی جس کا انسان دور دور تک تصور نہیں کر سکتا۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بڑے واشگاف لفظوں میں آگاہ فرما رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کبھی مصائب وآلام سے دوچار کر کے اور کبھی دنیا کے وسائل وافر مقدار میں عطا کر کے، کبھی صحت وتندرستی عطا کر کے اور کبھی تنگ دستی وبیماری کے ذریعے، کبھی تونگری دے کر کبھی فقر وفاقہ میں مبتلا کر کے اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ ان کا امتحان لیتا ہے کہ کون ان

Marfat.com

حالات میں اپنے رب کا شکر گزار بنا رہتا ہے اور راضی بہ رضا رہتا ہے اور صبر و شکر کرتا رہتا ہے۔ اور کون بے صبری، ناشکری اور کفران نعمت کر کے غضب الٰہی کا موجب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو انسان کی تمام کیفیات سے پوری طرح باخبر ہے وہ اپنے بندوں کو اپنے دیے ہوئے اختیار کے سبب آزماتا ہے۔ مصیبت پریشانی و شر میں مبتلا ہونے پر تو انسان از خود اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور مجبوراً ہی سہی صبر و قناعت بھی کر لیتا ہے اور اللہ پر بھروسہ بھی کرتا ہے اور رحمت الٰہی سے امید بھی رکھتا ہے کہ یہ مصیبت یہ شر و پریشانی کبھی تو اللہ دور کرے گا۔ لیکن بھلائی اور خیر میں آزمائش بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اصل آزمائش و امتحان تو تب ہی ہوتا ہے جب اسے ہر قسم کی راحتیں آسائشیں میسر ہوں مال، دولت، اولاد غرض ہر چیز کی فراوانی ہو۔ ایسی حالت میں انسان اللہ کی اطاعت و بندگی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ تو میری محنت اور کوشش کے ذریعے مجھے حاصل ہوا ہے۔ اکثر انسان بیماری ضعیفی مصیبت و پریشانی میں شر کا مقابلہ کرتے ہیں لیکن صحت و عافیت میں ان کے پاس اختیارات کی اندھی قوت ہوتی ہے جس کے استعمال میں وہ اندھا دھند چلتے چلے جاتے ہیں اور آزمائش میں فیل ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ فقر و فاقہ اور مصیبت کی گھڑی میں یہ سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں وہ کبھی بھی اپنی عزت نفس کو مجروح نہیں ہونے دیتے اور کسی ذلت آمیز طریقے سے ملنے والے رزق حرام پر آمادہ نہیں ہوتے لیکن ان کے برعکس اکثر دولت مند اس آزمائش میں پورا نہیں اترتے دولت کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور قہر و غرور اور عیش و عشرت کو اپنا حق سمجھتے ہیں ان میں طمع و لالچ پیدا ہو جاتا ہے جو انہیں کہیں کا نہیں چھوڑتا دنیا کا لالچ بڑے بڑوں کی گردنیں جھکا دیتا ہے اور روحانی طور پر وہ اپنی گردنوں میں ذلت کا طوق ڈال لیتے ہیں۔ انسان کی خوش حالی اسے بہت ابتلا میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس کی بیداری کی قوت کو مفلوج کر دیتی ہے اس کی مدافعت جس سے وہ شیطانی وسوسوں کا دفاع

Marfat.com

کرسکتا تھا ختم ہو جاتی ہے یا کم سے کم ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''مومن کی شان بھی عجیب ہے کہ اس کا کام ہر حال میں کامیابی ہے۔ اور یہ سہولت صرف اہل ایمان کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں اگر اسے خوش حالی مل جائے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے' تو وہ اس کے لئے خیر ہو جاتی ہے اگر اس پر مشکل دن آ جائیں تو وہ صبر کرتا ہے' تو یہ برے دن بھی اس کے لئے اچھے ہو جاتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (ترمذی)

آیت مبارکہ کی تشریح سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ انسان کو اپنے برے دنوں کے مقابلے میں اپنے اچھے اور خوش حالی کے دنوں میں زیادہ ہوشیار و چوکنا رہنا چاہئے کہ شیطان ایسے میں زیادہ حملہ آور ہوتا ہے۔ انسان کو اچھے برے دونوں ہی حالات میں اپنے رب اپنے خالق حقیقی سے اپنا تعلق شکر و صبر کے ساتھ اطاعت و بندگی کے ساتھ قائم رکھنا چاہئے یہی اس کی اصل کامیابی کی ضمانت ہے لہٰذا صاحب عقل انسان کو ہر قسم کے حالات میں چاہے اچھے ہوں یا برے انہیں سمجھنے میں غلطی نہیں کرنا چاہئے۔ حالات جو بھی ہوں جیسے بھی ہوں۔ ان کے آزمائش اور امتحانی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور اسے بخیریت گزارنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ یہ صرف احمق اور نادان کم ظرف انسان کا ہی کام ہے کہ جب اچھے حالات ہوں تو فرعون بن جائے اور جب برے حالات ہوں تو زمین پہ ناک رگڑتا پھرے۔ دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کے بارے میں جس پر انسان مرمٹتا ہے اور اپنی آخرت کو بھول جاتا ہے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اسی کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور دیرپا ہے کیا تم نہیں سمجھتے (کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے) کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ (اچھا) کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے کیا اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جسے ہم نے صرف حیات دنیا کا کچھ یونہی سا سامان دے دیا ہو، پھر وہ بالآخر قیامت کے روز گرفتار کر کے باندھ کر حاضر کیا جائے گا۔(القصص۔۶۰۔۶۱)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرما رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کی بھلائی و بہتری کے لئے بتا رہا ہے تاکید تنبیہہ کر رہا ہے' کہ دنیا کی ساری رونقیں عارضی اور جلد ختم ہونے والی اور حقیر ہیں، ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لئے اپنے پاس جو نفیس سہولتیں اور آسائشیں تیار کر رکھی ہیں، وہ بہت عظیم ہیں اور دائمی بھی ہیں۔ یہ دنیا اور اس کا سارا ساز و سامان سب کچھ عارضی ہے، یہ سب دنیا کے سفر کی تکمیل پر ختم ہو جانے والا ہے۔ یہ دنیا تو ایک عارضی اور مختصر مدت کا سفر طے کر رہی ہے۔ اصل زندگی جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، وہ اس موجودہ عارضی زندگی کے بعد آنے والی ہے۔ اس عارضی موجودہ زندگی میں انسان چاہے جتنا بھی سر و سامان جمع کر لے اور اپنی زندگی کے چند سال چاہے جیسے بھی عیش کے ساتھ بسر کر لے لیکن ایک دن اسے ختم ہونا ہے اور یہاں کا سارا سر و سامان انسان کو اسی دنیا میں چھوڑ جانا ہے۔ کیا کبھی انسان نے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ وہ اس مختصر سی زندگی کا عیش و آرام کس قیمت پر حاصل کر رہا ہے وہ اپنی آنے والی دائمی زندگی ابدی زندگی کو اپنے عارضی عیش و آرام کی قیمت پر خستہ و بدحال اور مبتلائے مصیبت کر رہا ہے۔ کیا کوئی صاحب عقل و فہم انسان ایسا خسارے کا سودا کر سکتا ہے؟ عقل مند انسان تو وہ ہوگا جو اس دنیا کی چند روزہ زندگی کی مصیبتیں بھگت لے اور دنیا سے وہ بھلائی کما کر لے جائے جو اس کی دائمی زندگی کے ابدی عیش و آرام کا موجب بنیں۔

Marfat.com

اللہ کی اطاعت و بندگی احکام الٰہی اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے اور نہ دین حق کا نہ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ ہے کہ انسان اس دنیا کی متاع حیات سے استفادہ نہ کرے اور اس کی رونق و زینت کو لات مار دے دین اسلام کا مطالبہ تو صرف اتنا سا ہے کہ انسان ہر حال میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دے' کیونکہ دنیا فانی ہے اور اسے ایک نہ ایک دن ختم ہو جانا ہے جبکہ آخرت باقی رہنے والی زندگی ہوگی۔ دنیا کا عیش و آرام بہت ہی کم تر ہے جبکہ آخرت کا عیش ہر طرح سے بہتر ہے۔ اس لئے انسان کو دنیا کی متاع اور زینت عملِ خیر کے ذریعے ضرور حاصل کرنی چاہئے جو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی میں اسے سرخرو کرے' یا کم از کم اسے آخرت کے ابدی خسارے سے دوچار نہ کرے۔

دنیا کی ہر طرح کی دولت، مال و اسباب جس پر انسان مرمٹتا ہے اپنا ایمان تک خراب کر لیتا ہے۔ اس سے صرف دنیا کی زندگی میں ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جو بہت مختصر ہے۔ انسان اپنی عقل اور علم سے کام لے اور اپنے ارادے کو کام میں لا کر دنیا میں ملنے والی نعمتوں کو احکام الٰہی کے مطابق حاصل کرے اور احکام الٰہی کے ہی مطابق خرچ کرے تو وہ یقیناً حیات دنیا میں اپنی حیات آخرت کا اچھا اور بہتر بندوبست بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ بھی ہے وہ دنیا کے سب سروسامان سے کئی گنا افضل و بہتر ہے۔ اپنی مقدار میں بھی اور خواص میں بھی اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ سب کچھ دائمی یعنی ہمیشہ رہنے والا سروسامان ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو جو عقل سے کام لے سکتے ہیں، انہیں تاکید کر رہا ہے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور دنیا جو دراصل امتحان ہے آزمائش کا گھر یا ٹھکانہ ہے، یہاں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے اس کی بھرپور طریقے سے تیاری کر لیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے انعامات الٰہی سے سرفراز ہوں' آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

یہ بھی واضح فرمارہا ہے کہ جولوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے نافرمانی اور کفر کا رویہ اپنائیں گے انہیں روز حساب میدان حشر میں گرفتار کر کے زبردستی کھینچتے ہوئے حساب کتاب کے لئے حاضر کیا جائے گا جوان کی ذلت ورسوائی کا سبب ہوگا' عدالت الٰہی میں اس طرح پیش کیا جانا خود ایک سزا اور عذاب کی علامت ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر صاحب ایمان اپنی عقل وارادے کے درست استعمال سے اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرے اور پوری تیاری کے ساتھ آخرت کے سفر کا اہتمام کرے' اللہ تعالیٰ انسان کو عقل استعمال کرنے کا حکم بھی دے رہا ہے تا کہ وہ دنیا اور آخرت کے اہم ترین فرق کو سمجھے اور حقیقت آشنا ہو کر اپنی آخرت کے بہتر اسباب کا انتظام کر لے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''اللہ کی قسم دنیا' آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر نکال لے' اور دیکھے کہ سمندر کے مقابلے میں کتنا پانی ہوگا؟'' (مسلم شریف)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آخرت

آخرت کیا ہے؟

جس کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اتارا اور اس دنیا کو اس کے لئے آزمائش گاہ اور امتحان کا گھر بنایا اس دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے لئے نتیجہ خیز بنایا گیا ہے، اس دنیا میں کئے گئے اعمال کے ذریعے ہی انسان اپنی آخرت کے فیصلے کی خود تیاری کرتا ہے۔ آخرت ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق بہت سے عقائد کے مجموعے پر ہوتا ہے۔ اس میں حسب ذیل عقائد شامل ہیں۔

(۱)۔ یہ کہ انسان اس دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اپنے تمام اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔

(۲)۔ یہ کہ دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں، فانی ہے ایک خاص وقت مقررہ تک جس کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہی ہے پھر اس دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۳)۔ یہ کہ اس عالم کے خاتمے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک دوسرا عالم پیدا فرمائے گا اور اس میں پوری نوع انسانی جو ابتدائے آفرینش یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

Marfat.com

قیامت تک جو اس زمین پر پیدا ہوئی ہوگی کو بیک وقت دوبارہ پیدا کرے گا' اور سب کو میدانِ حشر میں جمع کر کے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا، ان سے حساب لے گا' اور ہر ایک کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا (نیک صالح اور متقی لوگوں کو جزا اور کفر وشرک کرنے والوں کو سزا)

اس سے پہلے کہ ہم ان عقائد کی تفصیل وتشریح میں جائیں بہتر ہوگا کہ مختصر مختصر آخرت کے بارے میں کچھ جان لیں۔ آخرت کا مفہوم ہے کہ کسی بھی خاتمے یا انجام کے بعد جس عمل کا آغاز ہوا سے آخرت کہا جائے گا۔ عالم آخرت کا وجود ہے جو ہماری اس دنیا کے خاتمے کے بعد شروع ہوگا۔ قرآن حکیم میں موت کے بعد جب اللہ کے حکم سے سارے انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے یعنی دوبارہ زندہ کیے جانے کو آخرت کہا گیا ہے۔ اس موجودہ دنیا کو دارالفنا یعنی فنا کا گھر اور آخرت کو دارالبقا یعنی باقی رہنے والا گھر کہا جاتا ہے آخرت کی زندگی بالکل نئی طرح کی ہوگی۔

آخرت پر ایمان دین حق اسلام کا پانچواں اہم اصول ہے۔ سب سے پہلا تو اللہ تعالیٰ پر ایمان' دوسرا اللہ کے فرشتوں پہ ایمان' تیسرا اللہ کی کتابوں پہ ایمان' چوتھا اللہ کے تمام رسولوں پہ ایمان اور پانچواں آخرت پہ یعنی موت کے بعد کی زندگی پہ ایمان لانا اس کے بغیر انسان کا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:۔ تم سب کا معبود صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔ (النحل۔۲۲)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف اپنی وحدانیت کا اعلان فرمایا

Marfat.com

ہے بلکہ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی کیا کہ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے' آخرت کو تسلیم نہیں کرتے وہ نہ صرف حکم الٰہی کے منکر، اس سے انحراف کرنے والے ہیں بلکہ اللہ کے حکم سے انکار کرنے والا اپنی بڑائی کو زیادہ اہم سمجھنے والا ہوگا جو سب حاکموں کے حاکم سب آقاؤں کے آقا کی بات ماننے سے انکار کرے وہ یقیناً غرور وتکبر کرنے والا ہی ہوگا، یہ ایک قطعی غیر ذمہ دارانہ فعل ہے۔ ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جو دنیا کی زندگی میں مست و بے خود ہوتے ہیں اور حقیقت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ حکم الٰہی کو مان کر اپنے نفس کو کسی طرح پابند کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس راہ پر چل رہے ہیں وہی درست ہے حالانکہ وہ سراسر شیطان کے مارے ہوئے بہکائے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کی آخرت ان کے ہی ہاتھوں برباد کرا رہا ہوتا ہے۔ اصطلاحاً موت سے لے کر قیامت تک کے وقفے کو عالم برزخ کہا گیا ہے اور قیامت سے لے کر ابدالآباد کے دور کو حشر کہا گیا ہے، جس میں تمام مخلوقات کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اسی کے مطابق عدل کیا جائے گا اور جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جائے گا جب فیصلہ ہو چکے گا تو آخرت کا دور شروع ہوگا جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے' گویا آخرت ہمیشہ کی وہ زندگی ہے جو دنیا میں کئے گئے اعمال یا امتحان و آزمائش کے بدلے ہی ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخرت کے بارے میں جو کچھ بھی بتایا ہے وہی درست ہے وہی ہماری اصلی زندگی ہے وہی ہمارا اصل مقام ہے۔ انسان کو اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس دنیا میں تو انسان وہیں جانے کی تیاری کرتا ہے۔ دین اسلام کا یہ حکم ہے کہ یہ تیاری اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں اللہ کی اس دنیا کو پرامن بنا کر ہونی چاہئے، دنیا میں انسان اپنے اعمال ہی کے ذریعے اپنی آخرت کی تیاری کرتا ہے۔

آخرت کے عقیدے کو سمجھنے کے لئے انسان کی روح کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ ہم

Marfat.com

جن چیزوں کو خیر وشر کہتے ہیں انہیں سمجھنے کے بعد ہی روح کو سمجھ سکتے ہیں۔ روح کی دو قسمیں ہیں۔(۱) روح الٰہی (۲) روح شیطانی۔ قرآن حکیم میں روح حیوانی کے لیے نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے جو لالچ' حرص وہوس اور بدی کے آگے جھک جاتا ہے۔ یہ شر اور بدی کی علامت ہے۔ انسان کو جب موت آتی ہے تو یہ مرجاتا ہے لیکن روح الٰہی زندہ رہتی ہے۔ یہی روح آخرت کا توشہ ہے جو خیر کو برقرار رکھتی ہے اور بدی کی مزاحمت کرتی ہے، انسانی نفس اس دنیا میں تین حالتوں سے گزرتا ہے۔(۱) امارہ یعنی باغی ونافرمان (۲) لوامہ یعنی خود کو مجرم وگناہ گار سمجھنا (۳) مطمئنہ پاک صاف اور اللہ کی رضا میں راضی رہنا۔ جب نفس مطمنہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو گویا وہ روح الٰہی سے مل جاتا ہے اور روح الٰہی آخرت کے لئے پورے طور پر تیار ہو جاتی ہے اس کا ذکر سورہ الفجر میں اس طرح ہوا ہے۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

ترجمہ:۔ اطمینان والی ہستی۔ تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ (الفجر۔۲۷۔۲۸)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں یہ ارشاد باری تعالیٰ اپنے نیک وصالح بندوں کے لئے ہے جب کسی متقی نیک وصالح انسان کی روح پرواز کرتی ہے تو فرشتے اسے خوش خبری سناتے ہیں بعض کے نزدیک موت کے وقت فرشتہ جب اللہ کے نیک بندے کو ساتھ لے جانے کے لئے آتا ہے تو یہی جملہ وہ کہتا ہے اور اس نیک انسان کو عزت واحترام کے ساتھ لے جاتا ہے اور ان نیک وصالح افراد کو روز قیامت اسے یہ خوش خبری سنائی جائے گی۔

آیت مبارکہ میں نفس مطمئن سے مراد وہ انسان ہے جس نے کسی شک وشبہ کے بغیر پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اللہ وحدہٗ لاشریک کو اپنا رب اور انبیاء کے لائے ہوئے دینِ حق کو اپنا دین بنایا ہوگا اور جو عقیدہ، جو حکم بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہو

Marfat.com

اسے سراسر حق مانا اور جس چیز سے اللہ کے دین نے منع کیا اس سے پورے اخلاص نیت سے دور رہا اور اسے برا سمجھا اور رک گیا' اور جس قربانی کی راہ حق میں ضرورت پیش آئی اسے بے دریغ پیش کر دیا' جن مشکلات اور تکالیف ومصائب سے واسطہ پڑا انہیں پورے صبر وسکونِ قلب کے ساتھ برداشت کیا۔ اور دوسروں کو دنیاوی فوائد حاصل کرتے دیکھ کر اور خود محروم رہ جانے پر اسے کوئی حسرت لاحق نہ ہوئی بلکہ وہ پوری طرح اطمینانِ قلب اور خلوصِ نیت سے دین حق کی پیروی کرتا اور دنیا کی گندگیوں سے بچتا رہا' ایسے ہی لوگوں کے لئے یہ خوش خبری ہے وہ اللہ سے راضی اور اللہ اس سے راضی، ایمان کی اس کیفیت کو سورہ الانعام آیت ۱۲۵ میں شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روح سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر وشعور اور عقل وتمیز اور فیصلہ واختیار کا حامل ہوتا ہے جس کی بدولت تمام دوسری مخلوقاتِ ارضی سے ممتاز اور حامل خلافت بنا' انسان کے اندر زندگی کی جو روح پھونکی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے، اسی پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر اللہ کا نائب وخلیفہ ہے۔ ملائکہ سمیت تمام موجوداتِ ارضی کا مسجود قرار پایا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں کئی جگہ نشان دہی کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان مرتا ہے تو موت محض جسم کی ہوتی ہے۔ روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے بلکہ وہ اپنی پوری شخصیت کے ساتھ زندہ رہتی ہے جو دنیا کی زندگی کے تجربات ذہنی اخلاقی اکتسابات سے بنی تھی، پھر یہ بات بھی سوچنے والی ہے کہ جب انسان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح میں سے کچھ پھونکا ہے تو پھر روح کیسے مر سکتی ہے، روح تو اس طرح اللہ کی ذات کا حصہ ٹھہرتی ہے اور اللہ کو کسی بھی طرح فنا نہیں ہے تو پھر روحِ الٰہی کیسے فنا ہو سکتی ہے اس سے آخرت کا جواز بھی پیدا ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اس زندگی کے بعد آنے والی زندگی کی تیاری اور دائمی زندگی گزارنے کے لئے ہی انسان کو اللہ نے زمین پر بھیجا تھا اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا تھا، زمینی

Marfat.com

زندگی میں اللہ نے جہاں حقوقِ الٰہی یعنی اپنے حقوق واطاعت کا حکم دیا ہے وہیں حقوق العباد یعنی انسانوں کے حقوق کا بھی حکم دیا ہے جو دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے بہت اہم ہیں ان کی طرف انسان زیادہ توجہ نہیں دیتا، انسان تو بمشکل حقوق اللہ پر کسی قدر توجہ دیتا ہے کیونکہ اس کے ذہن میں کہیں نہ کہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس لئے وہ احکامِ الٰہی سے ہٹ کر اپنی عقل وفہم کے مطابق احکامِ الٰہی کو ماننے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن حقوق العباد کی اہمیت، وقعت کو وہ تسلیم نہیں کرتا۔ اگر غور وفکر کیا جائے تو وہ زیادہ اہم اور مشکل مرحلہ ہے کیونکہ روز حشر اللہ تعالیٰ جب سب کا حساب کتاب کرے گا اور میزان عدل لگادی جائے گی تو ذرا سوچئے تو سہی وہ حساب کتاب اپنے بندوں سے کس چیز کا کرے گا، اس وقت بندے اور اس کے خالق کا معاملہ یعنی حقوق اللہ کا اتنا اہم نہیں ہوگا کیونکہ مالک اور اس کے غلام بندے سب اس کے سامنے حاضر ہوں گے اور اللہ کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ اپنے حقوق معاف فرمادے کیونکہ وہ بڑا ہی غفور، رحیم ومہربان ذات ہے اور وہ معاف کرنے کو پسند بھی بہت کرتا ہے اور اس سے تو انسان اپنی دنیاوی زندگی میں بار بار غلطیاں کر کے معافی مانگتا رہے تو بھی وہ معاف کر دیتا ہے۔ ویسے تو حقوق اللہ میں ہی حقوق العباد شامل ہیں۔ اگر انسان احکامِ الٰہی پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائے تو تمام حقوق اس میں ازخود آجاتے ہیں۔ بس احکام الٰہی کو اس کی اصل روح میں تعمیل کرنا ہے۔ جب اللہ کے حقوق میں کوتاہی کرتا ہے تو پھر حقوق العباد کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔

حقوق العباد کا مسئلہ بالکل مختلف ہے اکثر اوقات تو انسان کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے بھائی بندوں دوست احباب عزیز رشتہ دار یا مسافروں کے یا کبھی کبھی بالکل اجنبیوں کے بارے میں ان کی غیبت وغیر موجودگی میں کچھ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جو حقیقت میں الزام ہوتی ہیں، تہمت ہوتی ہیں، چغلی ہوتی ہیں اس لئے انسان کو اپنی

Marfat.com

آخرت سدھارنے کے لئے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بہت خیال رکھنا چاہئے کیونکہ ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں جو اچھی، بری بات کرے گا اس کی معافی صرف وہی شخص کرسکتا ہے اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ارادے کا اختیار دے کر جو ذمہ داری سونپی ہے وہ یونہی نہیں ہے، بلکہ یہ ذمہ داری بہت اہم ہے، اگر ایک انسان کسی دوسرے انسان کی حق میں کسی بھی طرح کی مداخلت کرتا ہے، چاہے وہ اس کی ذات میں ہو یا اس کے مال واسباب میں، وہ اس غلطی کے لئے جب تک اسی متعلق انسان سے معافی نہیں مانگے گا، اسے معافی نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ صرف اپنے حقوق کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے، اپنے بندوں کو جو اختیار دیا ہے وہ اس میں قطعی مداخلت نہیں کرتا، اس لئے کسی انسان کے حقوق اگر کسی نے غصب کئے ہوں گے تو اس کی معافی وہی انسان کرسکتا ہے دوسرے کسی کو یہ اختیار نہیں ورنہ روز حشر جب حساب کتاب ہوگا تو انسان نے جن جن کے حقوق مارے ہوں گے مداخلت کی ہوگی اللہ روز عدل جب فیصلہ کرنے بیٹھے گا تو خطا کار انسان یعنی جس نے حقوق مارے ہوں گے اس کی نیکیاں اس کو ملنے والی جزا میں سے مدعی کا حساب چکتا کرے گا اور اگر مدعیہ کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی یا کم ہوں گی تو مدعی کے گناہ وعذاب اسے منتقل کردیئے جائیں گے اور اس کی سزا میں مزید اضافہ کا سبب بنیں گے اس لیے حقوق العباد کی اہمیت اپنی جگہ بہت ہی اہم ہے اسے بھی سمجھ لیا جائے کہ حقوق اللہ کیا ہیں اور حقوق العباد کیا ہیں کیونکہ آخرت میں ان کا ہی حساب کتاب ہوگا روز حشر میدان عدل میں ان کی ہی پرسش ہوگی۔

حقوق العباد:۔ یعنی انسانوں کے حقوق انسان پر۔ اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد پر بہت ہی زیادہ زور دیا گیا ہے۔ میدان حشر میں بھی حقوق العباد کے بارے میں ہی زیادہ پوچھ گچھ ہوگی۔ انسانی حقوق کے بارے میں معمولی سے معمولی غلطی بھی قابل گرفت

Marfat.com

ہوگی جن باتوں پر انسان زندگی میں دھیان نہیں دیتا انہیں نظر انداز کرتا رہتا ہے اور اکثر اسے یاد بھی نہیں رہتیں لیکن اللہ کے قائم کردہ نظام کے تحت وہ سب انسان کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہتا ہے۔ حقوق العباد میں آداب مجلس، گفتگو کے آداب اور ملاقات کے آداب بھی شامل ہیں۔ ہر انسان اپنے عزیز و اقارب، مساکین و یتامیٰ، مہمان و مسافر اور ملک و ملت کے متعلق اپنے فرائض انجام دیتا ہے، ماں باپ سے، بہن بھائیوں سے محلّہ داروں سے، ہمسایوں سے، ہم وطنوں اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا ہے ان کا ہر آن خیال رکھتا ہے۔

حقوق العباد میں انسان جن چیزوں کو اکثر اہمیت نہیں دیتا، اپنے ارادے سے یا بلا ارادہ ان کا ارتکاب کر گزرتا ہے اور اپنا اتنا بڑا نقصان کر لینے کے باوجود اسے محسوس تک نہیں ہوتا جیسے کسی پر پھبتیاں کسنا، الزام لگانا، اعتراض کرنا، عیب جوئی کرنا، گالیاں دینا، کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں کنایوں کے ذریعے کسی کو ملامت کا نشانہ بنانا، طعن تشنع کرنا، چونکہ ان افعال سے دو انسانوں کے آپس کی تعلقات بگڑتے ہیں جس سے معاشرے میں بگاڑ، دنگا فساد پیدا ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو برے افعال کہہ کر ان سے منع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ (طعن نہ کرو) اور نہ کسی دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت ہی بری بات ہے، اور جو اپنی روش سے

Marfat.com

باز نہ آئیں اور توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔ (الحجرات۔۱۱)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں رب العزت دنیاوی معاشرے کی اہم خرابیوں، برائیوں کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کر رہا ہے اور انسانی معاشرے میں پھیلی عام برائیوں کے سد باب کا حکم دیا جا رہا ہے جو بالعموم معاشرے میں لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کرتی ہیں، ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی اور دوسرے کے عیوب کا تجسس، درحقیقت یہی وہ اسباب ہیں جن سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں اور عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بڑھتے بڑھتے ان سے بڑے بڑے فتنے بھی رونما ہو جاتے ہیں۔ اسلام ہر شخص کی بنیادی عزت کا احترام کرتا ہے، اس پر حملہ کرنے کی کسی کو کسی بھی طرح اجازت نہیں دیتا، قطع نظر اس کے کہ حملہ واقعیت پر مبنی ہو یا نہ ہو اور جس پر حملہ کیا گیا ہے یعنی جسے بے عزت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کی عزت کی کوئی حیثیت معاشرے میں ہو یا نہ ہو۔ ایک انسان دوسرے انسان کی کسی بھی طرح تذلیل کرے، اسے اس کا یہ فعل اسے اس کا مجرم بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ الّا یہ کہ اس تذلیل کا کوئی شرعی جواز ہو۔

مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے، بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام یا شکل وصورت یا لباس وغیرہ پر ہنسنا، یا اس کے کسی عیب یا نقص کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں، یہ سب بھی مذاق اڑانے میں آئے گا۔ اصل ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کی کسی بھی طور طریقے سے تضحیک و بے عزتی نہ کرے کیونکہ کسی کی تضحیک کرنے میں لازماً اپنی بڑائی و اہمیت کے احساس کا ہوتا ہے کسی دوسرے کی تحقیر و تذلیل کا باعث ہوتا ہے، کسی کو کسی بھی طرح سے ذلیل کرنا نہ صرف اسلامی اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اخلاقاً بھی بہت ہی سخت معیوب بات ہے کیونکہ اس سے دوسرے شخص کی دل

Marfat.com

آزاری ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد بھی ہوسکتا ہے۔اسی بنا پر ایسے تمام افعال کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں کو ہی حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ عورتوں کو بھی خصوصاً تاکید فرمائی ہے، مردوں اور عورتوں کا ذکر الگ الگ کرنے سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ اسلام کسی طرح بھی مخلوط سوسائٹی کا نہ قائل ہے نہ اجازت دیتا ہے، اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ مردوں کے لئے مردوں کو منع فرمایا گیا اور عورتوں کے لئے عورتوں کو۔ایسا نہیں ہے کہ مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی کسی طرح تذلیل وتضحیک کرسکتے ہیں یا ان کا مذاق اڑا سکتے ہیں۔ مذاق عموماً بے تکلف مجالس میں ہوا کرتا ہے جہاں چند بے تکلف دوست احباب جمع ہوتے ہیں۔ اسلام نے تو ویسے ہی یہ گنجائش نہیں رکھی کہ غیر محرم مرد اور عورتیں کسی جگہ جمع ہوکر آپس میں ہنسی مذاق کریں۔ اسلام اور اسلامی معاشرہ اور نظام تو اس کا تصور نہیں کرتا کہ ایک ہی محفل ومجلس میں کسی مرد کا کوئی عورت مذاق اڑائے یا کوئی مرد کسی عورت کا مذاق اڑائے۔

آیت مبارکہ میں لفظ "لمز" استعمال ہوا ہے جو اپنی معنویت میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔اس میں طعن وتشنیع کے علاوہ کسی پر پھبتیاں کسنا' چوٹیں کرنا' الزام لگانا' اعتراضات جڑنا' عیب چینی کرنا' کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں میں کسی کو نشانہ ملامت بنانا۔ چونکہ یہ سب افعال بھی تعلقات کو بگاڑتے ہیں اور معاشرے میں خرابی وفساد برپا کرسکتے ہیں اس لئے ان کو بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

انسان اگر غور کرے تو آیت مبارکہ میں یہ بات کہی گئی ہے "اپنے اوپر طعن نہ کرو" اس سے یہ واضح ہوگیا ہے دوسروں پہ طعن کرنا دراصل خود اپنے آپ کو مطعون کرنا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ جب کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں کوئی بدگوئی کوئی بری

Marfat.com

بات طعن تشنیع کرتا ہے تو اس کے دل میں اس شخص کے لئے پہلے سے برے جذبات پل رہے ہوتے ہیں، اچانک ایسا کم ہی ہوتا ہے وہ بھی کسی بات کے ردعمل کے طور پر تو ہوسکتا ہے لیکن جو شخص کسی کے بارے میں کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یا اس کی کسی بات سے، حرکت سے ناراضگی کے باعث اس شخص کے بارے میں اپنے برے جذبات وخیالات کا جب اظہار کررہا ہوتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ اس کے سینے میں یہ لاوا پہلے سے پک رہا تھا، اس طرح ان جذبات کی پرورش کرنے والا دوسروں سے پہلے خود اپنے نفس کو بدی کا گھر بنا چکا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ دوسروں پہ چوٹ کرتا ہے تو درحقیقت اس طرح وہ خود اپنے اوپر جوابی کارروائی کرنے کی دوسرے کو دعوت دے رہا ہوتا ہے یہ اور بات کہ سامنے والا اپنی شرافت یا تقویٰ کی وجہ سے ان جملوں کو ٹال دے مگر طعن وتشنیع کا حملہ کرنے والے یا تہمت والزام لگانے والے نے تو اپنی طرف سے پہل کر کے اس شخص کو جس پر اس نے اپنے برے جذبات آزمائے تھے کے لئے راہ ہموار کر دی کہ وہ بھی ردِعمل کے طور پر اس پر حملہ آور ہوسکتا ہے جوابی کارروائی کرسکتا ہے، یوں ہی بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے اور پرکا کوا بن کر ایک بظاہر چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور نوبت جھگڑے فساد تک بھی پہنچ سکتی ہے دو انسانوں میں دشمنی کی ابتدا اسی طرح ہوتی ہے اور بات بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں یہ بھی ارشاد فرما رہا ہے ''کسی کو برے لقب سے نہ پکارو۔'' کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا یا ایسا لقب دینا جو اسے ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر ہو رہی ہو مثلاً کسی کو لنگڑا یا اندھا کہنا چاہے وہ شخص ایسا ہی کیوں نہ ہو کسی کو فاسق یا منافق کہنا یا کسی کو اس کے اپنے کسی عیب کی وجہ سے یا اس کے خاندان یا ماں باپ کے کسی نقص یا عیب کی وجہ سے کسی لقب سے پکارنا یا کسی غیر مسلم کے اسلام قبول کر لینے کے باوجود اس کے سابق مذہب کے حوالے سے پکارنا، یا کسی خاندان اور برادری یا کسی گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو

Marfat.com

اس کی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔ ہاں ایسے القاب جو کسی بری نیت سے کسی کی تذلیل و مذمت کے لئے نہ ہوں یا انہیں پکارنے والے کا مقصد کسی بدی، برائی کا نہ ہو صرف ان کی شناخت و پہچان کا ہو تو ایسے القاب اس حکم کے تحت نہیں آئیں گے۔

آیت مبارکہ میں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھا دی گئی ہے کہ ایک اہلِ ایمان مسلمان کے لئے یہ بات سخت شرم ناک ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود وہ بدزبانی، بدکلامی اور عیب جوئی میں اپنا نام پیدا کرے۔ اگر کوئی شخص اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آخرت پر ایمان رکھنے کے بعد ایسے ذلیل اوصاف کا حامل ہو تو خود سوچیں کہ آخرت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اگر اس نے اپنی زندگی میں لاکھوں نیکیاں بھی کی ہوں، تب بھی وہ روز آخر تہی دست یعنی خالی ہاتھ ہی رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑے رحم و کرم کا معاملہ فرماتا ہے۔ اس لئے وہ اہل ایمان لوگوں کو ان کے روزمرہ کی عادات و اطوار کی اصلاح کرنے اور آخرت کی حفاظت کرنے کا درس دے رہا ہے، اسی سورہ کی اس آیت سے پہلی آیت میں بھی اہل ایمان کو باہمی تعلقات کو درست رکھنے کی ہدایت فرما رہا ہے ارشاد رب العزت ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾

ترجمہ:۔ مسلمان تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ (الحجرات۔۱۰)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک عالم گیر برادری قائم کر دی ہے، تمام موتی ایک لڑی میں پرو دیئے کہ مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کیونکہ ان سب کی اصل انہیں ایک دوسرے سے جوڑنے والی اصل، ان کا ایمان ہے۔ اس لئے ان کی اصل اہمیت کا تقاضا ہے کہ ایک دین کے ماننے والے آپس میں مل جل کر رہیں،

Marfat.com

آپس میں نہ لڑیں' ایک دوسرے کے دست وبازو بن کر رہیں۔ مونس وغم خوار' ہمدرد وخیر خواہ بن کر رہیں اور اگر کسی کے دل میں کسی مسلمان بھائی کی طرف سے کوئی غلط فہمی یا نفرت پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے انہیں آپس میں دوبارہ ملا دو کیونکہ عناد وتکذیب کی راہ اللہ کی ناپسندیدہ راہ ہے اس کا نتیجہ عذابِ الٰہی کی صورت میں نکلتا ہے۔

جو اخوت و بھائی چارہ، اہل ایمان میں پایا جاتا ہے وہ کسی اور مذہب ومسلک کے پیروؤں میں نہیں ملتا۔ اسی اخوت کی برکت ہے کہ مسلمان معاشرہ دنیا کا بہترین معاشرہ اور نظام حیات ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ (بخاری' مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان' مال اور عزت حرام ہے'' (مسلم' ترمذی)

اللہ تعالیٰ جس گناہ کو چاہتا ہے (سزا کے واسطے) قیامت تک کے لئے موخر کر دیتا ہے لیکن تین قسم کے گناہ ایسے ہی جن کی سزا انسان کو موت سے پہلے ہی بھگتنی پڑتی ہے۔ (۱) اللہ سے بغاوت وسرکشی (۲) والدین کی نافرمانی (۳) قطع رحمی۔ حقوق العباد کے سلسلے میں ضروری ہے کہ انسان کمزوروں کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ پڑوسیوں کے آرام کا خیال رکھے۔ مہمان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے' یتیموں کی امداد کرے اور ان کا مذاق نہ اڑائے۔ عام لوگوں پر رحم کرے' یہ سب حقوق العباد کا حصہ ہیں اسے پورا کرنے والا ہی اللہ کا نیک بندہ کہلائے گا۔ قرآن حکیم میں حقوق العباد کے بارے میں سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝

ترجمہ:۔اور اللہ کی عبادت (بندگی) کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو (نیک برتاؤ کرو) قرابت دار رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے قرابت دار ہمسایوں سے اور اجنبی ہمسایوں سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور لونڈی غلاموں سے (نوکر چاکروں سے یعنی ملازمین) جو تمہارے قبضے میں ہوں' احسان کا معاملہ رکھو' یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں، شیخی خوروں کو پسند نہیں کرتا۔(النساء۔۳۶)

تفسیر:۔اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں حقوق العباد کے تمام اہم پہلوؤں کو کھول دیا ہے اور یہ بھی فرمادیا کہ اس سلسلے میں کن کن لوگوں کا خیال کرنا ہے اور ان کے ساتھ محبت ومروت کا سلوک کرنا ہے، سب سے پہلے انسان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اللہ رب کریم کی بندگی واطاعت، ایسی اطاعت وبندگی جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہو، اس میں کسی بھی طرح سے کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔جب انسان پوری طرح ارکانِ ایمان کو اپنالیتا ہے تو اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ایک اہلِ ایمان شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح سے حقوق العباد کا پوری طرح خیال رکھے تاکہ اپنی آخرت کی تیاری پوری طرح سے اور اچھی طرح سے احکام الٰہی کے مطابق کرسکے' آیت کریمہ میں تمام خاص وعام رشتوں کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔اس میں رفیقِ سفر' شریکِ سفر' رفیق حیات اور ہر وہ شخص جو فائدے کی امید پر کسی کی ہم نشینی اختیار کرے، اس میں ایسے شاگرد بھی آجاتے ہیں جو تحصیل علم کے لئے ہم نشیں ہوں، ایسے لوگ بھی جو کوئی کام سیکھنے کی غرض سے کسی شخص کے

Marfat.com

پاس بطور شاگرد اس کے کام میں شامل ہوں' کارخانوں کے ملازم' گھریلو نوکر چاکر سب سے حسنِ سلوک اور نرم رویوں کی تاکید کی گئی ہے اور کسی بھی لمحے کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ انسان کے فخر وغرور اور تکبر کو پسند نہیں کرتا اور یہ بات بھی طے ہے کہ اگر انسان کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور وتکبر ہوگا تو جن لوگوں سے حسنِ سلوک کی تاکید کی جارہی ہے، ان کے ساتھ وہ صحیح معنوں میں نہ حسن سلوک سے پیش آئے گا اور نہ ہی عبادت الٰہی کا حق ادا کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے اور ہر انسان کی آخرت کا دارومدار بھی حقوق العباد کی ادائیگی اور وہ بھی اچھی بہتر ادائیگی پر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہر انسان حقوق اللہ کی ادائیگی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ بڑی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ ہر اس بات اور کام سے بچے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور ہر وہ عمل، ہر وہ بات ضرور کرے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں حکم دیا ہے۔

حقوق اللہ:۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے وجود سے اس کی عطا کردہ تمام جسمانی نفسانی قوتوں سے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین سے رزق اور تمام دیگر ذرائع سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس پر خود بخود اپنے خالق ومالک کے حقوق عائد ہو جاتے ہیں جن میں سب سے پہلے تمام ارکان اسلام کی، احکام الٰہی کی، اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پابندی کرنا ہے، حقوق اللہ کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے کہ تمام انسان اسے ہی اپنا معبود حقیقی مانے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور اعتراف بندگی کے لئے صرف اس کے ہی آگے اپنا سر جھکائے اور اپنی تمام حاجتوں' ضرورتوں کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع کرے' اسی کو ہر قسم کی مدد کے لئے پکارے اور اللہ تعالیٰ کی ہی ذات پر بھروسہ کرے۔ اسی سے اپنی تمام امیدیں وابستہ کرے اور اسی حاکم الحاکمین سے ظاہر وباطن میں ڈرے اور جس چیز کو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا ہے حرام اور جسے حلال قرار دے دیا ہے اسے حلال سمجھے۔حرام اور حلال کی حدود کے تعین کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کے حقوق وفرائض کا تعین کرنے والا ہے وہی امر و نہی کے احکام دینے والا ہے اور وہی ہے جو اپنی دی ہوئی قوتوں اور بخشی ہوئی زندگی اور تمام وسائل کو صرف اللہ کی اطاعت و بندگی کے لئے استعمال کرنے کا حکم دے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے کہ تمام بندے اس کی حاکمیت کو تسلیم کریں اور اس کے حکم کو ہی منبع قانون مانا جائے اور ہر ہدایت و رہنمائی کے لئے اسی سے رجوع کیا جائے۔قرآن حکیم میں سورۃ المدثر میں ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

ترجمہ:۔اور یہ کوئی سبق حاصل نہیں کریں گے، الا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔وہ اس کا حق دار ہے کہ اس سے تقویٰ کیا جائے اور وہ اس کا اہل ہے کہ (تقویٰ کرنے والوں) کو بخش دے۔(المدثر۔۵۶)

آیت مبارکہ تمام انسانیت کو اور خصوصاً اہل ایمان افراد کو دعوتِ فکر دے رہی ہے لیکن انسان خود اپنے آپ سے اتنا غافل اور بے پروا ہے کہ وہ اپنے اردگرد اور سامنے پھیلی حقیقتوں تک کے بارے میں سوچتا سمجھتا نہیں ہے، زندگی تو ایک سیلابی ریلے کی مانند ہے جو اسے بہائے لئے جا رہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو اختیار اور ارادے کی دولت دی ہے اور عقل وفہم کی قوت سے نوازا ہے اس کی وجہ سے ہر انسان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ دنیا کی زندگی کا ایک ایک قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھائے کیونکہ اس کی آنے والی زندگی کا ہر ہر پہلو اس کی اس زندگی کے اعمال وافعال سے جڑا ہے۔اللہ تعالیٰ انسانوں سے کیا چاہتا ہے؟ بے شک اللہ کی چاہت پردۂ غیب میں ہے لیکن انسان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کی رضا کیا ہے؟ اور کس میں ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خوب اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ مسلمان پوری

Marfat.com

طرح سے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہے اور اس کی پوری توجہ پورے اخلاص نیت سے اللہ کی ذات کی طرف متوجہ رہے کیونکہ اسلام کسی انسان کے دل میں اس وقت تک جاگزیں نہیں ہوسکتا جب تک وہ پورے اخلاص اور کوشش خاص سے خود اپنے اختیار وارادے سے اللہ کی طرف رجوع نہ کرے۔ جب انسان کی زندگی کے تمام واقعات وحادثات تمام معاملات زندگی اللہ کے احکام کے مطابق انجام دیئے جانے لگے تو ہی وہ صحیح طور پر مسلمان کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے۔

لیکن انسان کے ساتھ چونکہ اس کا ازلی دشمن شیطان ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے اور وہ تمام برائیوں، برے کاموں کو دل کش اور دل چسپ بنا بنا کر انسان کو سیدھے راستے سے بھٹکاتا، بہکاتا رہتا ہے، اس کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے جس کے سبب وہ اپنے ارادے کے اختیار کو درست طور پر استعمال نہیں کرتا اور احکام الٰہی سے روگردانی کرتا چلا جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے عذاب الٰہی کو دیکھنے کے باوجود نہ عبرت حاصل کرتا ہے نہ ہی کچھ سبق حاصل کرتا ہے یہ اور بات کہ اللہ ہی اسے سیدھے راستے پر چلانا چاہے تو ہی وہ سیدھے راستے پر چلتا ہے یہ بھی بڑا اہم نکتہ ہے کیوں کہ تمام نصیحت تو اللہ کی توفیق کے مطابق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کا مستحق ہے کہ اس کے دل کو اپنی طرف پھیر دے۔ اللہ جس طرف چاہتا ہے انسان کے دل کو پھیر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہمارے ارادے ہماری نیت تک سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ شخص اچھی نیت نیک، ارادوں کا مالک ہے تو اس کے دل کو اپنی طرف پھیر دیتا ہے اور وہ اچھائی اور نیک کاموں میں لگ جاتا ہے لیکن جن کی نیت وارادے ہی ٹھیک نہیں ہوتے اللہ ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔ وہ اپنا کرم جن انسانوں پر چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کا نظام مشیت بڑا مستحکم ومضبوط ہے، اس سے کوئی متصادم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کسی بھی حیثیت میں کوئی اس کی مخالفت کرسکتا ہے کیونکہ انسان کے تمام ارادے تمام

Marfat.com

حرکات بھی اللہ کی وسیع ترین مشیت کے اندر ہی ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا حق ہے کہ انسان اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کی ذاتِ عالی اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے بندے اس سے ڈریں تا کہ وہ احکامِ الٰہی کی پابندی کر سکیں تا کہ وہ اللہ سے ڈر کر تقویٰ کی راہ اختیار کرے کیونکہ انسان کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ تقویٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مہربان اور رحیم وکریم ہے وہ اپنے متقی بندوں کی مغفرت و بخشش کے لیے حیلے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے، وہ تو چاہتا ہے کہ اس کے تمام بندے متقی و پرہیزگار بن کر رہیں، دنیا کی زندگی انہیں اس لئے دی گئی کہ وہ اپنے اختیار سے تقویٰ اختیار کر سکیں اور اپنی آخرت کا صحیح انتظام کر سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے تمام بندے اس کی اطاعت و بندگی بجالائیں اور تقویٰ اختیار کریں، صراط مستقیم پر چلیں اور سیدھے اپنے آخری اور ہمیشہ رہنے والے گھروں میں پہنچ جائیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو عقل وفہم کی قوت عطا کی ہے اگر اسے استعمال کرے اور سوچے سمجھے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ تمام حقوق اللہ اور تمام حقوق العباد کی تکمیل و تعمیل کرنے سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ اللہ کو اس سے کیا فائدہ یا نقصان ہو سکتا ہے کہ سارے کے سارے انسان صرف اس کے مطیع و فرمانبردار بن کر اس کی اطاعت و بندگی عبادت کریں یا سب کے سب نافرمان اور باغی بن کر کفر کرتے رہیں وہ مالک کائنات وہ احکم الحاکمین تو سب پر پوری طرح قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے جو قوانین، جو حدود، جو نظامِ مشیت رائج کیا ہے وہ سب انسانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہے۔ ساتھ ہی یہ اختیار بھی انسان کو عطاء فرما دیا کہ وہ اپنے لئے خود جو چاہے جیسا چاہے فیصلہ کر لے اپنے آخری اور دائمی ٹھکانے کا انتخاب خود اپنی دنیا میں تیاری سے کر لے اگر انسان اپنی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے گزارے تو وہ تقویٰ کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے۔ تقویٰ کوئی مشکل کام نہیں جسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان کسی ایسے راستے سے

Marfat.com

گزر رہا ہے جس کے چاروں طرف خاردار جھاڑیاں ہی جھاڑیاں ہوں وہ ان سے بچتا بچاتا اپنے کپڑوں کو جھاڑیوں میں الجھنے سے بچاتا گزر جائے، بالکل ایسے ہی اگر انسان اس دنیا میں پھیلے تمام شیطانی حربوں، کاموں اور خوشنما دھوکوں سے اپنے آپ کو بچالے تو وہ متقی بن سکتا ہے۔ تقویٰ کسی خاص عمل کا نام نہیں ہے، تقویٰ تو خود کو احکام الٰہی کی پیروی کرنے پر آمادہ کرنے اور رکھنے اور تمام منکرات سے بچے رہنے کا نام ہے اور انسان کو ہر حال میں اپنے رب کا شکر گزار بن کر رہنا چاہئے کہ شکر گزاری اللہ کو بہت پسند ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ارشاد باری ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔ (الضحیٰ۔۱۱)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احسانات کئے ہیں مثلاً سب سے پہلے تجھے اچھے طریقے پر پیدا کیا تیرے جسم کے ایک ایک اعضاء کو متناسب اور خوبصورت بنایا' ایمان کی دولت سے سرفراز کیا' تیری نگہداشت و پرورش کا پورا انتظام و اہتمام کیا' تیری کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا' تجھے قناعت و تونگری بخشی' دنیا میں عزت و مرتبہ دیا' اولاد' مال و دولت سے نوازا' دنیا کی تمام نعمتیں جن سے ہر روز ہر لمحہ واسطہ پڑتا ہے خود انسان کی ذات اور اس کی زندگی میں کام آنے والے تمام وسائل کو ہی دیکھ لیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے، اس لئے ہر لمحہ ہر آن انسان کو اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔ شکر گزاری انسانوں پہ فرض ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اللہ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کے اظہار کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے لیکن تکبر و فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے طور پر اور اس ذاتِ عالی کا زیر بار احسان ہوتے ہوئے اور اس کی قدرت و طاقت سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہ کردے۔ اس

Marfat.com

کا شکر، اس کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ یہ بھی حقوق اللہ میں شامل ہے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان کرنے سے نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے، اس سے نہ صرف نعمت الٰہی پاک ہوتی ہے بلکہ عملاً شکر بھی ادا ہوتا ہے۔ خاموشی اور شریفانہ گفتگو بھی شکر الٰہی کا ذریعہ ہوتی ہے۔

اب آخرت کے پہلے عقیدے کے بارے میں تشریح کی طرف بڑھتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ انسان دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اپنے تمام اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے اور یہی جوابدہی اس کی آخرت کے لئے فیصلہ کن ہوگی۔ اس سے پہلے کہ ہم انسان کی ذمہ داریوں کی طرف بڑھیں اسے سمجھ لیں کہ روز حساب کیا سوال جواب ہو سکتے ہیں، ان کی کیسے تیاری کرنا ہے، اللہ کیا پوچھے گا اور ہمیں کیا جواب دینا ہے، روزِ محشر کی تیاری کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلافت عطا کی ہے، اللہ نے اپنے سارے سوالات اور ان کے سارے جوابات اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرما دیئے ہیں اور ان تمام سوالات کے جوابات تو انسان کو اسی دنیا میں دینا ہیں، یہیں ساری تیاری کرنا کرانا ہے، روزِ محشر تو صرف فیصلے کا دن ہوگا جو ہر انسان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے برے اعمال کے مطابق سنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پہ اس دنیا میں کیا پابندیاں، کیا حدود عائد کی ہیں، اس کے بارے میں تفصیل قرآن حکیم میں ہے، یہاں مختصراً کچھ آیات کی تشریح کی جاتی ہے، جیسا کہ سورہ الانعام میں ارشاد رب العزت ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) ''ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ

Marfat.com

تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔(۱) یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو(۲) والدین کے ساتھ نیک سلوک واحسان کا معاملہ کرو(۳) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے(۴) بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی (۵) اور کسی بھی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا (جس کا خون بہانا حرام کر دیا ہے) اسے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے کہ شاید تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ (الانعام۔۱۵۱)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔(۶) اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ بہترین ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد میں پہنچ جائے (۷) اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں دیتے جتنا اس کے امکان میں ہے(۸) اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو(۹) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید تم نصیحت قبول کرو۔ (الانعام۔۱۵۲)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کر رہا ہے کہ وہ اہل ایمان کو بتا دیں کہ ان کی آخرت کی بہتری اور ان کی بھلائی کے لئے اللہ نے ان پر کیا ذمہ داریاں عائد کی ہیں اور ان ذمہ داریوں کی کیا حدود ہیں سب سے اہم اور پہلی حد:۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ اس کی صفات میں نہ اختیارات میں اور نہ اس کے حق میں کسی کو بھی کسی بھی طرح

Marfat.com

شریک ہرگز ہرگز نہیں ٹھہرانا، یہ حکم الٰہی ہے کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ اور جرم ہے جس کی کوئی معافی نہیں، مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام اور دوزخ کو واجب کر دیا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ بات بار بار مختلف انداز میں بیان ہوئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی تاکید فرمائی ہے لیکن لوگ شیطان کے بہکاوے میں آ کر شرک کا عام ارتکاب کرتے ہیں اور خود اپنے اوپر ظلم کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ذات الٰہی میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو کسی طرح کا حصہ دار بنایا جائے جیسے نصاریٰ کا عقیدہ تثلیث مشرکین کا فرشتوں کو اللہ کا بیٹا ماننا ایسے ہی کفار کا دیوی دیوتاؤں کو ماننا یہ سب شرک فی ذات الٰہی میں ہے اور صفات الٰہی میں شرک یہ ہے کہ اللہ کی صفات عالیہ جیسی صفات کا کسی دوسرے میں پایا جانا مثلاً کسی کے متعلق یہ ماننا کہ اس پر غیب کی ساری حقیقتیں روشن ہیں وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے وہ بالکل معصوم ہے ہر برائی سے پاک اور بالکل بے خطا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شرک یہ ہے کہ جو اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ان میں یا کسی ایک میں بھی اللہ کے سوا کسی اور کو ان صفات کے لئے تسلیم کرنا۔ مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع پہنچانا' حاجت روائی دستگیری کرنا' محافظت ونگہبانی کرنا' دعائیں سننا اور قسمت کا بنانا اور بگاڑنا، حرام وحلال اور جائز وناجائز کے حدود کو مقرر کرنا' انسانی زندگی کے لئے قانون وشرع تجویز کرنا۔ یہ سب الٰہی اختیارات ہیں ان میں سے غیر اللہ کے لئے تسلیم کرنا شرک ہے۔ (تفہیم۔ جلد اول۔ صفحہ ۹۸)

حقوق الٰہی میں شرک یہ ہے کہ مثلاً کسی کے سامنے رکوع کرنا یا سجدہ کرنا' دست بستہ قیام کرنا یعنی ہاتھ اس طرح باندھ کر باادب کھڑے ہونا جیسے نماز کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ سلامی وآستانہ بوسی کرنا' شکرِ نعمت یا اعترافِ برتری کے لئے نذر ونیاز یا قربانی دینا۔

Marfat.com

قضائے حاجات اور رفع مشکلات کے لئے منت ماننا اور مشکلات میں مدد کے لئے اللہ کے سوا کسی کو پکارنا اور ایسی تمام باتیں جن سے کسی کی پرستش و تعظیم و تمجید کے جذبات ظاہر ہوتے ہوں اور دوسری تمام ایسی صورتیں جو حقوق اللہ کے لئے مخصوص ہیں، سب شرک میں آتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرے، غیب و شہادت اور حیثیت میں اس کی ناراضگی سے ڈرا جائے، کسی بھی طرح اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرا جائے، یہ سب اللہ کے حقوق ہیں اور یہ بھی اللہ کا حق ہے کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے اور اس کی ہدایات کو ہی غلط صحیح کا معیار مانا جائے۔ یہ بات طے ہے کہ اللہ کے حقوق میں سے کوئی بھی حق اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے گا تو وہ شرک ہوگا۔ یہ سب حقوق اللہ میں آتا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ کی توحید و اطاعت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، آیت مبارکہ میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ بھی انسان پر اس کی خلافت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اطاعت الٰہی کے بعد والدین کی اطاعت کی بڑی اہمیت ہے اور بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق انسان پر والدین کا ہے۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے جو انسان والدین کی اطاعت درست طریقہ سے نہیں کرتا اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے تقاضے پورے نہیں کرتا وہ ربوبیت الٰہی، اطاعت الٰہی، کے تقاضے بھی پوری طرح ادا نہیں کر سکتا، وہ اطاعت الٰہی میں بھی ناکام و نامراد ہی رہے گا۔ دنیا میں اللہ کا نائب ہونے کے ناطے انسان پر جو اہم ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے اور یہ حقوق العباد کا حصہ ہے۔

آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔'' زمانہ جاہلیت میں یہ فعل بد عام تھا کہ

Marfat.com

لوگ اپنی مفلسی اور فاقہ کشی کے باعث اپنی نومولود اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے یا زندہ ہی زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے، اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کو صرف اس لئے مار ڈالو کہ انہیں رزق نہیں ملے گا یا ان کی وجہ سے تمہارے رزق میں تنگی و کمی واقع ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خبردار کر رہا ہے کہ رزق تو تمہیں بھی ہم ہی دیتے ہیں اور ان کو بھی یعنی نئے آنے والوں کو بھی رزق ہم ہی دیں گے کیونکہ رزق کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کوئی بھی انسان نہ تو کسی کا رزق اللہ کی مرضی کے بغیر روک سکتا ہے، نہ اس میں کسی طرح اضافہ کر سکتا ہے۔ یہ تو خالص اللہ تعالیٰ کا اختیار خاص ہے کہ وہی ہر مخلوق کا رب ہے۔ وہی مالک رب کائنات ہے۔ اپنی تمام مخلوقات کی پرورش ونگہداشت براہِ راست وہ خود ہی کرتا ہے، اس کے باوجود آج کے جدید ترین ترقی یافتہ معاشرے میں بھی یہ فعل قبیح جس کا حوالہ زمانہ جاہلیت سے دیا جاتا ہے آج بھی دنیا بھر میں رائج ہے بس نام تبدیل کر کے ضبط تولید یا خاندانی منصوبہ بندی کا عنوان دے دیا گیا ہے۔ آج بھی لوگ اپنی مفلسی کے ہاتھوں خود اپنے آپ اپنے بچوں کو قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ یہ تنگی ترشی تو ان کا امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہوتی ہے کہ بندہ ان خراب حالات میں کس طرح اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور کس طرح اللہ کا شکر گزار بنتا ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا اور پرورش ونگہداشت کرنے والا ہے اپنی اس عظیم صفت سے اپنے بندے کو آراستہ کر کے اس کی آزمائش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر ان کی زمینی زندگی کے امتحانی و آزمائشی دور کے لئے جو ہدایات دیں ہیں ان میں ایک ذمہ داری خلیفہ فی الارض کے ذمہ یہ بھی ہے کہ وہ ''بے شرمی کی باتوں کے قریب نہ جائے، خواہ وہ کھلی ہوں یا پوشیدہ ہوں۔'' ایسے تمام افعال و اعمال جن کا شمار برائی میں ہوتا ہو اور واضح ہو وہ سب فواحش میں آجاتے ہیں مثلاً 'زنا' بدکاری، عمل قوم

Marfat.com

لوط جھوٹی تہمت لگانا' باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا کو قرآن نے فحش افعال میں شمار کیا ہے جبکہ حدیث شریف میں' چوری' شراب نوشی' بھیک مانگنا' بدکلامی' گالم گلوچ کو بھی فواحش کہا گیا ہے اسی طرح دوسرے تمام ایسے شرمناک کام جنہیں معاشرہ اچھی نظروں سے نہ دیکھتا ہو فواحش میں داخل ہیں۔ چونکہ ان افعال واعمال سے اسلام جوایک تہذیب ہے، ایک مہذب دین ہے جو معاشرے کو بھائی چارے کا معاشرہ بناتا ہے اس لئے ہر ایسی بات جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہو منع کرتا ہے اور فواحش تو خود انسان کی اپنی ذات کو براہ راست نقصان پہنچاتے ہیں اس کی آخرت ہی نہیں دنیا بھی خراب کرتے ہیں۔

آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور کسی کی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔'' انسانی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ہلاک نہ کیا جائے مگر یہ بھی ساتھ ہی واضح کیا گیا ہے مگر حق کے ساتھ کے لئے قرآن حکیم میں وضاحت کی گئی، یہ تین صورتیں ہیں مگر دو صورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مزید ارشاد فرمائی ہیں کہ حق کے ساتھ کن لوگوں کو قتل کیا جائے گا۔

(۱) ایسا انسان جو کسی دوسرے انسان کے قتل عمد یعنی دانستہ جانتے بوجھتے قتل کا مجرم ہو اور اس پر قصاص کا حق قائم ہو گیا ہو۔

(۲)۔کوئی ایسا شخص جو دین حق کے قیام کی راہ میں مزاحم ہو اور اس سے جنگ کے بغیر اشاعت دین کرنا ممکن ہی نہ ہو۔

(۳) مملکت اسلامی یعنی دارالاسلام کی حدود میں کوئی شخص بدامنی پھیلائے یا اسلامی حکومت کو الٹنے کی کوشش کرے۔

دو صورتیں جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔

(۴)۔شادی شدہ ہوتے ہوئے جو شخص زنا کا مرتکب ہو۔

Marfat.com

(۵)۔ارتداد اور خروج از جماعت کا مرتکب شخص۔(تفہیم القرآن،مولانا مودودی صفحہ۹۹)

ان پانچ صورتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں انسان کا قتل انسان کے لئے حلال نہیں، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر یا ذمی۔سب کا احترام لازم رکھا گیا ہے۔یہ ذمہ داری دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لئے انسان پر اللہ نے عائد کی ہے۔قصاص کے بارے میں سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۹ میں ارشاد الٰہی ہے۔''قصاص تمہاری زندگی ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی ورہبری کے لئے انہیں بار بار تاکید وتنبیہہ کرتا ہے تاکہ انسان غلطی سے کہیں بھٹک کر کوئی اور غلطی نہ کر بیٹھے۔

دنیا میں انسان کو سونپی گئی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یا اس کے امتحان وآزمائش کا ایک سوال یہ بھی ارشاد ہوا، یتیم کے مال کی حفاظت کرو اس میں کوئی خیانت بددیانتی بے ایمانی نہ کرو اور اس کی حفاظت اس طرح کرو جس میں زیادہ سے زیادہ بے غرضی اور نیک نیتی اور یتیم کی خیر خواہی شامل ہو، اس کے مال کی حفاظت اس وقت تک کرنے کا حکم دیا جارہا ہے جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنے مال کی خود حفاظت کرسکتا ہو یعنی سن رشد کو پہنچ جائے اس کا مال اس طریقہ سے اس کو سونپا جائے جس سے نہ احکام الٰہی سے انحراف ہو نہ ہی کسی طرح کسی دوسرے شخص کو کوئی اعتراض ہو۔یہ ذمہ داری بھی انسانوں پر اللہ تعالیٰ نے اس لئے عائد فرمائی کہ اسے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے جس کی صفت پرورش ونگہداشت کرنا ہے، اس لیے زمین پر اپنے نمائندہ کو اپنے عمل اور ارادے سے عملی طور پر اس عمل سے گزر کر اپنی آزمائش میں پورا اترنے کی ہدایت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی ایک اور اہم ذمہ داری کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے

Marfat.com

ہیں جتنا اس کے امکان میں ہے۔'' یہ ذمے داری بھی اپنی جگہ اہم ہے اور اس کا تعلق بھی حقوق العباد سے ہے ،اللہ تعالیٰ بڑا رحمٰن و رحیم ہے، وہ اپنے بندوں کو ہر قسم کی آفات ومصیبتوں سے بچانا چاہتا ہے۔وہ انہیں ہدایت فرما رہا ہے کہ جب ناپ تول کرو اس میں ڈنڈی نہ مارو، پورا پورا صحیح صحیح تولو کیونکہ اگر تول میں یا ناپ میں کسی بھی قسم کی ذرّہ برابر بھی بے ایمانی کی گئی تو ناپ تول کرنے والے نے دوسرے انسان کا حق مار لیا۔اب اس نے اپنی نادانی اور بے ایمانی کے باعث بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کرلیا کیونکہ نہ تو وہ اپنی بے ایمانی کا سامنے والے شخص پر اظہار کرے گا، نہ اس سے معافی مانگے گا یوں اس کا گناہ گار ٹھہرے گا اور روز آخرت اس کا حق مارنے کا مجرم ٹھہرے گا اور دینوی آزمائش میں ناکام رہے گا۔ناپ تول میں انصاف کرنا اگرچہ شریعت الٰہی کا ایک مستقل اصول ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلا رہا ہے کہ انسان اپنے ارادے اور قوت سے کام لے کر پوری دیانت داری سے اپنی زندگی کے ہر معاملے کی درست ناپ تول کرے اور اس میں انصاف کو ہمیشہ مدنظر رکھے اور اگر پھر بھی بھول چوک ہو جائے تو اللہ اچھی طرح سے نیتوں تک سے باخبر رہنے والا ہے۔انسان پر یہ بڑی اہم ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی ہے، ناپ تول صرف تجارت یا لین دین کی ہی نہیں بلکہ انسان کی زندگی کے ہر معاملے ہر قدم پر انصاف اور معاملات کی جانچ پڑتال اس میں خود بخود آ جاتی ہے۔اس لئے انسان کو اپنی زمینی زندگی کا ہر ہر قدم بہت ناپ تول کر، سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہئے کہ یہ اس کی ذمہ داری بھی ہے اور خود اس کی آخرت کا معاملہ بھی ہے۔اور انصاف اور عدل کرنا تو خود اللہ تعالیٰ کی صفتِ عظیم ہے۔آیت مبارکہ میں یہ ہدایت بظاہر تو تجارتی معاملات کے بارے میں معلوم ہوتی ہے لیکن اسلامی نظام میں تمام معاملات دین وایمان سے وابستہ ہوتے ہیں اس لئے تمام معاملات زندگی میں اسلامی نظام کی ہدایات واحکامات کو مدّ نظر رکھنا چاہئے کیونکہ اسلامی

Marfat.com

نظریہ حیات، نظام زندگی کے تمام معاملات میں نمایاں نظر آنا چاہئے۔

ایک اور اہم ذمہ داری جو دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر عائد کی ہے وہ ہے ''جب بات کرو اور کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔'' ارشاد باری تعالیٰ ایک بہت ہی اہم ذمہ داری کی طرف انسان کو متوجہ کر رہا ہے کیونکہ انسان نہایت کمزور' ضعیف ہے اور دور اندیش بھی نہیں ہے اور رشتہ داری کی قوت اسے مزید کمزور کر دیتی ہے، اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے گواہی دے تو مبالغہ ہوگا اور اگر خلاف دے تو کمی کرے گا یا بھائی اور دوسرے شخص کے درمیان فیصلہ کرے تو جانب داری کرے گا۔ ایسے خطرناک مقام پر اسلام ہی انسان کی مدد کرتا ہے اور انسانی ضمیر کو ہدایت دیتا ہے کہ کلمہ حق کہے اور انصاف کرے اور صرف حدود اللہ میں رہتے ہوئے اللہ کی ذات سے ڈرتے ہوئے بھائی دوستی' دشمنی کے معاملے میں صرف اللہ کی نصرت طلب کرے، یہ نہ کرے کہ وہ رشتہ داری کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کے حق کو تلف کر دے' آیت مبارکہ میں انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور عدل وانصاف کی راہ دکھائی گئی ہے جو صفت الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی زمینی آزمائش کے لئے اسے عدل وانصاف کی صفت سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ عمل کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتے کیونکہ اس پر عمل کرنا انسان کے لئے مشکل ہو جائے گا اگر اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر ذمہ داری ڈال دی جائے تو نجات آخرت اور دنیا میں عزت وسرفرازی کے لئے انسان کو چاہئے کہ وہ احکام الٰہی پر عمل کرے اور ان سے کسی بھی طرح گریز نہ کرے۔

آیت مبارکہ میں اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد ہیں جو انسان اپنے رب اللہ تبارک وتعالیٰ سے کرے اور وہ عہد بھی ہیں جو انسان اللہ کا نام لے کر انسانوں سے کرے۔ اول تو

Marfat.com

انسان ان عہدوں سے یعنی انسان کا اللہ سے عہد اور انسان کا انسانوں سے عہد میں آپ سے آپ اسی وقت بندھ جاتا ہے جب وہ اللہ کی زمین پہ ایک معاشرے میں پیدا ہوتا ہے۔

ان دونوں عہدوں کے علاوہ ایک اور عہد بھی ہے جسے ہم فطری عہد کہہ سکتے ہیں جس کے باندھنے میں گو کہ انسان کے ارادے کو قطعی دخل نہیں ہوتا لیکن وہ عہد پوری طرح واجب احترام ہے۔ کسی بھی شخص کو اللہ کے بخشے ہوئے وجود سے اس کی عطا کی ہوئی جسمانی نفسانی قوتوں سے اس کے دیئے ہوئے جسمانی آلات سے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی زمین ورزق کے ذرائع سے فائدہ اٹھانا' اور ان مواقع زندگی سے متمتع ہونا جو قوانین قدرت کی جانب سے فراہم کئے گئے ہیں، اس وجہ سے خود بخود فطرۃً اللہ کے حقوق انسان پر عائد ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک بچے کا اپنی ماں کے پیٹ میں اس کے خون سے پرورش پانا اور باپ کی محنت سے بنے ہوئے گھر میں پیدا ہونا اور ایک اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے مستفید ہونا اسطرح اس نئے آنے والے انسان کے ذمہ بہت سے افراد اور اجتماعی اداروں کے حقوق بھی اس پر عائد ہو جاتے ہیں۔ انسان کا اللہ سے اور انسان کا اپنے معاشرے سے یہ عہد گو کہ کسی تحریر کی صورت تو نہیں ہوتا مگر اس کے روئیں روئیں پر بہت سے احسانات کا بوجھ ہوتا ہے اور اس کا پورا وجود اس عہد کا مرہون منت ہے۔

اسی عہد کی طرف سورہ بقرہ آیت ۲۷ میں ارشاد ہوا ہے کہ ''فاسق وہ ہے جو اللہ کے عہد کو اس کی استواری کے بعد توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔'' یہی ذکر سورہ اعراف آیت ۱۷۲ میں آیا ہے کہ ''اللہ نے ازل میں آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے ان کی ذریات کو نکال کر ان سے شہادت طلب کی تھی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور انہوں نے اقرار کیا تھا کہ ہاں ہم گواہ ہیں۔ آیت مبارکہ کے اس حصے میں حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی ذمہ داری کا انسان کو احساس دلایا گیا ہے

Marfat.com

تا کہ وہ اپنی زمینی زندگی میں ان کی ہی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے اور اپنے ارادے سے متقی بن کر رہے تا کہ آخرت میں اسے بہتر زندگی گزارنے کا موقع ملے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام نصیحتیں انسان کو اس لئے کی ہیں کہ وہ اللہ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنی خلافت کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے ادا کر سکے اور نصیحت کو قبول کر سکے۔

Marfat.com

قیامت

قیامت کے لفظی معنی موت کے بعد جی اٹھنا یا حشر کے دن قبروں سے اٹھنا ہے۔ قرآن کریم میں قیامت کو کئی ناموں سے بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کا ہر نام اس کے خاص پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ایک نام یوم الدین بھی ہے جو سورہ فاتحہ میں آیا ہے۔ یعنی روز جزا اور اللہ تعالیٰ کی عدالت کا دن' لفظ قیامت قرآن مجید میں ستر مرتبہ اور لفظ الساعہ چالیس مرتبہ آیا ہے۔ تخلیق انسان کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے یہ بات واضح کردی ہے کہ دنیا میں کئے گئے انسان کے اعمال کی باز پرس ہوگی جس کے لئے ایک دوسرے جہان کا ہونا ضروری ہے، جہاں ان کی اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دی جائے گی۔ قیامت نفخ صور پھونکنے سے واقع ہوگی۔

پوری کائنات کا نظام اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ نظام نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے۔ اس کی نوعیت بتا رہی ہے کہ یہ نہ تو ہمیشہ سے تھا نہ ہی ہمیشہ رہنے والا ہے کیونکہ یہ دنیا فانی ہے یہاں ہر چیز جو موجود ہے، اسے ایک مقررہ وقت پر لازماً ختم ہونا ہے' مر جانا ہے' مٹ جانا ہے' ختم ہو جانا ہے، دنیا اور اس کی تمام چیزوں کی جس طرح ابتدا ہوئی اسی طرح اس کی انتہا

Marfat.com

بھی ہونی ہے، اللہ رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں سورہ القیمہ میں قیامت واقع ہونے کے بارے میں خود قیامت کی قسم کھائی ہے۔ ''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی' دنیا کا خاتمہ اس کے تمام لوازمات کے ساتھ ہونا قیامت کا پہلا مرحلہ ہوگا اور اس پہلے مرحلے کے آغاز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آثار کا ذکر فرمایا ہے جو احادیث کی کتب میں باب الفتن یا کتاب الفتن کے عنوان سے آئی ہیں۔ ان نشانیوں' علامات یا آثار کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

(۱) دخان، دھواں۔ (۲) دجال کا ظاہر ہونا۔ (۳) دابۃ الارض۔ شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ مکہ میں صفا کا پہاڑ پھٹے گا، اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور وہ سچے ایمان والوں کو اور چھپے ہوئے منکرین ومنافقین کو نشان دے کر الگ الگ کردے گا۔ (۴) سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونا۔ (۵) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول۔ (۶) یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا۔ یہ دو دہشت گرد قوموں کے نام ہیں ان کا ذکر سورہ کہف اور سورہ الانبیا میں آیا ہے۔ (۷) تین بڑے خسف یعنی سورج گرہن کا ظہور (۸) ایک زبردست آگ کا ظہور جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔

قیامت کس طرح واقع ہوگی اس کا اندازہ قرآن حکیم کی سورہ المرسلت سے ہو جاتا ہے۔ سورہ مبارکہ کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کی قسم کھا کر اہل ایمان کو قیامت وآخرت کے واقع ہونے کا یقین دلا رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷

ترجمہ:۔ قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر طوفانی رفتار سے چلتی

Marfat.com

ہیں اور (بادلوں کو) اٹھا کر پھیلاتی ہیں' پھران کو پھاڑ کر جدا کرتی ہیں' پھر (دلوں میں اللہ کی) یاد ڈالتی ہیں' عذر کے طور پر، ڈراوے کے طور پر۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ (المرسلت ۱ تا ۷)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں اللہ ذوالجلال نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر اعلان فرمایا ہے کہ جس طرح اس زمین پر ہوا کے مختلف انداز جو انسان کے لیے جہاں راحت وزندگی کا سبب بنتے ہیں وہیں وہ عذاب الٰہی کا بھی مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کی قسم کھا رہا ہے جو انسان کی طرف حکم الٰہی سے آتی ہیں' ایسی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ انسان ہواؤں کو تو محسوس کرسکتا ہے لیکن قیامت کا اسے اس لئے احساس نہیں ہوتا کہ نہ اسے دیکھا ہے نہ محسوس کیا ہے، یہاں اللہ تعالیٰ محسوس شے کو غیر محسوس شے کے لئے بطور استدلال پیش کررہا ہے تا کہ انسان اسے سمجھ سکے۔ سورہ الحاقۃ میں ارشاد ہوا۔ ''اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کردیے گئے۔ (۶)

زمین پر جن اسباب سے حیوانی اور نباتاتی زندگی ممکن ہوئی ہے ان میں ایک نہایت اہم سبب ہوا ہے، ہر نوع کی زندگی سے ہوا کی صفات کا خصوصی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں بے شمار صفات اور مختلف کیفیات پیدا کی ہیں جن کا انتظام روز اول سے اسی طرح چل رہا ہے۔ انہی کی بدولت موسم بدلتے ہیں' کبھی گرمی' کبھی سردی' کبھی حبس، کبھی بادل آتے ہیں' کبھی اڑ جاتے ہیں' کبھی تباہ کن بارش برس جاتی ہے' کبھی انتہائی تباہی و بربادی سے ہوا کے طوفان آجاتے ہیں' یہ سارا انتظام واہتمام اللہ کی حکمت ودانائی کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی معصوم اور محسوس شے کی قسم کھا کر یہ یقین دلا رہا ہے کہ قیامت جس کا وعدہ کیا گیا ہے ضرور آئے گی۔

سورہ المرسلات کی ان ابتدائی سات آیات میں ہواؤں کے انتظام کو اس حقیقت پر

Marfat.com

گواہ قرار دیا ہے کہ قرآن کریم اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس قیامت کے آنے کی خبر دے رہے ہیں وہ ضرور آئے گی۔ جس قادر مطلق نے اس کائنات کا، ان ہواؤں کا یہ عظیم تر نظام قائم کیا ہے اس کی قدرت وقوت کے لئے اپنے اعلان کے مطابق اپنے دیے ہوئے پروگرام کے مطابق قیامت برپا کرنا کچھ مشکل نہیں، جو صریح حکمت اس انتظام میں کارفرما ہے وہ اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ آخرت ضرور ہونی ہے کیونکہ اللہ کے کارخانۂ قدرت میں کوئی بھی کام بے مقصد اور بے کار محض نہیں ہوتا۔

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝

ترجمہ:۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی، پس جس وقت نگاہ پتھرا جائے گی، اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند ملا کر ایک کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت یہی انسان کہے گا کہ بھاگ کر کہاں جاؤں۔ (القیمۃ۔ ۶ تا ۱۰)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں قیامت برپا ہونے کے پہلے مرحلے کی مختصر کیفیت بیان کی گئی ہے یہ قیامت سے پہلے کی منظر کشی ہے کہ سارا نظام عالم، نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا، چاند و سورج کو ایک کر دیا جائے گا۔ دونوں بے نور ہو جائیں گے اور انسان ہکا بکا رہ جائے گا اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، وہ حیران و پریشان ہوگا، اسے کوئی جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں وہ پناہ حاصل کر سکے کیونکہ سب کچھ تو الٹ پلٹ گیا ہوگا۔ یہی بات سورہ المرسلت میں بھی کہی گئی ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝

ترجمہ:۔ پھر جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا، اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں گے۔ (المرسلت۔ ۸ تا ۱۰)

Marfat.com

تفسیر:۔ عالم بالا کا وہ لگا بندھا نظام جس کی بدولت ہر ستارہ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار پر قائم اور متحرک ہے، جس کی بدولت کائنات کی ہر چیز اپنی حد پر قائم ہے، قیامت کے روز سب کچھ توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔ ساری رکاوٹیں، بندشیں کھول دی جائیں گی۔ سب چاند ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے۔ قرآن کریم میں قیامت کے مختلف مراحل کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا سے مراد ہے کہ آج جس طرح ہم آسمان کی چھت اپنے اوپر تنی ہوئی دیکھ سکتے ہیں، اس طرح قائم نہیں رہے گی اسے کھول دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورہ النساء کی آیت ۱۹ میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ اس دن کھول دیا جائے گا۔ اس کا مقصد ہے کہ عالم بالا کی موجودہ تمام بندشیں، تمام رکاوٹیں، ختم کر دی جائیں گی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر چیز، پہاڑ تک اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور اکھڑ کر اڑتے پھریں گے اور پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ریت میں بدل جائیں گے، اس کا ذکر سورہ طٰہٰ میں بھی کیا گیا ہے۔ قیامت کا منظر بڑا ہی ہیبت ناک، خوفناک، دہشت زدہ کرنے والا ہوگا جیسا کہ سورہ النزعت میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔ پھر جب ہنگامہ عظیم برپا ہوگا (قیامت) جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی۔ (النزعت۔ ۳۴، ۳۵، ۳۶)

تفسیر:۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے طامہ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جس کے معنی ایسی بڑی آفت جو سب پر چھا جائے گی لیکن یہاں ساتھ ہی کبریٰ کا بھی استعمال ہوا ہے جو خود بڑائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کا واقعہ کیسا شدید ترین ہوگا کہ ہر ہر چیز جو موجود ہے یا چھپی ہوئی ہے، زمین کے اندر، زمین کے اوپر سب اس دن کی

Marfat.com

شدت وقوت سے برباد کردی جائے گی' قیامت کا دن تو ہر کسی کے محاسبے کا دن ہوگا' میدان حشر میں سب کو ان کے نامۂ اعمال تھما دیے جائیں گے۔ نیک لوگوں کو دائیں ہاتھ میں اور بد لوگوں کے بائیں ہاتھ میں ان کے نامہ اعمال دیے جائیں گے' جب سب کو اعمال نامے مل جائیں گے تو انہیں خوف الٰہی سے اپنا دنیا میں کیا ہوا ہر ہر عمل یاد آنے لگے گا ایک فلم کی طرح دنیا میں کی گئی ہر حرکت سامنے آنے لگے گی، اس کے اعمال نامے کے مطابق ہی اس کا حساب کتّاب کیا جائے گا اور تمام اہلِ حشر جو میدانِ حشر میں جمع ہوں گے، ان کے سامنے دوزخ کو کھول کر رکھ دیا جائے گا تا کہ وہ اپنے انجام کو دیکھ لیں جو انہیں ان کے اعمال کے بدلے ملے گا۔

اب ہم عقیدہ آخرت کے دوسرے مرحلے کی طرف بڑھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں فانی ہے' ایک خاص وقت مقررہ پر جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اس دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دنیا کے خاتمے کے بارے میں قرآن حکیم میں کیا ارشاد الٰہی ہے یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اس دنیا کے خاتمے کے بعد ہی آخرت کی دنیا کی ابتدا منحصر ہے۔ توحید کے بعد دوسری سب سے بڑی حقیقت جو ہر زمانے میں انبیاء علیم السلام پر واضح کی گئی اور جس کی تعلیم دینے پر وہ مامور کئے گئے وہ آخرت ہے' آخرت کب واقع ہوگی یا آخرت کا لمحہ کب آئے گا اس کا پتہ (اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کو بھی نہیں)۔ جیسا کہ سورہ طٰہٰ کی درج ذیل آیت میں ارشاد رب کریم ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو وہ بدلہ ملے جس کی اس نے کوشش کی ہو۔ (طٰہٰ۔۱۵)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح ارشاد فرمایا کہ قیامت کی آمد، اس کے واقع ہونے کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پوشیدہ رکھا ہے کہ اس کے انتظار میں لوگ اپنی

Marfat.com

پوری کوشش سے جان لڑا کر احکام الٰہی کی پابندی و پاسداری کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظار کی گھڑی اس لئے رکھی ہے کہ انسان دنیا میں اپنی کوشش کو تیز تر رکھے، کہ جانے کب قیامت رونما ہو جائے، کب دنیا کا خاتمہ ہو جائے' دراصل اس طرح انسان کو آزمانا بھی مقصود ہے تا کہ آزمائش کا مقصد پورا ہو سکے۔ جسے اپنی عاقبت کی فکر ہوگی اسے اس گھڑی کا کھٹکا لگا رہے گا اور یہی کھٹکا اسے بے راہ روی سے روکے رکھے گا اور وہ آخرت کی فکر میں لگ کر احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو جائے گا اور جو لوگ عقل و فہم سے کام نہیں لیں گے، انہیں کوئی فکر ہی نہیں ہوگی وہ یہی سوچ کر کہ ابھی کون سی قیامت آ رہی ہے، قیامت تو ابھی دور ہے، اس کی ابھی سے کیا فکر کرنا لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی زندگی کا تو ہر لمحہ انہیں ان کے اپنے خاتمے یعنی موت سے قریب تر کر رہا ہے، جانے کب وہ لمحہ آ جائے اور موت آ دبوچے اور زندگی کی ساری رنگینیاں ہوا ہو جائیں۔ قیامت تو دور ہی رہے گی لیکن اس سے پہلے خود اس پر موت کی شکل میں جو قیامت ٹوٹنے والی ہے، وہ اس کا بھی بندوبست نہیں کر پاتا اور سب کچھ ہی چھوڑ چھاڑ کر چل دیتا ہے۔ بالکل ایسا ہی معاملہ قیامت کا ہے، جانے کب حکم الٰہی سے قیامت واقع ہو جائے اور انسان انتظار کرتا ہی رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی صاحب علم ہے بڑا ہی باخبر اور ہر چیز کی حقیقت تک سے واقف ہے اس نے قیامت یعنی دنیا کے فنا ہونے کے وقت کو اپنی ذات تک محدود رکھا ہے تا کہ لوگ اس منتظر گھڑی کے انتظار میں نہ لگ جائیں بلکہ خوف الٰہی کو اپنے اوپر طاری کر کے اپنی عاقبت کی فکر میں لگ جائیں اور تقویٰ کی راہ اپنائیں۔ ایک خاص وقت جس کا علم اللہ ہی کو ہے نفخ صور پھونکا جائے گا جس سے قیامت واقع ہوگی۔ قرآن حکیم میں متعدد بار اس کا اعلان کیا گیا ہے ذیل میں النمل کی آیت ۸۷ پیش ہے۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے' مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔(النمل۔۸۷)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان بندوں کو ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق انسانی کو آگاہ کر رہا ہے کہ جس دن دنیا کو فنا کرنے کا حکم صادر کروں گا اس روز بہت زور کی آواز گونجے گی۔ یہ آواز اس قرن کی ہوگی جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام ،اللہ کے حکم سے پھونک ماریں گے یہ دو نفخے یا دو سے زیادہ ہوں گے پہلی پھونک (نفخ) مارنے سے ساری دنیا گھبرا کے بے ہوش ہو جائے گی اور دوسرے نفخے یا پھونک سے موت سے ہم کنار یعنی سب کے سب کو موت آ جائے گی اور تیسری پھونک یا نفخے پر سب کے سب زندہ ہو کر اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور بعض کے نزدیک ایک چوتھا نفخ بھی ہوگا جس سے سب کے سب لوگ میدان حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے یا ہو جائیں گے۔آیت میں اہل ایمان متقی افراد کو اللہ تعالیٰ نے نفخے کی پھونک یا آواز کی گونج سے جبکہ سب لوگ گھبرا اٹھیں گے اس وقت متقی اہل ایمان کو اللہ نے اس گھبراہٹ اس خوف کی شدت سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا ہے کیونکہ سورہ النمل کی ہی ۸۹ آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''جو لوگ نیک عمل لائیں گے انہیں اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ و بے خوف ہوں گے۔''اس کے بعد والی آیت مبارکہ ۹۰ میں ارشاد ہے کہ ''اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے (صرف ان ہی اعمال کا بدلا ملے گا جو تم کرتے رہے ہو'')۔

یعنی قیامت اور حشر نشر کی وہ ہولناکیاں جو منکرین حق کو حواس باختہ کئے دے رہی ہوں گی ان کے درمیان اہل ایمان متقی افراد مطمئن ہوں گے کیونکہ ایسا اس لئے بھی ہوگا کہ یہ

Marfat.com

سب کچھ ان کی عین توقعات کے مطابق ہوگا، وہ پہلے سے اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رہنمائی' رہبری کے مطابق پوری طرح جانتے تھے کہ قیامت قائم ہوگی اوراس کے بعد ایک دوسری زندگی پیش آنی ہے' اس لئے ان پر اللہ کے حکم کے مطابق نہ وہ گھبراہٹ طاری ہوگی جو منکرین قیامت وآخرت پر ہوگی دوسری بات یہ کہ چونکہ انہیں معلوم تھا کہ قیامت برپا ہونی ہے اوراس کے اثرات سے کس طرح محفوظ رہنا ہے جس کا طریقہ اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی اور ہدایت دی تھیں یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی ساری زندگی احکام الٰہی کے مطابق اطاعت وبندگی میں کاٹی ہوگی اوراس دن کے لئے پوری تیاری کی ہوگی۔ قیامت جب آئے گی تو پہاڑ جو زمین پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں یہ اپنی جگہ نہیں رہیں گے یہ کسی دھنکی ہوئی روئی کی طرح بادلوں کی مانند اڑتے پھریں گے' یقیناً یہ اللہ کی عظیم ترین قدرت کا کرشمہ ہوگا کہ جن چیزوں کو اس نے مضبوط بنایا ہے وہ اپنی قدرت سے ان کو روئی کے گالوں کی طرح کر دینے پر پوری طرح قادر ہے۔ روز قیامت صور پھونکتے ہی سارا موجودہ نظام کائنات درہم برہم ہوکر رہ جائے گا اور پھر اللہ کے حکم سے ایک نیا نظام حشر قائم ہوگا زمین کو ایک چٹیل میدان بنادیا جائے گا اور تمام انسانیت روز اول سے آخر تک کے تمام انسانوں کو اس میدان حشر میں جمع کر دیا جائے گا سب کے نامہ اعمال (مارک شیٹ) اپنی ذات کے متعلق فیصلہ تو خود انسان اپنے اعمال سے کرتا ہے جو لمحہ لمحہ تحریر ہو رہا ہے، جو اس کے اعمال کی مارک شیٹ کے طور پر ان کے ہاتھوں میں ہوں گے جو نیک متقی اور احکام الٰہی پر عمل درآمد کرنے والے ہوں گے ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے' ان کے قدموں کے آگے روشنی چل رہی ہوگی وہ روشنی ان کے اعمال صالحہ کی ہوگی (جو ان کی یقینی کامیابی کی علامت ہوگی) اور منکرین اور احکام الٰہی سے انحراف کرنے والوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ہوں گے (جو ان کی ناکامی ونامرادی کی علامت ہوں گے) ان پر گھبراہٹ

Marfat.com

طاری ہوگی، وہ لوگ اپنے ہی پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور گرمی کی شدّت سے ان کی زبانیں باہر لٹکی جارہی ہوں گی اور پیاس سے ان کے حلق سوکھ گئے ہوں گے اور اللہ رب العالمین کے سامنے حاضری سے وہ گھبرا رہے ہوں گے، انہیں دنیا کی زندگی کی تمام غلطیوں کا شدید احساس ہورہا ہوگا ان کی خواہش ہوگی کہ وہ پھر سے دنیا میں چلے جائیں تا کہ وہ اپنی غلطیوں کو سدھار لیں لیکن قیامت کی گھڑی آتے ہی سب کچھ ختم ہو چکا ہوگا نہ وہ دنیا رہے گی نہ کوئی اس میں دوبارہ جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا اس کے دنیا میں گزارے ہوئے وقت اور اس میں کئے گئے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ صادر فرمادے گا اللہ تعالیٰ تو وہ فیصلہ سنائے گا جو انسان نے خود اپنے اعمال سے اپنے نامہ اعمال میں تحریر کیا ہوگا۔ اور سب کے آخری اور دائمی ٹھکانوں کا فیصلہ ہوجائے گا متقی پرہیزگار اللہ کے نیک اور صالح بندے جنت میں اور منکرین، مشرکین، کفار سب جہنم نشین ہوں گے اللہ بہتر جاننے والا اور نہایت عدل وانصاف کرنے والا بے پناہ رحیم وکریم ہے وہ جو کرے گا اپنے بندوں کی بہتری کے لئے کرے گا یہ دنیا بھی اللہ نے اپنے بندوں کی بھلائی وبہتری کے لئے ہی بنائی وسجائی ہے اور آخرت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے بنیادی طور پر لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

تخلیق کائنات کے مقاصد میں اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی حکمت وانائی کا اظہار اور انسانوں کی آزمائش ہے اور انسان کی اسی آزمائش کے لئے اللہ نے انسان کا ازلی دشمن شیطان کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے تا کہ وہ دیکھ سکے کہ انسان شیطان سے کیسے خود کو بچاتا ہے، حق وباطل کی جو معرکہ آرائی اور خیر وشر کا تصادم ہو، اس میں اللہ حق وخیر کو غالب اور باطل وشر کو مغلوب کرتا ہے۔ اللہ ہمیشہ حق وسچ کا ساتھ دیتا ہے اور جھوٹ وباطل کو ہلاک وتلف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کسی کھیل تماشے کے لئے نہیں بنائی، دنیا ایک نہایت ہی سنجیدہ نظام کے ساتھ قائم کی گئی ہے، یہاں جب بھی باطل سر اٹھاتا ہے تو سچائی جو ایک

Marfat.com

حقیقت ہے سے اس کا ٹکراؤ ہو کر رہتا ہے اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ انسان اگر اس دنیا کو نمائش گاہ سمجھ کر جیئے یا حق کے خلاف باطل نظریات پر کام کرے تو نتیجہ تباہی و بربادی ہی ہونا ہے اور اپنی آخرت خراب کر لینا ہے۔ نوع انسانی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ جن قوموں نے اس دنیا کو خوان نعمت جانا، محض عیش کدہ سمجھا اور دین حق سے انحراف کیا اور انبیاء کی بتائی حقیقت سے منہ موڑا تو وہ پے در پے اپنے انجام کو پہنچی اور دنیا سے ان کو مٹنا پڑا، آج بھی کتنی ہی قوموں کے آخری لمحات اللہ نے عبرت کے لئے محفوظ رکھے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کائنات، یہ دنیا اللہ نے انسانوں کے لئے بنائی ہے تا کہ وہ اپنے فعل و عمل سے خود اپنے آخری ٹھکانوں کا فیصلہ کر سکیں۔

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝٦

ترجمہ:۔ یقیناً رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے زمین و آسمان میں پیدا کی ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔ (یونس۔٦)

مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ۝٣

ترجمہ:۔ ہم نے زمین و آسمان کو اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو برحق ایک مدت خاص کے تعین کے ساتھ پیدا کیا ہے مگر یہ کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ (الاحقاف۔٣)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزیں اور رات کے بعد دن کا آنا یا دن کے بعد رات کا آنا اور دیگر تمام

Marfat.com

چیزوں کا وجود ہونا اور کائنات میں ہر طرف پھیلی قدرت الٰہی کی تمام نشانیاں جن میں چاند سورج، رات و دن کی گردش ہر شخص کے سامنے موجود ہے اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ بس یونہی بن گیا یا بنا دیا گیا نہ یہ کسی طرح کا کھیل تماشا ہے۔ انسان پوری طرح سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں ایک مکمل نظم اور حکمت ہے اور اللہ کی مصلحتیں کائنات کے ذرے ذرے میں نظر آتی ہیں کوئی شئے بھی بے مقصد اور بے حکمت نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت و حکمت صاف صاف نظر آتی ہے، دنیا کی ہر چیز کو انسان کے تابع فرمان کر کے، اسے آزادانہ ذمہ داری اور تصرف کے اختیارات بخش کے، یونہی نہیں چھوڑ دیا اور یہ کہ اللہ کبھی کسی سے کسی قسم کا حساب نہیں لے گا، انسان کی عقلی ذمہ داری کی بنا پر جزا و سزا کا نظام اور اس پر اللہ کا حق لازماً پیدا ہوتا ہے اور یہیں سے آخرت کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ آیت مبارکہ میں عقیدہ آخرت پیش کرنے کے ساتھ اس کی تین دلیلیں منطقی ترتیب کے ساتھ دی گئی ہیں۔

پہلی یہ کہ دوسری زندگی ممکن ہے کیونکہ پہلی زندگی واقعہ کی صورت میں موجود ہے۔

دوسری یہ کہ دوسری زندگی کی ضرورت ہے کیونکہ موجودہ زندگی میں انسان اپنی اخلاقی ذمہ داری کو صحیح یا غلط طور پر جس طرح ادا کرتا ہے اور اس سے جزا و سزا کا جو استحقاق پیدا ہوتا ہے اس کی بنا پر عقل اور انصاف کا فطری تقاضا یہی ہے کہ ایک اور زندگی ہو جس میں ہر شخص اپنے اخلاقی اور زمینی رویوں کا نتیجہ دیکھ سکے جس کا وہ اپنی کوشش و ارادے سے مستحق ہے۔

تیسری یہ کہ جب عقل و انصاف کی رو سے دوسری زندگی کی ضرورت ہے تو یہ ضرورت یقیناً پوری کی جائے گی کیونکہ انسان اور کائنات کا خالق بڑا ہی حکیم ہے اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس کی حکمت و انصاف جس چیز کی متقاضی ہو اسے وہ وجود میں نہ لائے۔

ان تین دلیلوں کے بعد اگر کسی چیز کی کسر باقی رہ جاتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ انسان کو اس کی آنکھوں سے دکھا دیا جائے کہ جو چیز ممکن ہے جس کی ضرورت بھی ہے اور جس کو وجود

Marfat.com

میں لانا اللہ کی حکمت وقدرت کا تقاضا بھی ہے، یہ کبھی دنیا میں پیش نہیں کی جاسکے گی کیونکہ دیکھ کر ایمان لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کا جو امتحان لینا چاہتا ہے وہ اس مشاہدہ سے بالاتر حقیقتوں کو خالص نظر وفکر اور استدلال صحیح کے ذریعے انسان مانتا ہے کہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اپنی نشانیاں کھول کھول کر پیش کر رہا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہر چیز میں نشانیاں ہی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے مظاہر میں چاروں طرف بڑی حکمت وقدرت سے وہ آثار پھیلا رکھے ہیں جن سے انسان بہ آسانی ان نشانات کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے، انہیں دیکھ اور سمجھ سکتا ہے اس میں صرف دو صفات ہونا ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ جاہلانہ تعصّبات سے پاک ہو کر علم حاصل کرنے والے ہوں اور ان ذرائع سے کام لینے والے ہوں جو اللہ نے انسانوں کو دیئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے اندر خود یہ خواہش ہو کہ وہ اپنے اختیار وارادے کے غلط استعمال سے بچیں اور صحیح راستہ اختیار کریں۔

عقیدہ آخرت سے منکر اور خالی الذہن ہو کر انسان ان برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جن کی سزا جہنم کے سوا کچھ نہیں۔ جو لوگ خود کو اللہ کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتے انہیں اس بات کا خدشہ تک نہیں ہوتا کہ انہیں آخر کار ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے کارنامۂ حیات کا حساب بھی دینا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے وہ دنیا میں شتر بے مہار بن کر رہتے ہیں اور نہایت ہی برے اور گندے اخلاق واوصاف میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ کی اس زمین کو ظلم وفساد اور فسق وفجور سے بھر دیتے ہیں اور اپنے ان ہی اعمال وافعال کے باعث وہ جنت سے بہت دور دوزخ سے قریب سے قریب تر ہو جاتے ہیں اور آخرت میں جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں۔

انسان کا انفرادی رویہ اور انسانی گروہوں کا اجتماعی رویہ اس وقت تک درست نہیں

Marfat.com

ہوسکتا جب تک کہ اس کے شعور وتعین، میں اس کی سیرت میں، یہ بات پیوست نہ ہو کہ ہم کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور یہ حاضری قیامت آنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے اور میدانِ حشر میں جمع ہوکر اپنے اپنے نامۂ اعمال کے مطابق فیصلہ سے منسلک ہے، آخرت سے پہلے قیامت کیسے واقع ہوگی، اس سلسلے میں قرآن حکیم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات موجود ہیں، یہاں مختصراً کچھ آیات تحریر کررہے ہیں تاکہ قیامت کے منظر کا کچھ ادراک ہوسکے۔

إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾

ترجمہ:۔ جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے۔ (الانفطار۔ ا تا ۳)

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾

ترجمہ:۔ جب سورج لپیٹ لیا جائے گا (بے نور ہو جائے گا) اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی اور جب جنگلی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ (التکویر۔ ا تا ٦)

تفسیر:۔ ان آیات میں قیامت کے مناظر کو اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کو دکھا رہا ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، نفخ صور پھونکا جائے گا تو اللہ کے حکم اور اس کی ہیبت سے آسمان پھٹ جائے گا اور فرشتے نیچے اتر آئیں گے اور آسمان پر نظر آنے والے ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے اور تمام سمندروں کا پانی ایک ہو جائے گا پھر اللہ کے حکم سے پچھمی ہوا چلے گی جو اس پانی میں آگ لگا دے گی جس کے شعلے فلک شگاف ہوں گے۔ سورہ الانفطار پوری کی پوری قیامت کے منظر اور اللہ کی ہیبت کا نمونہ ہے۔

Marfat.com

سورہ التکویر بھی مناظر قیامت کا مظہر ہے، سورج کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جیسے عمامہ لپیٹا جاتا ہے، اسی طرح سورج کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ (بخاری) اور ستاروں کا وجود آسمان پر نہیں رہے گا وہ سب جھڑ کر گر جائیں گے اور پہاڑ جو ہمیں مضبوطی سے جمے نظر آتے ہیں روئی کے گالوں کی مانند فضاؤں میں اڑتے پھریں گے اور دس ماہ کی اونٹنی جو عربوں میں بہت قیمتی سمجھی جاتی ہے، جب قیامت برپا ہوگی تو ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ خوف و دہشت کے باعث جن کے پاس ایسی قیمتی اونٹنیاں ہوں گی وہ ان کی بھی پروا نہیں کریں گے، عربوں کو قیامت کی سختی کا تصور دلانے کے لئے یہ طرز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ جب دنیا میں کوئی عام مصیبت آتی ہے تو ہر قسم کے جانور بھاگ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت نہ سانپ ڈستا ہے نہ شیر پھاڑ کھاتا ہے قیامت کے روز سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی یہ مناظر قدرت الٰہی اور ہیبت الٰہی کا مظہر ہیں، یہ سب اس لئے اللہ تعالیٰ نے اظہار فرمایا ہے کہ لوگ روز قیامت کی سختی و ہیبت سے ڈر کر اپنی دنیا کے اعمال و افعال کو حکم الٰہی کے مطابق ادا کرنے لگیں اور راہ راست اختیار کر لیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت سے پہلے چھ نشانیاں پیش آئیں گی، لوگ بازاروں میں چل پھر رہے ہوں گے کہ سورج کی روشنی بجھ جائے گی' ابھی وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے تو زمین حرکت و اضطراب اور اختلاط میں آ جائے گی جس سے جنات انسانوں کی طرف اور انسان جنات کی طرف گھبرا کر بھاگیں گے' اور جانور پرندے آپس میں (خوف سے) گڈمڈ ہو جائیں گے، چھوٹے بچے والی اونٹنیاں اپنے بچوں سے بے تعلق ہو جائیں گی اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے اس وقت جنات انسانوں سے کہیں گے ہم تمہارے پاس ایک خبر لے کر آئے ہیں، سمندر کی طرف چلو' تو آگ ہی آگ ہوگی جو شعلے مار رہی ہوگی۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ زمین پھٹ

Marfat.com

جائے گی اور ساتویں زمین سے جا ملے گی اور آسمان پھٹ کر ساتویں آسمان سے جا ملے گا، یہ لوگ اس حالت میں جب پہنچیں گے تو ان پر ایک ایسی ہوا چلے گی جو ان کو موت کی نیند سلا دے گی۔ (قیامت کے ہولناک مناظر۔ امام جلال الدین سیوطی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اذا الشمس کورت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج چاند ستاروں کو قیامت کے دن سمندر میں پھینک کر ان کی روشنی کو مسخ کر دے گا' پھر پچھوائی ہوائیں چلائے گا جو سمندر کو بھڑکا کر آگ میں بدل دے گا اور بعض علماء کے خیال میں جب سورج سمندر میں پھینکا جائے گا تو اس سے سمندر کھول اٹھے گا، پھر آگ میں بدل جائے گا۔ (ابن جریر' ابن ابی حاتم) مناظر قیامت کی ہولنا کی کا اندازہ اس طرح بھی ہوتا ہے کہ دنیا جس میں ہم سب انسان رہتے بستے ہیں، تحقیق کے مطابق یہ گول ہے لیکن قیامت میں اس کا کیا حشر، کیا نمونہ، کیا شکل، ہوگی اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔ اور آسمان بدل کر کچھ سے کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ (ابراہیم۔ ۴۸)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قیامت کے روز زمین آج تمہیں جس حیثیت میں نظر آ رہی ہے ایسی نہیں رہے گی اور نہ آسمان جیسا نظر آ رہا ہے ایسا رہے گا سب کچھ بدل جائے گا، اللہ کے حکم سے سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ جب پہلا نفخ صور پھونکا جائے گا تو یہ تبدیلی آئے گی اور آخر نفخ صور پر جب ساری مخلوقات الٰہی اللہ کے حکم وقدرت سے دوبارہ جی اٹھائی جائے گی، اس وقت سارا نظام کائنات تبدیل ہو چکا ہوگا اور نیا نظام طبیعت، نئے قوانین فطرت، رائج کر دیئے گئے ہوں گے، وہی عالم آخرت ہوگا، اس وقت تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی، قرآن کے الفاظ میں اسی

Marfat.com

جمع ہونے کو حشر کہا گیا ہے کیونکہ حشر کے لغوی معنی سمیٹنے، جمع کرنے کے ہیں۔ قرآن حکیم کے ایسے واضح اشارات سے اہل حق نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ حشر اسی زمین پر ہوگا جس کی ہیئت تبدیل ہو چکی ہوگی، میزانِ عدل یہیں لگائی جائے گی اور عدالت الٰہی یہیں قائم ہوگی۔

امام شوکانی کا قول ہے کہ آیت میں دو احتمال ہیں کہ یہ تبدیلی صفات کے لحاظ سے ہوگی یا ذات کے لحاظ سے۔ یعنی زمین و آسمان اپنی صفات کے اعتبار سے بدل جائیں گے یا ویسے ہی ذاتی طور پر یہ تبدیلی آئے گی' نہ یہ زمین رہے گی نہ یہ آسمان' زمین بھی کوئی اور ہوگی اور آسمان بھی کوئی اور۔ حدیث شریف میں آتا ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''قیامت والے دن لوگ سفید بھوری زمین پر اکٹھے ہوں گے جو میدہ کی روٹی کی طرح ہوگی۔ اس میں کسی کا کوئی جھنڈا (علامتی نشان) نہیں ہوگا۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جب یہ آسمان اور زمین بدل دیئے جائیں گے تو پھر لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''صراط پر۔'' حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک یہودی عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اس زمین کو دوسری زمین کے ساتھ بدل دے گا تو اس (تبدیلی) کے وقت، مخلوق کہاں ہوگی؟ فرمایا اللہ کی مہمان ہوگی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان (مخلوقات کو سنبھالنے) سے عاجز نہیں ہوگا۔ (مسلم)

آسمان و زمین کی تبدیلی کا ذکر سورہ الزمر۔ ٦٧ میں اس طرح کیا گیا ہے۔ ''ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔ قیامت کے دن تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ سورہ الانبیاء آیت۔ ١٠ میں ارشاد ہوا ہے ''جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے' جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے۔'' سورہ الانشقاق

Marfat.com

کی آیت ۳ میں حکم الٰہی اس طرح ہے کہ ''اور جب زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا'' سورہ الحاقۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے آیت ۱۳۔۱۴۔ ''پھر جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی' اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔'' سورہ الفجر آیت۔۲۱ میں کہا گیا ہے ''یقیناً جس وقت زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔'' قرآن کریم کی آیات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ روز قیامت کتنا ہیبت ناک خوفناک ہوگا اور یہ خوفنا کی ہیبت نا کی ان کے لئے ہی ہوگی جو دنیا میں احکام الٰہی اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف کرتے رہے تھے یا پیغام حق پر کان ہی نہیں دھرا کرتے تھے اور زندگی اپنی من مانی سے گزارتے رہے تھے جبکہ اہل حق متقی پرہیز گاروں پر اس کا اثر نہیں ہوگا جیسا گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''روز قیامت زمین روٹی کی شکل میں ہوگی جس کو اللہ جبار نے اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہوا ہوگا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے سفر میں روٹی اٹھائے ہوتا ہے۔ یہ زمین جنتیوں کے لئے پہلی مہمانی ہوگی۔''

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ (حدیث) سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین کو میدان محشر کے طویل ہونے کی وجہ سے بھوک کی تکلیف نہیں دی جائے گی، انہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی زمین کی طبیعت کو بدل دیں گے حتیٰ کہ وہ اپنے پیروں کے نیچے سے اس کو بغیر کسی تکلیف کے اور محنت کے اللہ کی مرضی ومنشا کے مطابق تناول کریں گے۔'' علامہ ابن برجان نے اپنی کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زمین روٹی کی شکل میں تبدیل ہو جائے گی اور مومن اپنے پیروں کے سامنے سے (اس کو) کھائے گا اور حوض (کوثر) سے پانی پیئے گا۔ (قیامت کے ہولناک مناظر۔ علامہ جلال الدین سیوطی)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگ اتنے بھوکے اٹھائے جائیں گے کہ اس سے زیادہ انہیں کبھی بھوک نہیں لگی ہوگی' اور سب ننگے اٹھائے جائیں گے کہ اس سے زیادہ لباس کی انہیں کبھی ضرورت نہیں ہوئی ہوگی' اور اتنے تھکے ہوئے ہوں گے کہ اس سے زیادہ تھکاوٹ ان کو کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔

پس جس نے اللہ کے لئے (بھوکوں کو) کھلایا ہوگا، اللہ اس کو کھلائے گا اور جس نے (ضرورت مند) کو پہنایا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو پہنائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کی ہوگی وہ اس کو کافی ہوگا۔ (البدود السافرۃ فی امور الآخرۃ قیامت کے ہولناک مناظر امام جلال الدین سیوطی۔ ترجمہ: مولانا امداد اللہ انور)۔

زمین اور پہاڑوں میں زلزلے کی کیفیات ہوں گی اس کا ذکر قرآن کریم میں رب العالمین نے اس طرح فرمایا ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾

ترجمہ:۔ جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ (الزلزال۔۱۔۲)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس میں بتایا جارہا ہے کہ قیامت کیسے واقع ہوگی۔ زلزلہ کے معنی پے در پے زور زور سے حرکت کرنے کے ہیں، آیت مبارکہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ زمین کو جھٹکے پہ جھٹکے دے کر شدت کی ساتھ ہلا ڈالا جائے گا، یہاں زمین سے مراد پوری دنیا ہے کوئی مخصوص علاقہ یا حصہ نہیں اور اس پوری دنیا کو اتنی زیادہ شدت سے ہلایا جائے گا جتنی زیادہ سے زیادہ شدت ہوسکتی ہے۔ یہ قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا، اس سے دنیا پر آباد رہتی بستی مخلوقات سب کی سب ہلاک ہوجائے گی اور دنیا کے نظام درہم برہم ہوجائیں گے اور اس کے بعد قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا یعنی تمام اگلے پچھلے

Marfat.com

انسان دوبارہ زندہ ہوکر اٹھیں گے یہی مضمون سورہ انشقاق آیت ۴ میں بھی بیان ہوا ہے۔ ''جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی۔'' یعنی زمین میں دفن انسان جہاں بھی ہیں جیسے بھی ہیں اور جب بھی دفن ہوئے ہوں گے' ان سب کو زمین اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک دے گی۔ زلزلے کے یہ مناظر آج بھی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جب کہیں زلزلہ آتا ہے تو سب کچھ درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے۔ زمین کا پورا علاقہ الٹ پلٹ کر رہ جاتا ہے۔ ہزاروں انسانوں کو موت آ جاتی ہے، گھر بار سب کچھ تلپٹ ہو جاتا ہے، یہ تو بہت معمولی نوعیت کے بہت ہلکے زلزلے ہوتے ہیں اور جب پوری شدت سے زلزلہ آئے گا تو یقیناً دنیا کا سارا نظام پلٹ کر رہ جائے گا اور جب حکمِ الٰہی سے ایسا واقعہ رونما ہوگا تو پھر وہ کچھ ہوگا جس کا انسانی ذہن تصور تک نہیں کر سکتا، شاید اس لئے ہی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تنبیہ کے لئے قرآن حکیم کی آیات میں بتا اور سمجھا رہا ہے کہ ابھی تمہارے پاس وقت ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے اپنی بہتر دائمی زندگی کا بندوبست کر لو' اطاعت و بندگی کو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے ادا کر کے بہتر سے بہتر طریقہ سے اپنا کر، بندوبست کر لو۔ ورنہ تو قیامت کی ہلاکت خیزی کی اطلاع تمہیں کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان عام فرما دیا ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو سب کچھ جو زمین کے اندر دفن ہے باہر آ جائے گا اور انسان جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو وہ دیکھ لے گا کہ جن چیزوں، مال و دولت سونا چاندی' جواہرات پر وہ دنیا میں مرتا تھا، جن کے خاطر اس نے دنیا میں قتل و غارت گری کی' حقداروں کے حق مارے' چوریاں کیں' ڈاکے ڈالے' بے ایمانیاں کیں' جنگ و جدل کئے آج وہ سب کچھ سامنے بکھرا پڑا ہے لیکن کسی کام کا نہیں بلکہ ان سب کی وجہ سے ہی عذاب کا طوق گلے میں ڈلنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان، رحم و کرم کرنے والا ہے، وہ سب کچھ جو روز قیامت درپیش ہوگا اس کی خبر اپنے اہل ایمان بندوں کو پہلے سے کر رہا ہے اور اس

Marfat.com

سبب سے بھی کہ منکرین وکفار بھی اگر اپنی اصلاح کرنا چاہیں اور راہ حق اپنانا چاہیں تو اللہ کے خوف سے اس کے عذاب سے ڈر کر راہ راست پر آجائیں، یہی حکم الٰہی، قرآن حکیم کی دیگر سورتوں میں بھی دہرایا گیا ہے۔ سورہ انشقاق کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہوا ہے ''اور زمین اپنے اندر کی چیزوں کو یعنی مردوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔'' سورہ الحج کی آیت نمبر ۱ میں ارشاد ہے۔ ''بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔'' سورہ الواقعہ۔ آیات ۴ اور ۶ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''جب زمین پر سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے۔'' سورہ المزمل آیت ۱۴ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریگ رواں ہو جائیں گے۔'' سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۰۵ تا ۱۰۸ میں ارشاد ہوا ''اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر دے گا جس میں نہ تمہیں نشیبی نظر آئے گی نہ بلندی، اس روز سب کے سب بلانے والے کے کہنے پر بولیں گے، اس کے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہیں رہے گا اور تمام آوازیں اللہ کے سامنے دب جائیں گی، اس وقت بجز پاؤں کی آواز کے اور کوئی کچھ نہیں سنے گا۔ سورہ کہف ۴۷ میں ارشاد ہوا ہے ''جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ سورہ النمل میں ارشاد ہوا۔ ''اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اور خیال کر رہا ہے کہ یہ جنبش نہیں کر سکیں گے، حالانکہ وہ بگولوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے۔ سورہ النبا آیت ۲۰ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جائیں گے اور وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے۔ سورہ القارعہ آیت ۱ تا ۵ میں ارشاد الٰہی ہوا ہے کہ۔

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝٥

Marfat.com

ترجمہ:۔کھڑکھڑا دینے والی' کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی' تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے' جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔(القارعۃ۔۱تا۵)

تفسیر:۔آیات میں لفظ قارعہ استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنی ٹھونکنے والی کے ہیں قرع کے معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر زور سے مارنے کے ہیں جس سے سخت آواز نکلے اس لغوی معنی کی مناسبت سے قارعہ کا لفظ ہولناک حادثے اور بڑی بھاری مصیبت یا آفت کے لئے بولا جاتا ہے آیت مبارکہ میں لفظ القارعہ قیامت کے لئے استعمال ہوا ہے۔سورہ الحاقہ میں بھی قیامت کو اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے۔(آیت ۴) القارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے قیامت کی ہولناکیوں سے اہل ایمان کے دلوں کو بیدار کرنے اور اللہ کے دشمنوں کو عذاب الٰہی سے خبردار کرنے کا اظہار ہورہا ہے۔کھڑکھڑانے سے وہ عمل بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جیسے کوئی کسی کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹائے تاکہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں۔

جس دن قیامت برپا ہوگی یعنی وہ عظیم ترین حادثہ رونما ہوگا جس کے نتیجے میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا اس وقت لوگ گھبراہٹ کے عالم میں اس طرح بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے ہر طرف پراگندہ ومنتشر ہوتے ہیں اور یہ بڑے بڑے جمے جمائے پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔رنگ برنگ کے اون سے پہاڑوں کو اس لئے تشبیہ دی ہے کیونکہ پہاڑ کئی رنگوں کے ہوتے ہیں۔'عھن' اس اون کو کہتے ہیں جو مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی ہو اور 'منفوش' کے معنی دھنی ہوئی یہ پہاڑوں کی وہ کیفیت ہے جو قیامت والے دن ان کی ہوگی پہاڑوں کی یہی کیفیت دیگر آیات قرآنی میں بھی آئی ہے۔

میدان حشر کی ہولناکیوں کے بارے میں جو احادیث میں آیا ہے وہ بڑا ہولناک اور

Marfat.com

دھلا دینے والا ہے۔ ایک طویل حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''حشر کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم (اور) نامختون (بغیر ختنہ) اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (یہ سن کر) فرمایا ''ہائے بے پردگی'' تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''لوگ اس دن دیکھنے سے بے توجہ (قاصر) ہوں گے، ان کی نگاہیں چالیس سال (کی مسافت کے سفر کے برابر) اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی' نہ وہ کھاتے ہوں گے، نہ پیتے ہوں گے' طویل قیام کی وجہ سے ان میں سے کسی کا پسینہ ان کے قدموں تک انہیں غرق کر رہا ہوگا' تو کسی کا پسینہ انہیں پنڈلیوں تک غرق کر رہا ہوگا اور کسی کو پیٹ تک اور کسی کو منہ تک۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم فرمائے گا اور مقرب فرشتوں کو حکم کرے گا تو وہ اس کے عرش کو آسمانوں سے سفید زمین پر لائیں گے جس پر نہ تو کسی کا خون بہایا گیا ہوگا اور نہ کوئی گناہ کیا گیا ہوگا، گویا وہ سفید چاندی کی طرح کا ہوگا۔ پھر فرشتے عرش کے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جائیں گے' یہ پہلا دن ہوگا جس میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ دیکھے گی' پھر (اللہ تعالیٰ) ایک منادی کو حکم کرے گا جو بلند آواز سے منادی کرے گا جس کو دونوں مخلوق جن اور انسان سنیں گے کہ فلاں ولد فلاں کہاں ہے؟ تو فرشتہ اس کو لے جائے گا اور موقف سے ممتاز ہو کر نکلے گا، اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی پہچان کرائیں گے' پھر کہا جائے گا اپنی نیکیاں پیش کرو، پھر اللہ تعالیٰ میدانِ حشر کی مخلوق کو یہ نیکیاں ملاحظہ کرائیں گے' جب وہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہوگا تو کہا جائے گا ظالم کہاں ہیں؟ تو پھر ایک ایک کر کے سب پیش ہوں گے' کہا جائے گا تو نے فلاں پر ایسا ایسا ظلم کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں اے میرے پروردگار' یہی وہ دن ہوگا جس میں ان کی اپنی زبانیں' ان کے ہاتھ' ان کے پاؤں' ان کے خلاف ان کے اعمال بد کی ظلم و زیادتی کی گواہی دیں گے۔ چونکہ اس دن کسی کے پاس دینار، درہم، روپیہ، پیسہ کسی قسم کی کوئی چیز مظلوم کا حساب چکانے کے لیے نہیں ہوگی۔ نیکیاں اور گناہ ہی وہاں کا سکہ رائج الوقت ہوگا۔ لہٰذا مظلوم کا حساب

Marfat.com

چکانے کے لیے اولاً ظالم کی نیکیاں مظلوم کو بقدر ظلم دے دی جائیں گی۔ اگر ظالم کے پاس نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوم ابھی بھی ہوں گے تو مظلوم کے گناہ بقدر ظلم، ظالم کو دے کر حساب چکایا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی فریاد کرنے والا باقی نہیں بچے گا جس پر اس ظالم نے ظلم کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ کارروائی تمام حاضرین کو دکھائیں گے' جب وہ اپنے حساب سے فارغ ہوگا اسے حکم ملے گا اب اپنے ٹھکانے دوزخ کی طرف چلے جاؤ۔ کیونکہ اس روز (حشر کو) کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اس دن نہ کوئی فرشتہ، نہ نبی مرسل نہ صدیق نہ شہید اور نہ کوئی انسان باقی رہے گا' جو کچھ لوگوں نے حساب کی شدت کو دیکھا ہوگا وہ یہی سمجھیں گے کہ آج کوئی نجات نہیں پائے گا مگر اللہ تعالیٰ جس کو محفوظ رکھنا چاہے۔ (قیامت کے ہولناک مناظر' امام جلال الدین سیوطیؒ)

میدان حشر میں حساب کتاب کے بعد انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے دائمی ٹھکانوں کی طرف روانہ کر دیا جائے گا جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی اعمال صالحہ زیادہ ہوں گے متقی پرہیز گاروں کو جنت کے مختلف درجات ملیں گے اور بدکاروں بے ایمان وکفر وشرک کرنے والوں کو دوزخ کے مختلف درجات کی طرف بھیج دیا جائے گا اور کچھ لوگ ان دونوں کے علاوہ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے اعمال کے باعث نہ جنت میں جا سکیں گے اور نہ ہی دوزخ ان کا مقدر بنے گی، انہیں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاعراف کہا ہے ان لوگوں کی زندگی میں ان کے اعمال صالحہ اس حد رہوں گے اور نہ اعمال بد یعنی ان کا نہ مثبت پہلو اتنا اچھا ہوگا اور نہ ان کا منفی پہلو اتنا خراب ہوگا کہ انہیں دوزخ میں جھونک دیا جائے۔ اس لئے یہ لوگ جنت اور دوزخ کے درمیان سرحد پر رہیں گے جسے قرآن کریم نے اعراف کا عنوان دیا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس پر غور وفکر کر لیا جائے کہ جنت اور دوزخ کیسی ہوں گی اور جزا ملنے والوں کے لیے کیسی کیسی راحتوں کا انتظام کیا گیا ہے اور سزا ملنے والوں کے لئے کیسے کیسے عذابوں کا بندوبست کیا گیا ہے۔

Marfat.com

دوزخ

قرآن کریم میں دوزخ کا ذکر بہت سی جگہ آیا ہے اس کی سختیاں اور عذابوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان عذابوں، ان سزاؤں سے بچانا چاہتا ہے، ان سزاؤں اور عذابوں کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ انسان ان کی ہیبت اور خوف ناکی کو محسوس کرے اور اللہ جو صاحبِ اقتدار و اختیار ہے کی اطاعت و بندگی اور اس کی عبادت کو اپنے اختیار و ارادے سے پورے خلوص و یقین کے ساتھ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

جہنم دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو جہنام سے نکلا ہے جس کے معنی بہت زیادہ گہرائی کے ہیں۔ اسلام وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے نہایت وضاحت سے آخرت اور آخرت میں مکافات و عقوبت کے عقیدے کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں جہنم کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے، قرآن حکیم کے مطابق جہنم بے ایمان مرنے والوں اور ایسے گناہ گاروں کا ٹھکانہ ہے جن کے جرائم ناقابل معافی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا، پرورش و نگہداشت کرنے والا ہے جو مغفرت و بخشش کو بہت پسند فرماتا ہے وہ جو قدم قدم پر انسان کو اس کی بہتری و بھلائی کے راستے دکھاتا و بتاتا رہتا ہے۔ اس نے انسانوں کی رہبری و رہنمائی کے لئے بار بار دنیا کے تمام علاقوں اور قوموں کی بہتری اور انہیں

Marfat.com

سیدھا راستہ دکھانے، بتانے کے لئے اپنے نبی ورسول بھیجے اور جب اپنا دین اسلام مکمل کیا تو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''بشیر''، یعنی خوش خبری دینے والا اور نذیر یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجنے کا ذکر قرآن کریم میں بار بار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کو چھ دنوں میں پیدا کیا گیا ہے ایسے ہی زمین وآسمان کے بھی سات سات طبقات پیدا کئے ہیں اور جنت اور دوزخ کو بھی سات سات طبقات یا درجات میں تقسیم کیا ہے۔ دوزخ کے طبقات اس طرح ہیں۔

(۱)۔ جہنم = یہ مقام عذاب اسی امت مرحومہ کے لئے ہوگا جو تمام تر ہدایات ونصیحتوں کے باوجود خود کو شیطان کے حربوں سے نہیں بچا سکی۔

(۲) سیر = یہ نصاریٰ کا مقام ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر ان کے ساتھ روح القدس کو شریک کر کے شرکِ عظیم کیا اور اس پر قائم رہے قرآن کریم میں نصاریٰ کے عقیدے کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ ''وہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا' اللہ تین میں سے ایک ہے حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (المائدہ ۳)

(۳)۔ حطمہ = دوزخ کا یہ مقام یہودیوں کے لئے ہے۔ جن کی اصلاح اور فلاح کے لئے اللہ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اس کے باوجود وہ ہر حق کے انکاری ہی رہے۔

(۴)۔ لظیٰ = دوزخ کا یہ درجہ ابلیس اور اس کی قوم جنوں دیوؤں کے لئے ہوگا۔

(۵)۔ سقر = یہ مقام' تکبر وغرور کرنے والے اور ظالموں کا ٹھکانہ ہے جو تکبر کرتے تھے غرور کرتے تھے اور ظالموں کا ٹھکانہ ہے۔

(۶)۔ جحیم = یہ مقام دوزخ مشرکوں بت پرستوں کا ہے۔

Marfat.com

(۷)۔ھاویہ = یہ دوزخ کا سب سے نچلا اور آخری درجہ ہے جو منافقوں اور فرعونوں کی جگہ ہے۔

دوزخ کا نقشہ قرآن کریم میں اس طرح کھینچا گیا ہے۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾
لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾

ترجمہ:۔ بے شک دوزخ گھات میں ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانہ وہی ہے۔ وہ اس میں مدتوں پڑے رہیں گے۔ نہ وہ کبھی اس میں ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے نہ پانی کا' اگر انہیں کچھ ملے گا تو بس گرم پانی اور زخموں کی دھوون (یا پیپ) ان کو ان کے بداعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ (النباء ۲۱ تا ۲۶)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جہنم کے بارے میں لوگوں کو آگاہ فرما رہا ہے تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ دوزخ ہے کیا؟ جس سے اللہ اور اس کے نبی ڈراتے رہے ہیں۔ آیت میں جہنم کے گھات لگانے کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے، گھات ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چھپ کر دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے یا وہ جگہ جو شکار کو پھانسنے کے لئے بنائی جاتی ہے تاکہ جب وہ وہاں سے گزرے تو اس کی بے خبری میں فوراً اس پر حملہ کر دیا جائے یا اچانک شکار اس میں پھنس جائے۔ جہنم کے داروغے بھی جہنمیوں کے انتظار میں اسی طرح بیٹھے ہوں گے' یا خود جہنم ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار و مشرکین کے لئے گھات لگائے بیٹھی ہوگی۔

جہنم کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے باغی اس کے احکامات سے انحراف کرنے والے بے خوف ہو کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے اچھل کود کرتے پھرتے ہیں کہ دنیا تو عیش و آرام کی جگہ ہے جہاں کسی پکڑ کا کوئی خطرہ ہی نہیں ہے۔ لیکن جہنم ایسے ہی لوگوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے' جہنم ایسے ہی لوگوں کے لئے ایسی چھپی ہوئی گھات ہے جس میں وہ

Marfat.com

اچانک یکا یک پھنس کر رہ جائیں گے۔ جہنم تو بنائی ہی اس لئے ہے کہ اسے اللہ اپنے باغی اور سرکشوں سے بھرے گا، جس کا اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ فرمایا ہے، مشرکین وکفار جہنم کا ایندھن ہوگے جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

آیت مبارکہ میں لفظ ''احقاب'' استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی پے در پے آنے والے طویل دور یا زمانے' ایک دور کے خاتمہ پر فوراً ہی دوسرا دور شروع ہو جائے جس طرح جنت کی زندگی دائمی یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہوگی، ایسے ہی دوزخ کی زندگی بھی ہمیشہ رہنے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جب یومِ حساب' میدان حشر میں سب کا حساب کتاب عدل وانصاف سے کرے گا تو اس کے مطابق ہی ان کو ان کے ٹھکانے بھی دے گا۔ کچھ مفسرین کے خیال میں جنت تو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہوگی لیکن دوزخ میں ایسا نہیں ہوگا۔ معتوب کو جتنی سزا ملنی ہوگی وہ اسے پورا کر کے وہاں سے نکل جائے گا، ان کے خیال کے مطابق لفظ حقب یہاں اس لئے ہی استعمال کیا گیا ہے کہ دوزخ کی میعاد کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گی' جبکہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقریباً ۳۴ مقامات پر اہل جہنم کے لئے ''خلود'' ہمیشگی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور تین جگہ لفظ خلود کے ساتھ ابداً یعنی ہمیشہ ہمیشہ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ المائدہ کی آیت ۳۷ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں' مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔ سورہ ھود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''لیکن جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں وہ چیخیں گے، چلائیں گے۔ جب تک آسمان وزمین برقرار رہیں گے' وہ وہیں رہیں گے سوائے اس وقت کے جو تمہارا رب چاہے یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے''۔ (ھود۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷)

دوزخ میں دوزخیوں کو جو غذا ملے گی اس کی خبر بھی اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں دے رہا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور راہ حق پر لوٹ آئیں۔ انہیں کسی بھی قسم سے

Marfat.com

ٹھنڈک نہیں پہنچے گی، انہیں پانی بھی گرم کھولتا ہوا ملے گا جس میں خون و پیپ کی آمیزش ہوگی، جو سخت بدبودار اور سڑا ندھ لیے ہوئے ہوگی۔ تمام سزائیں ان کو ان کے اعمال کے مطابق ہی دی جائیں گی جو انہوں نے دنیا میں اپنی آزمائش وامتحان کے سلسلے میں کئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی عادل وانصاف کرنے والا ہے، وہ بار بار لوگوں کو آگاہ کرتا رہا ہے اپنی کتابوں کے ذریعے، اپنے رسولوں کے ذریعے، سمجھاتا رہا ہے جو لوگ اس سارے اہتمام وانتظامات کے باوجود نہیں مانتے اور راہِ حق پر نہیں چلتے ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ نے دوزخ کا بندوبست کیا ہے تاکہ انہیں دنیا میں کئے گئے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل سکے۔ جہنم میں اہل جہنم کو جو غذا ملے گی اس کا ذکر سورہ ابراہیم میں اس طرح آیا ہے۔

مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ (ابراہیم۔۱۶)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جہنم کے مکینوں کو کھانے پینے کو جو غذا دی جائے گی اس کا اظہار فرما رہا ہے انسان جو دنیا میں لہو لعب میں پڑ کر اپنی آخرت سے بے فکر ہو کر اپنی زندگی گزارتا ہے اور کبھی سوچتا تک نہیں کہ مجھے مرنا بھی ہے اور مر کر روزِ آخرت اللہ کے سامنے پیش بھی ہونا ہے ایسے ہی اپنی آخرت سے غافل و بے فکر لوگوں کو بتایا جا رہا ہے، انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے تاکہ روزِ آخرت کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو خبر نہیں تھی، اگر ہمیں پتہ ہوتا تو ہم ہرگز ہرگز اپنے آپ سے اتنی غفلت نہ برتتے اور برے راستے اختیار نہ کرتے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ہر برائی کی سزا اور ہر اچھائی کی جزا و صلے کے معاملات کو خوب کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے اس سے بڑا احمق اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی خود اپنی ذات سے غفلت کا مرتکب ہو۔

صدید ایسے خون اور پیپ کو کہا گیا ہے جو جہنمیوں کے گوشت اور کھال سے بہا ہوگا

Marfat.com

بعض احادیث میں اسے ''عصارہ اھل النار'' کہا گیا یعنی جہنم والوں کے جسم سے نچوڑا ہوا (مسند احمد) بعض احادیث میں ہے کہ صدید اتنا گرم اور کھولتا ہوا ہوگا کہ دوزخیوں کے منہ تک پہنچتے ہی ان کے چہرے کی کھال جھلس کر گر پڑے گی اور اس کا ایک گھونٹ پیتے ہی ان کے پیٹ آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی' اس کے باوجود وہ اسے پینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ انہیں اتنی شدید پیاس لگ رہی ہوگی کہ وہ اسے نہیں چھوڑ سکیں گے جیسا کہ اس کے بعد کی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ:۔ جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل سے اتار سکے گا' ہر طرف سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں' پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے۔ (ابراہیم۔۱۷)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں انسانوں کو باخبر کیا جارہا ہے کہ دوزخ کی زندگی جو دائمی زندگی ہوگی جو کسی بھی طرح کبھی ختم نہیں ہوگی یعنی کسی بھی طرح موت نہیں آئے گی وہ ایسی زندگی ہوگی جو مسلسل عذاب میں مبتلا رہے گی، دوزخی مختلف اقسام کے عذابوں میں گھرا رہے گا وہ عذابوں کو چکھ چکھ کر آرزو کرے گا کہ موت آجائے تاکہ ان عذابوں سے اسے چھٹکارا ملے لیکن وہاں موت نہیں آئے گی، وہاں تو اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہی ہوتا رہے گا۔ یہ تنبیہہ ہے ایسے تمام لوگوں کے لئے جو دنیا میں آنکھیں بند کر کے زندگی گزارنے میں اور اپنے رب کے ساتھ نمک حرامی' بے وفائی' خودمختاری' نافرمانی' سرکشی کی روش اختیار کرتے ہیں اور اپنے رب اپنے خالق و مالک اور اپنی نگہداشت و پرورش کرنے والی ذات عالی کی اطاعت و بندگی کا وہ طریقہ اختیار نہیں کرتے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور انبیاء علیہم السلام جس

Marfat.com

کی دعوت لے کر آئے۔ دوزخی لوگ وہ ہوں گے جو میدان حشر میں حساب کتاب کے بعد عدل وانصاف سے جب گزر چکے ہوں گے تو ان کے پلے کچھ بھلائی یا نیکیاں نہیں ہوں گی اور ظلم، برائی، کفر وگناہوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں ہوگا، ان کا مقدر جو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں دنیا کی زندگی میں اپنے اعمال سے بنایا ہوگا وہی انہیں دوزخ کی آگ میں لے جا کر جھونکے گا۔ جن لوگوں نے نافرمانی اور کفر کیا ہوگا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی منظر کشی کی ہے اس میں جہنم کو نہایت ہی غیظ وغضب اور انتہائی انتقامی حالت میں دکھایا ہے۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں پھینکے جائیں گے تو اس کے (دوزخ) دھاڑنے کی ہولناک آواز سنیں گے' وہ جوش کھا رہی ہوگی اور قریب ہوگی کہ شدت غضب سے پھٹ جائے' جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس سے جہنم کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ (الملک۔ ۶ تا ۸)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ دنیا کی طرح کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے انسان نے تمام تر ہدایات' تنبیہ اور رہنمائی کے بڑی بے فکری اور غفلت کے ساتھ گزار دی ایسے ہی غافل بے پروا اپنی دنیاوی زندگی کو کھیل کود اور عیش وآرام کا ذریعہ بنانے اور سمجھنے والوں کو جنہوں نے تمام ہدایات کو نظر انداز کر دیا ہوگا یا کر رہے ہیں۔ انہیں بتایا، سمجھایا جا رہا ہے کہ اپنے ان اعمالِ بد کے صلے میں

Marfat.com

جوٹھکانا تمہیں ملنے والا ہے وہ کیسا شدید غضبناک ہوگا۔اس لئے بہتر ہے کہ تمہیں جو سمجھ، عقل وفہم دی گئی ہے اس سے کام لے کر اپنے آپ کو اس برے ٹھکانے سے بچالو۔

اللہ تعالیٰ بہت واضح انداز میں اعلان عام فرمارہا ہے کہ جولوگ دنیا کی زندگی جوانہیں آزمائش وامتحان کے لئے دی گئی ہے تا کہ وہ اپنے اختیار سے اللہ واحد کی اطاعت وبندگی کریں ۔ب وہ ایسا نہیں کریں گے اور کفر کریں گے تو پھر ان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی مہربان رحم کرنے والا ہے انہیں جہنم کے عذاب سے دوچار کردے گا جو بڑا ہی سخت اور برا ٹھکانا ہے، جہنم وہ جگہ ہے جہاں ہر وقت لاوا ابلتا رہتا ہے، اگر کبھی کسی آتش فشاں کے پھٹنے کا منظر دیکھا ہو تو اس سے بھی کسی قدر ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ آتش فشاں کی تپش وگرمی تو دوزخ کی تپش وگرمی کا عشر عشیر بھی نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ وہ اپنے انتہائی غیظ وغضب میں ہوگی تو اللہ کی پناہ اس کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔

جب اہل دوزخ کو اس میں پھینکا جائے گا چاہے وہ انسان ہو یا جن یا شیطان، جن لوگوں نے بھی کفر کیا ہوگا، احکام الٰہی کی نافرمانی کی ہوگی اپنے رب خالق ومالک کی اطاعت وبندگی سے انحراف کیا ہوگا جب دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو اس کے دھاڑنے کی ہولناک آواز وہ سنیں گے، دوزخ مارے غصے کے جوش کھارہی ہوگی، شدید غضب سے پھٹی پڑ رہی ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے جہنم کا جو منظر یہاں دکھایا وہ زندہ مخلوق کی طرح اسے بھی غصے کی حالت میں دکھایا ہے تا کہ انسان اس کیفیت کو بخوبی سمجھ سکے جس سے وہ شدید غیظ وغضب کی حالت میں خود بھی گزرتا ہے۔جب انسان شدید غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے تو غصے کی شدت سے اس کی سانس پھول جاتی ہے اور اس کی آواز پھنکار کی شکل اختیار کرلیتی ہے، کچھ ایسا ہی منظر دوزخ کا ہوگا کہ وہ اپنے غصے کو برداشت کرنے کی کوشش کرے گی کہ کہیں کسی طرح کی سرتابی، نافرمانی الٰہی نہ ہوجائے، غصہ تو اسے ان

Marfat.com

کفر کرنے والوں پر آ رہا ہوگا جو اس کے ایندھن بنائے جائیں گے۔ یہی بات سورہ فرقان میں اس طرح آئی ہے۔ ''کہ دوزخ میں جاتے ہوئے یہ لوگ دور سے ہی اس کے غضب اور جوش کی آوازیں سنیں گے۔ (الفرقان۔۱۲)

اس سے ملتا جلتا مضمون سورہ ھود میں بھی آیا ہے۔ ''دوزخ میں دوزخی ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے۔ (ھود۔۱۰۶)

اہل دوزخی کو جب دوزخ میں ڈالا جا رہا ہوگا اس وقت دوزخ پر مامور اللہ کے کارندے' ان لوگوں سے معلوم کریں گے کہ انہوں نے یہ کفر کیوں کیا؟ کیا ان کے پاس اللہ کی طرف سے خبردار کرنے، ہدایات پہنچانے والا آیا تھا یا نہیں، اس سے ان کا مقصد انہیں یہ احساس دلانا بھی ہوگا کہ انہوں نے خبردار کرنے والوں کی خبر و ہدایت کو نہ مان کر کیسی اور کتنی بڑی بھول کی ہے ان کے ساتھ اگر دوزخ کا معاملہ ہوا ہے تو کچھ غلط نہیں ہوا ان کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی جا رہی۔ قرآن حکیم میں اس بات کو دہرانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان سمجھ لے ابھی وقت ہے اسے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ راہِ راست کے خلاف چلنے کا نتیجہ کیا ہوگا، اگر اس نے اللہ کی اطاعت و بندگی سے منہ موڑا اور کفر کی راہ اپنالی تو اس کے نتیجہ میں اسے جہنم میں ہی جھونکا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ بات بار بار ذہن نشین کرائی ہے کہ یہ دنیا آزمائش کے لئے ہے اس دنیا میں انسان کو امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے، اس امتحان میں فیل ہونے کے نتیجے میں اسے دوزخ میں جانا پڑے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ بے قصور اسے سزا دی جائے گی' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں رکھتا، وہ ایک ہی بات کو بار بار کھول کھول کر جتاتا اور سمجھاتا ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہے کہ اندھیرے میں رکھ کر اللہ نے انسان کو اتنے بڑے امتحان میں ڈال دیا ہو۔ انسان کو اللہ نے مختلف طریقوں سے قرآن حکیم میں بار بار سمجھایا ہے

Marfat.com

جیسے'البقرہ آیت ۲۱۳' النساء آیات۔۴۱'۴۲'۱۶۵۔الانعام آیات۔۱۳۰'۱۳۱۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۵۔ سورہ طہ آیت ۱۳۴۔سورہ القصص آیت۔۴۷'۵۹'۶۰۔سورہ فاطر آیت۔۳۷۔سورہ المومن آیت۔۵۰۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے کہ ''دوزخ میں ہزار برس تک آگ پھونکی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس اورزیادہ تیز کی گئی جس سے وہ سفید ہوگئی' پھر ہزار برس اورزیادہ تیز کی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی۔دوزخ کی آگ سیاہ تاریک ہے اس میں روشنی ہرگز نہیں ہے۔(مشکوٰۃ)

جہنم کی گہرائی کے بارے میں ایک حدیث میں تایا گیا ہے کہ اگر اس میں کنکر پھینکا جائے تو وہ ستر برس میں بھی اس کی تہہ تک کونہیں پہنچے گا۔(مسلم)

Marfat.com

اعراف

اعراف، عرف کی جمع ہے اس کے معنی بلند جگہ کے ہیں۔ قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کے درمیان حد فاصل ہے اس حد فاصل کو اعراف کہا گیا ہے، اس حد فاصل پر بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، یہ لوگ اہل جنت کو ان کی علامات سے پہچانیں گے اور اہل جہنم کو بھی ان کی علامات سے پہچانیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ اعراف پر جو لوگ بیٹھے ہوں گے وہ انسانوں کا ہی گروہ ہوگا یہ ایسے لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور اچھے اعمال اور برائیاں اور برے اعمال وزن میں برابر ہوں گے۔ نہ تو ان کی نیکیاں انہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جاسکیں گی اور نہ ہی ان کی برائیاں انہیں اہلِ جہنم کے ساتھ جہنم میں لے جاسکیں گی۔ یہ لوگ بین بین ہوں گے اور اللہ کے فضل و رحمت کے منتظر ہوں گے' یہ لوگ اہل جنت کو ان کے ہشاش بشاش اور روشن سفید چہروں سے، ان کے آگے آگے جاری و ساری نور سے پہچان سکیں گے۔ اور ان کی ناک پر لگائے جانے والے داغ بھی ان کی شناخت کا باعث ہوں گے جس کی خبر قرآن حکیم میں سورہ القلم میں دی گئی ہے۔

Marfat.com

اہل اعراف' اہل جنت کو اس امید سے سلام کریں گے کہ جلد ہی وہ بھی جنت میں داخلہ کے مستحق قرار پائیں گے اور جب وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو ان کی نظریں اچٹتی ہوئی ہوں گی وہ ان پر نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کریں گے اور اہل جہنم کو دیکھتے ہی اہل اعراف اللہ کی پناہ مانگنے لگیں گے کہ اے بارالہا! ہمیں ان کا ساتھی نہ بنانا۔

اہلِ دوزخ کی ناک پر داغ لگانے اور نشان زد کرنے کا حکم قرآن کریم میں اس طرح ارشاد ہوا ہے اس نشان کے باعث اہل اعراف انہیں نمایاں طور پر شناخت کر سکیں گے۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ عنقریب ہم اس کی سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے۔ (القلم۔۱۶)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہل دوزخ کی ناک پر نشان لگانے کی خبر دے رہا ہے، یہ نشانی قیامت کے روز اہل دوزخ کے چہروں پر لگائی جائے گی، ان کی ناکوں کو داغ دیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ وہ لوگ دنیا میں اپنے آپ کو بڑی ناک والا سمجھتے تھے۔ بڑا تکبر وغرور کرتے تھے، اس لئے ناک کو یہاں سونڈ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ناک پر داغ لگانے سے مراد ان کی تذلیل ہے۔ اللہ ایسے انسانوں کو جو دنیا میں کفر وشرک کرتے ہیں، غرور وتکبر کرتے ہیں، آخرت میں ایسا ذلیل وخوار کرے گا کہ ابد تک یہ داغ، یہ عیب ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اعراف کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے، ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر وہ کہیں گے' السلام علیکم! ابھی یہ اہلِ اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے

Marfat.com

امیدوار ہوں گے۔ (الاعراف۔۴۶)

تفسیر:۔''ان دونوں کے درمیان'' سے مراد اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ایک آڑ یعنی دیوار ہوگی جس کا ذکر سورہ الحدید میں بھی آیا ہے اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا یہ دیوار درمیان میں کھڑی کردی جائے گی یہی اعراف کی دیوار ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟

اہل اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر برابر ہوں گے دونوں کا وزن برابر ہوگا، یہ لوگ اعراف میں اللہ کی رحمت وفضل کے منتظر ہوں گے کیونکہ ان کی نیکیاں انہیں دوزخ میں جانے سے روک رہی ہوں گی اور ان کے گناہ انہیں جنت میں نہیں جانے دے رہے ہوں گے۔ اللہ جو بڑا ہی مہربان اور رحیم وکریم ہے، جب وہ تمام مخلوقات کا فیصلہ کر چکے گا، جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ رحمان ورحیم اپنی رحمت سے ان کے حق میں فیصلہ فرمائے گا۔ ابھی اہل اعراف کا فیصلہ صادر نہیں ہوا ہوگا اور وہ اپنے فیصلے کے منتظر ہوں گے اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں ان کی اس کیفیت کی منظر کشی بھی فرمادی کہ وہ اہل جنت کو پکار کر انہیں سلام کہیں گے کہ وہ سلامتی سے جنت میں اپنے دائمی ٹھکانوں کی طرف چلے جائیں۔ آیت کی ساخت پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل اعراف کتنی حسرت اور امید کے جذبات سے لبریز ہوں گے کہ وہ دوزخ اور جنت کے درمیان اپنی قسمت کا، اپنے مستقبل کا، فیصلہ سننے کے انتظار میں کھڑے ہیں اور ان کے قریب سے جنتی جنت کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہوں گے، وہ بڑی پرامید نظروں سے انہیں دیکھ رہے ہوں گے' اپنی دلی خواہش کا اظہار وہ انہیں ان کی سلامتی کی دعا السلام علیکم کہہ کر کررہے ہوں گے وہ ایک یقین وخوف کی حالت میں ہوں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلہ صادر فرما کر انہیں جنت میں داخلے کی اجازت عطا فرمادے گا؟ وہ ایک گومگو کی کیفیت سے دوچار ہوں گے تاوقت کہ اللہ انہیں جنت میں داخل نہ کردے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ اہل

Marfat.com

جنت کے چہرے روشن اور بڑے پرنور ہیں اور اہلِ دوزخ کے چہرے سیاہ تاریک اور پریشان ہیں، وہ اپنی پریشانی کے اظہار کے لئے ہی اہل جنت کو پکارتے ہوں گے، ان پر سلامتی بھیج رہے ہوں گے اور اہل دوزخ کی طرف دیکھنے سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے۔

آیت مبارکہ میں جس آڑ یعنی دیوار کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کیوں کھڑی کی گئی اللہ تعالیٰ نے سورہ الحدید کی درج ذیل آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

ترجمہ:۔اس دن (حساب کے دن) منافق مرد وعورت ایمان داروں سے کہیں گے ذرا ہماری طرف تو دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں (روشنی حاصل کریں) مگر ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور روشنی (کہیں اور تلاش کرو) پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' اس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب ہوگا۔(الحدید۔۱۳)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت منافقین مرد عورتوں کی حالت زار کا اظہار کر رہا ہے جب اہل ایمان عرصہ محشر میں پل صراط پر ہوں گے تو ان کے ایمان اور عمل صالح کا نور جس کی روشنی میں وہ جنت کا راستہ آسانی سے طے کر لیں گے قرآنی آیات سے یہ بات قطعی صاف ہوگئی ہے کہ میدان حشر میں نور صرف مومنین وصالحین کے لئے مخصوص ہوگا جبکہ کفار ومنافقین اور فاسق وفاجر تو وہاں تاریکی میں بھٹک رہے ہوں گے۔ وہاں روشنی جو کچھ بھی ہوگی وہ صالح عمل اور صالح عقیدے کی ہی ہوگی۔ایمان کی صداقت سیرت وکردار کی پاکیزگی ہی نور میں تبدیل ہو جائے گی۔جس سے نیک بندوں کی شخصیت جگمگا اٹھے گی

Marfat.com

جس شخص کے اعمال جتنے زیادہ صالح اور تقویٰ لئے ہوئے ہوں گے، اس کے وجود میں اتنی ہی زیادہ روشنی ہوگی، وہ جب میدانِ حشر سے جنت کی طرف چلے گا تو اس کا نور اس کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا۔ ان کے دائیں ہاتھوں میں ان کے اعمال نامے ہوں گے، جو روشن ہوں گے جس کے پاس جتنے زیادہ اچھے اور نیک اعمال ہوں گے ان کی روشنی اتنی ہی تیز اور زیادہ ہوگی' اور جتنے کم نیک اعمال ہوں گے اتنی ہی کم ان کی روشنی ہوگی۔ اس کی بہترین تشریح قتادہ کی مرسل روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کسی کا نور اتنا تیز ہوگا کہ مدینہ سے عدن تک کی مسافت کے برابر فاصلے تک پہنچ رہا ہوگا اور کسی کا نور مدینہ سے صنعا تک اور کسی کا اس سے کم یہاں تک کہ مومن ایسا بھی ہوگا جس کا نور اس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا۔'' (ابن جریر) اس کا مقصد یہ ہوگا کہ انسان کی ذات سے دنیا میں جتنی زیادہ بھلائی پھیلی ہوگی اس کا نور اتنا ہی زیادہ اور تیز ہوگا اور جہاں جہاں تک دنیا میں اس کی بھلائی پہنچی ہوگی، میدانِ حشر میں اتنی ہی مسافت تک اس کے نور کی شعاعیں دوڑ رہی ہوں گی۔

ایک اور حدیث شریف حضرت ابوذر اور ابوالدرداء نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں اپنی امت کے صالحین کو وہاں (میدان حشر) ان کے نور سے پہچانوں گا جو ان کے آگے اور ان کے دائیں بائیں دوڑ رہا ہوگا۔ (حاکم' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ)

وہ فرشتے جو اہل ایمان کے استقبال کے لئے اور جنت میں پیشوائی کے لئے وہاں موجود ہوں گے جب اہل ایمان چلتے چلتے آگے نکل جائیں گے تو جو منافقین اہل ایمان کے ساتھ ان کی روشنی میں چل رہے ہوں گے، انہیں روک دیں گے اور ان سے کہیں گے پیچھے چلے جاؤ اور اپنی روشنی تلاش کرو۔ یعنی اپنے نیک اعمال اور عمل صالح کی روشنی لاؤ' پھر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ منافقین پر اندھیرا مسلط فرمادے گا، اس وقت وہ منافقین اہل ایمان سے کہیں گے کہ ذرا رکو ہمارا انتظار کرلو ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ نور حاصل کرلیں ذرا پلٹ کر دیکھو تو سہی تا کہ ہمیں بھی تم سے کچھ روشنی مل جائے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور منافقین کے درمیان اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ایک دیوار حائل کردے گا اس دیوار میں ایک دروازہ بھی ہوگا جس سے اہل جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے، جب سب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو دروازہ بند کردیا جائے گا۔ تو دروازے کے ایک طرف جنت اور اس کی نعمتیں ہوں گی تو دوسری طرف دوزخ کا عذاب ہوگا' منافقین کے لئے اس حد فاصل کو عبور کرنا ممکن نہیں ہوگا جو جنت اور ان کے درمیان حائل کردی جائے گی۔

اہل اعراف جنتیوں کو دیکھیں گے جن کے چہرے شاداب اور روشن ہوں گے جبکہ اہل جہنم کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، اس طرح وہ دونوں قسم کے لوگوں کو پہچان لیں گے وہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے اور اللہ سے فریاد کریں گے جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے۔

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھریں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کر۔ (الاعراف۔۴۷)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہل دوزخ کی حالت زار کا اظہار فرما رہا ہے کہ وہ ایسی خراب وخستہ حالت میں ہوں گے کہ انہیں دیکھ کر اہل اعراف شدید خوف زدہ ہوجائیں گے اور اللہ سے پناہ مانگنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں تو ان ظالموں میں شامل نہ کرنا۔ ان کے ساتھ ہونے کا مطلب ہے کہ ہمیں ان کے ساتھ جہنم رسید نہ کرنا، ہمیں معاف کردے

Marfat.com

اور وہ آہ وزاری اور معافی کی درخواست کرنے میں مصروف ہو جائیں گے اور اللہ کی حمد وثنا میں لگ جائیں گے تا کہ اللہ تعالی ان کا فیصلہ اپنے رحم وکرم کے ذریعے کرے اور انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے، چاہے وہ جنت کے کسی ادنیٰ درجے میں ہی کیوں نہ ہو جنت کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ جہنم کے درجے سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجہ اعلیٰ وافضل ہوگا ، جنت میں کسی قسم کی نہ سختی ہوگی نہ عذاب ہوگا جبکہ دوزخ تو سرتا پا عذاب ہی عذاب کا اور وہ تو آگ ہی آگ کا نام ہے وہاں کی غذائیں بھی شدید عذاب کی علامتیں ہیں۔

Marfat.com

جنت

قرآنی آیات سے جنت کے بارے میں جو تصور قائم ہوتا ہے وہ ایک مثالی تصور ہے' یعنی جنت متقی نیکوکاروں کے اس آخری اور دائمی گھر سے عبارت ہے جس میں انسان کی تمام اعلیٰ تمنائیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی۔ جنت کی ایک صفت خلود بھی ہے یعنی اس گھر میں پہنچ کر لوگ ایسی مسرتوں سے ہم کنار ہوں گے جنہیں کبھی زوال ہی نہیں آئے گا۔ جنت کی تمام مسرتیں ہر قسم کے غم وملال اور حزن کی آلائشوں سے پاک ہوں گی، یہ ایسی پاکیزہ جگہ ہوگی جہاں کینہ' بغض' حسد' رشک اور دیگر لغویات کا گزر تک نہیں ہوگا۔ وہ پوری طرح امن وسلامتی کا گھر ہوگا۔ وہ تو مقام رحمت ہوگا مقام نور' مقام رضوان' مقام طیب وطاہر' مقام تسبیح وتہلیل اور مقام قرب الٰہی ونعمت دیدار ایزدی ہوگا۔

قرآن کریم میں آخرت کی زندگی کے اس دائمی اور غیر فانی گھر کو جو ہر قسم کے آزار و پریشانی سے پاک ہوگا جنت یعنی باغ کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس گھر کے لوازمات کا بھی ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے جو لوازمات جن سے ہم دنیا کی زندگی میں مانوس ہیں مثلاً باغ' مرغ زار' آب رواں' گل وثمر' عمدہ مشروبات وملبوسات وغیرہ۔

Marfat.com

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مطابق ان کی حقیقت بالکل وہی نہیں ہے جو ان الفاظ سے ہم سمجھنے کے عادی ہیں بلکہ ان اخروی اشیاء کو ان تمام دنیاوی الفاظ سے اس لئے ادا کیا گیا ہے کہ وہ ان سے خاص نسبت رکھتی ہیں۔ ورنہ تو از روئے حقیقت ان الفاظ کے لغوی مفہوم سے ان کی اخروی حقیقتیں بدر جہاں بلند تر اور عالی تر ہوں گی۔

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ ایسے گنجان درختوں کو بھی جنت کہا جاتا ہے جو زمین کو چھپائے ہوئے ہوں۔ بہشت کو جنت دنیاوی باغات سے تشبیہ دے کر اس لئے کہا گیا کہ انسان اس کی حقیقت کو محسوس کر سکے، جس طرح دنیا کے باغات انسان کو راحت و ٹھنڈک پہنچاتے ہیں، راحت و آرام مہیا کرتے ہیں ایسے ہی انسان سمجھ لے کہ جنت بھی آرام کا ٹھکانہ و گھر ہے۔ دراصل متقی پرہیز گاروں، نیکوکاروں کا آخری دائمی گھر بہشت میں ہوگا، بہشت کو جنت اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان اس تشبیہ کی وجہ سے اس کی اہمیت کا پوری طرح اندازہ کر سکے۔

جنت کی جمع جنات ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جنات لانے کی وجہ یہ ہے کیونکہ بہشت سات ہیں۔"

جب کہ اہل تحقیق نے بہشت کے آٹھ درجے متعین کئے ہیں۔(۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن (۳) جنت نعیم (۴) دارالخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دارالسلام (۷) دارالقرار جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فہرست میں ساتویں نمبر پر علیین ہے اور محققین نے دارالقرار تحریر کیا ہے اور (۸) دارالجلال ہے محققین کے مطابق سات درجات تو انسانوں کے لئے ہیں آٹھواں درجہ دارالجلال دیدار حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ علامہ زرمخشری نے اپنی کتاب کشاف میں بھی یہی نام دئے ہیں بس ترتیب کا فرق ہے۔

قرآن حکیم میں رب کائنات اپنے بندوں کو ترغیب دینے کے لئے تاکہ وہ صراط مستقیم

Marfat.com

پر ثابت قدمی سے چلتے رہیں، انہیں جنت کی نعمتوں کی خوش خبری سنا رہا ہے، جگہ جگہ بار بار قرآن حکیم میں جنت اور اس کی نعمتوں، راحتوں کا ذکر کر کے اپنے بندوں کو تاکید فرما رہا ہے کہ وہ آخرت کے روز ان نعمتوں کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں جنت اور جنت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ دنیا میں کئے گئے اعمال کو بتایا گیا ہے دنیا میں جو شخص بھی جتنے بہتر اعمال کرے گا، جتنا تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے گا، جتنی اطاعت و بندگی میں خلوص نیت سے سر تسلیم خم کرے گا وہ آخرت میں اتنا ہی بہتر صلہ پائے گا اور جنت میں بہترین مقام کا مالک ٹھہرے گا جنت کے بارے میں رب کائنات کا قرآن حکیم میں خوش خبری کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوش خبری دے دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ان جنتوں (باغوں) کے پھل دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے جب کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا' تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل پہلے ہمیں دنیا میں دیئے جاتے تھے۔اور ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ۔۲۵)

تفسیر:۔آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک وصالح بندوں کو خوش خبری سنا رہا ہے۔ قرآن حکیم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا ہے۔اس بات کو خوب واضح کر دیا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔عمل صالح کے بغیر ایمان بھی ثمر آور نہیں ہوتا اور نہ ایمان کے بغیر اعمال خیر کی عنداللہ کوئی اہمیت ہے۔ہر وہ عمل، عملِ صالح ہے جو سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو اور خالص رضائے الٰہی کی نیت سے کیا جائے۔اور ہر خلافِ سنت

Marfat.com

عمل نامقبول اور نمائش ونمود اور ریا کاری کے لئے کئے گئے سارے عمل مردود و نامقبول رہتے ہیں، اس لئے ہی آیت مبارکہ میں ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو مخاطب کیا جارہا ہے۔

متقی نیک افراد کو خوش خبری سنائی جارہی ہے کہ انہیں آخرت میں جو گھر دائمی زندگی شروع کرنے کے لئے ملنے والا ہے وہ ایسی جنت میں ہوگا یا باغوں میں ہوگا جس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان باغوں کے پھل کوئی ایسے اجنبی یا نرالے نہیں ہوں گے کہ جنہیں انسان شناخت نہ کر سکے یا جن سے وہ آشنا نہ ہو وہ پھل اپنی شکل وصورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے ہوسکتا ہے کہ ان کے نام بھی ملتے جلتے ہوں لیکن وہ تمام جنتوں کے باغوں کے پھل اپنی لذت' مزے' ذائقے میں دنیا کے میووں کی نسبت بدرجہا زیادہ بڑے اور لذیذ ہوں گے، ان کی لذت کی دنیا کے میووں کی لذت سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوگی۔ ان میووں کی تفسیر میں صحیح بخاری میں ہے کہ ''نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا' نہ کسی کان نے ان کی بابت سنا' دیکھنا اور سننا تو کجا کسی انسان کے دل میں ان کا گمان بھی نہیں گزرا۔

ازواج کا لفظ عربی میں جوڑے کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے مشترکہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ شوہر کے لئے بیوی زوج ہے اور بیوی کے لئے شوہر زوج' مگر جنت میں یہ ازواج پاکیزگی کی صفت کے ساتھ ہوں گے۔ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک' اگر دنیا میں کوئی مرد نیک اور صالح رہا ہے اور اس کی بیوی نیک نہیں تھی تو آخرت میں وہ اسے نہیں مل سکے گی بلکہ نیک مرد کو کوئی دوسری نیک بخت دے دی جائے گی، ایسے ہی اگر کوئی عورت دنیا میں نیک اور صالحہ رہی ہوگی اور اس کا شوہر نیک نہیں رہا ہوگا تو وہ وہاں اس برے شوہر سے خلاصی پائے گی اور کوئی نیک مرد اس کا شریک زندگی بنا دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسا جوڑا میاں بیوی کا ہوا جو دنیا میں بھی دونوں نیک اور صالح رہے ہوں گے تو وہاں بھی ان کا یہی رشتہ ابدی ہو جائے گا۔

خلود کے معنی ہمیشگی کے ہیں۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور خوش وخرم

Marfat.com

رہیں گے، ایسے ہی اہل دوزخ بھی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے جبکہ جنت میں تمام جنتی انتہائی عیش وآرام سے جنت میں دائمی زندگی بسر کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب سب لوگ اپنے اپنے دائمی ٹھکانوں پر جنت اور دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو ایک فرشتہ اعلان عام کرے گا۔ ''اے جہنمیو! اب موت نہیں ہے اور اے جنتیو اب موت نہیں ہے جو بھی جس حالت میں ہے اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ (صحیح بخاری)

جنت کی زندگی کے بارے میں سورہ الواقعہ میں جو منظر کشی کی گئی ہے وہ بڑی ہی دلکش دل نشین ہے۔

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾

ترجمہ:۔ یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے مرصع تختوں پر۔ ایک دوسرے کے سامنے تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ابدی (ہمیشہ رہنے والے) لڑکے آمدورفت کریں گے جو آب خوروں اور جگ اور ایسے جام لئے کہ جو بہتی ہوئی شراب سے لبریز ہوں گے۔ (سورہ الواقعہ۔ ۱۵ تا ۱۸)

لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾

ترجمہ:۔ جس سے نہ سر میں درد ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے پیش ہوں گے

Marfat.com

جو پسندیدہ ہوں گے' اور مرغوب پسندیدہ پرندوں کا گوشت پیش کریں گے۔ اور بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ایسی حسین جیسے چھپے ہوئے موتی ہوں۔ یہ سب کچھ ان کے نیک اعمال کا صلہ ہوگا۔ نہ وہ کوئی بری بات سنیں گے نہ کوئی گناہ کی بات۔ وہاں صرف سلام ہی سلام کی آوازیں ہوں گی۔ اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں۔ اور بہتے ہوئے پانیوں۔ اور بکثرت پھلوں میں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے نہ روکے جائیں گے۔ اور اونچی اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم نے خاص طور پر بنایا ہے (یعنی نئے سرے سے پیدا کیا ہے) اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے۔ جو اپنے شوہروں کی عاشق اور کم عمر ہوں گی۔ (الواقعہ۔ ۱۹ تا ۳۷)

تفسیر:۔ آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جنت کے بارے میں بالکل ابتدائی معلومات سے انسانوں کو روشناس کرا رہا ہے، یہاں صرف ایسی باتیں ایسے اعمال وافعال کا ذکر ہوا جن سے انسان دنیا کی زندگی میں لطف ولذت حاصل کرتا رہا ہے تا کہ وہ بہ آسانی سمجھ سکیں کہ جنت میں اسے کیسی کیسی راحتیں ملنے والی ہیں اور دنیا کی آزمائش میں امتحان میں پورا اترنے پر کیسے کیسے انعاماتِ عظیم اسے صلے میں ملنے والے ہیں، انسان اپنی سوچ فکر اور شیطانی بہکاوے کے مطابق یہ سوچتا ہے کہ اطاعت وعبادت تو صرف سراسر مشقت ومحنت وہ بھی ایسی جس کا کوئی صلہ ملے گا بھی یا نہیں ہاں وقت ضرور ضائع ہوگا۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام انسانوں کی ہر قسم کی سوچ وفکر سے بخوبی آگاہ رہتا ہے وہ ان کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے وہی طریقہ، وہی لہجہ اختیار کرتا ہے جس سے ناسمجھ انسان بات کو پوری طرح سمجھ سکے۔

ان آیات میں جنت میں ملنے والی سہولتوں کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ انسان ان سے یقیناً متاثر ہوتا ہے کون شخص ہوگا جو نہیں چاہے گا کہ اس کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ خوبصورت اور خوب سجی سجائی ہو، یہاں اسے خبر دی جا رہی ہے کہ تم عمل صالح اور تقویٰ اختیار

Marfat.com

کرو گے تو تمہیں نہ صرف جنت میں ٹھکانہ ملے گا بلکہ اس میں تمہارے بیٹھنے کی جگہ ایسی مرصع سجی ہوئی ہوگی جس کی تمام دنیا میں خواہش تک نہیں کرتے تھے، وہ سونے چاندی کے تاروں سے بنی ہوگی اور اس پر جواہرات جڑے ہوں گے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے سامنے تکیوں کا سہارا لئے آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ یہ کیفیت انسان کے عیش وآرام کی دنیا میں انتہائی کیفیات میں سے ہوسکتی ہے جو ہر کس وناکس کو حاصل نہیں ہوتی لیکن اہل ایمان، اہل جنت کو یہ خوش خبری دی جارہی ہے، یہ ہر جنتی کے لئے اعلان عام ہے ان جنتیوں کے لئے ان کی خدمت میں مامور ایسے نوجوان خدام ہروقت موجود رہیں گے جو ان کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے، وہ نوجوان خدام انہیں قیمتی سونے چاندی اور جواہرات کے برتنوں میں سے ایسے جام جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے ہوئے ہوں گے پیش کرتے رہیں گے، یہ شراب دنیا کی شراب کی مانند نہ نشہ آور ہوگی نہ کسی طرح دنیا کی شراب جو قطعی حرام کی گئی ہے کی مانند دردسر یا کسی اور تکلیف کا باعث ہوگی اس کا مزہ اس کا سرور بالکل جدا اور عظیم ہوگا۔ ان کے یہ نوجوان وخوبصورت خادم ان کی خدمت میں جنت کے ایسے ایسے میوے، پھل پیش کریں گے جو انہیں پسند ہوں گے، جن کا ذائقہ دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین میووں اور پھلوں سے لاکھوں گنا زیادہ اور الگ ہوگا اور ان کے وہ نوجوان اور خوبصورت خادم جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کی خدمت کے لئے مامور کیا ہوگا، وہ انہیں کھانے کے لئے ایسے پرندوں کا گوشت پیش کریں گے جو انہیں مرغوب وپسند ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو یہ خبر بھی دے رہا ہے کہ جنت میں ان کی خدمت میں خوبصورت ترین حوریں جن کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ہوں گی ان کے چہرے کی خوبصورتی وحسن اور چمک دمک کسی پوشیدہ موتی کی طرح کی ہوگی جو انہیں ان کی عبادت، اطاعت وبندگی اور احکام الٰہی کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کے صلے کے طور پر دی جائیں

Marfat.com

گی اہل جنت اپنے اپنے ٹھکانوں پر نہایت آرام وسکون سے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے ذکر کے درمیان اہل تقویٰ کا ذکر فرما کر یہ وضاحت کردی کہ جنت اور جنت کے انعامات صرف اہل تقویٰ صاحب ایمان اطاعت گزار، عبادت گزار بندوں کے لئے ہیں ان کے لئے ہیں جو دنیا کی امتحان گاہ میں اپنے امتحان وآزمائش میں پورے اترے تھے۔

اس کے ساتھ پھر اللہ جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے متقی افراد کو خوش خبری سنا رہا ہے کہ ان کے تقویٰ اختیار کرنے کا انہیں کیسا اچھا اور عظیم صلہ ملنے والا ہے یہ اعلان عام تمام مسلمان اہل جنت کے لئے ہوا تھا اب ایسی مزید نعمتوں کی خبر دی جارہی ہے۔

جنت کے ایسے بیروں کی جن کی جھاڑیاں بغیر کانٹوں والی ہوں گی جو ذائقے میں بے حد وحساب لذیذ ہوں گے اور ایسے ہی لذیذ ترین اہلِ جنت کے لئے انہیں فراہم کئے جائیں گے اور وہ ایسے ٹھنڈے میٹھے درختوں کے سایوں میں رہیں گے جن کے قریب پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی اور بکثرت پھل مہیا ہوں گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کے درختوں کے سائے اتنے طویل ہوں گے کہ ایک گھوڑا سوار اگر سو سال تک بھی چلتا رہے تب بھی سائے ختم نہیں ہوں گے۔ (صحیح بخاری) تمام اقسام کے پھل اتنی کثیر تعداد میں ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ کیونکہ آخرت کی زندگی جو جنت میں ہو یا دوزخ میں وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے نہ ہی وہاں کوئی چیز فنا ہوگی نہ ختم ہوگی جنت کے تمام پھل موسمی نہیں ہوں گے بلکہ دائمی ہوں گے وہ ہر موسم میں ہمیشہ دستیاب ہوں گے نہ ان کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ یا دشواری ہوگی۔

آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ اونچے اونچے فرشوں یا نشست گاہوں میں ہوں گے، ہوسکتا ہے کہ یہاں اہل جنت کے بلند درجات ومراتب کا اظہار کیا جارہا ہو کہ

Marfat.com

جنت میں اہل ایمان کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے دنیا میں انہوں نے جو دین حق کی خاطر تکالیف اٹھائی ہوں گی یا تنگ دستی مفلسی میں زندگی بسر کی ہوگی اللہ انہیں ان کے صبر واستقامت کا صلہ جنت کی نعمتوں کے ذریعے عطا فرمائے گا اور جنت میں وہ ہر طرح کے آرام وآسائشوں سے پر زندگی کے ساتھ بلند درجات بھی پائیں گے۔

اہل جنت جن پر اللہ کے انعامات ورحمتوں کی بارش ہو رہی ہوگی انہی کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وفضل سے ان کے جوڑے بنائے گا عورتیں جو مردوں کو بیویوں کے بطور عطاء کی جائیں گی ان کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ انہیں خاص طور پر بنایا جائے گا یعنی از سر نو پیدا کیا جائے گا اور اللہ اپنے فضل وقدرت سے انہیں خوبصورت نوجوان اور اچھوتی بنادے گا یعنی کنواری بنادے گا۔ ایسا جسے کسی نے چھوا نہ ہوگا اور ان کی خاص خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ان پر عاشق اور ان کی ہم عمر ہوں گی یہ سب اہتمام دائیں بازو والوں کے لئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا انہیں خاص طور پر بنانے کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت مردوں کو ملنے والی وہ عورتیں یا بیویاں حورعین ہوں گی کیونکہ حوریں عام ولادت کے طریقے سے پیدا نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اپنی قدرت خاص سے پیدا فرماتا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اہل جنت کو ملنے والی عورتیں اللہ خاص طور پر تخلیق فرمائے گا۔ اور جو دنیاوی عورتیں ہوں گی چاہے دنیا میں ان کا رنگ وروپ کیسا ہی خراب رہا ہو کتنی ہی بدشکل کیوں نہ رہی ہوں اللہ تعالیٰ جنت میں انہیں بھی جوانی اور حسن وجمال سے نوازے گا، جنت میں کوئی بھی عورت نہ بوڑھی ہوگی نہ ہی بدشکل ہوگی سب کی سب کنواری ہوں گی۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''اور ہم انہیں کنواریاں بنادیں گے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے تمام جنتی عورتوں کو حسن وجمال اور ان کے دیگر محاسن ایسا بنادیں گے کہ ان کے شوہر ان کو نہایت محبوب رکھیں گے، اہل جنت کے تمام مرد اور

Marfat.com

عورت ایک ہی عمر کے ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''سب جنتی ۳۳ سال کی عمر کے ہوں گے'' (سنن ترمذی) یعنی میاں بیوی ہم سن، ہم عمر ہوں گے اور دائمی طور پر وہ ویسے کے ویسے جوان العمر رہیں گے۔ ان آیات مبارکہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک وصالح اطاعت گزار بندوں کے لئے جنت میں کیسے انتظامات تیار کرر کھے ہیں۔

درج ذیل آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾

ترجمہ:۔ (قیامت کے) دن تو دیکھے گا کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا، آج تمہیں ان جنتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ (الحدید۔۱۲)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قیامت کے دن روز محشر جب سورج ڈبو دیا جائے گا ہر سمت تاریکی ہی تاریکی ہوگی، مخلوق ٹھوکریں کھا رہی ہوگی، اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہوگا ایسے وقت میں وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اپنی زندگی ایسے گزاری ہوگی جیسی اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزارنے کی ہدایت وتاکید فرمائی ہوگی ان کے ایمان کی روشنی ایسے تمام مردوں اور عورتوں کے دائیں جانب اور آگے آگے دوڑ رہی ہوگی چونکہ جنتی افراد کے دائیں ہاتھ میں ان کے نامۂ اعمال ہوں گے، نور کا دائیں طرف اور آگے چمکنا اور روشنی دینے کی وجہ بھی یہی ہوگی کیونکہ اہل جنت کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے جو ان ایمانی اعمال کے باعث ایمانی قوت سے

Marfat.com

جگمگا رہے ہوں گے، اس لئے ان کی روشنی کا حصار بھی ان کے دائیں جانب ہی ہوگا۔

اس آیت اور قرآن حکیم میں اس کے بعد آنے والی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں نور صرف مومنین وصالحین کے لئے ہی مخصوص ہوگا جبکہ کفار، منافقین، مشرکین، فسق وفجور کے مرتکب سب کے سب تاریکی میں بھٹک رہے ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو خصوصی خوش خبری سنا رہا ہے کہ انہیں ان کے نیک اعمال، انکی اطاعت وبندگی کے صلے میں ایسے پرآسائش آرام دہ اور دائمی گھر ملنے والے ہیں جو باغوں سے گھرے ہوں گے اور ان کے نیچے ٹھنڈے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی اہل ایمان کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی، انسان پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم واحسان ہے کہ وہ ہر ہر طرح سے انسان کو سمجھانے، قائل کرنے کی ہر تدبیر کرتا ہے کہ اس کا تخلیق کردہ انسان اپنی حماقتوں اور کم عقلی کے سبب کہیں شیطان کے جال میں نہ پھنس جائے اور رادِ حق سے بھٹک کر اس مردود کے پیچھے نہ لگ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود شیطان کو نہ صرف قیامت تک کی مہلت عطا کی ہے بلکہ اسے یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ انسانوں کو ہر طرح سے للچائے، بہکائے اور برائیوں کو خوبصورت بنا کے انہیں اچھائیوں سے بدل کر دھوکا دے کر انہیں راہ حق سے روک سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ جگہ جگہ بار بار انسان کو جسے اس نے اپنے نائب کے مرتبے پر فائز کیا ہے، راہ حق کی طرف آنے کی بھرپور ترغیب دیتا ہے تاکہ انسان اپنی عقل وفہم کو استعمال کر کے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھے اور سوچ سمجھ کر راہ حق پر جم جائے اور شیطان کے تمام حربوں کو ناکام بنا کر شیطان کو نامراد بنا دے اس مردود پر اپنے ارادے کے اختیار سے فتح پالے اس کا نام تقویٰ ہے پرہیزگاری ہے اطاعت وبندگی کی یہی ابتدا ہے۔

Marfat.com

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ
فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ
قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا
تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔اورانہیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت میں باغات اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے' وہاں انہیں نہ دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی سختی ثمر دار شاخیں اوران کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے' اوران کے میوے کے گچھے نیچے لٹکے ہوئے ہوں گے۔ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جارہے ہوں گے' شیشے بھی چاندی کی قسم کے ہوں گے جن کو (منتظمین جنت) اندازے سے ناپ کر بھرا ہوگا۔اورانہیں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔(الدھر۔۱۲تا۱۸)

تفسیر:۔آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو ملنے والی نعمتوں' راحتوں کا ذکر فرمارہا ہے۔صبر کا مطلب ہے دین کی راہ میں جو تکلیفیں انہیں آئیں صبر وخندہ پیشانی سے برداشت کرنا' اللہ کی اطاعت میں نفس کی خواہشات اور لذت کو قربان کرنا اور ہر قسم کے گناہوں سے خود کو بچانا۔

صبر یہاں بڑے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے۔درحقیقت صالح اہل ایمان کی پوری زندگی ہی صبر کی زندگی ہوتی ہے' ہوش سنبھالنے سے لے کر مرتے دم تک کسی بھی شخص کا اپنی تمام ناجائز خواہشات کو دبانا اور اللہ کی رضا ومنشا کے مطابق چلنا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی بتائی حدود کی پابندی کرنا' اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا مال وجان خرچ کرنا' ہر اس لذت وفائدے سے دست بردار ہونا جو حرام طریقوں سے حاصل ہو اور اللہ کے

Marfat.com

وعدے پر اعتماد و یقین کرنا کہ نیک رویوں کے ثمر اور اجر دنیا میں نہیں آخرت میں ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لئے خوش خبری سنا رہا ہے کہ وہ جنت میں اس طرح عیش و آرام سے رہیں گے جیسے دنیا میں کوئی شہنشاہ بھی نہیں رہتا ہے' ان کے استعمال کے لئے جو برتن پیش کئے جائیں گے وہ چاندی اور سونے کے ہوں گے اور شیشے کے پیالے بھی نفیس و بہترین ہوں گے ان کا شیشہ بھی چاندی کی قسم کا ہوگا۔ ذرا اندازہ تو کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے لئے جنہوں نے زمین پر دنیا کی زندگی احکام الٰہی کے مطابق اطاعت و بندگی میں گزاری ہوگی ان کے لئے کیسے کیسے بندوبست واہتمام کا اعلان فرما رہا ہے انہیں کیسے کیسے اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ دنیا میں مصائب و تکالیف سے قطعی نہ گھبرائیں انہیں اس ساری مشقت کا ایسا اجر عظیم ملے گا کہ وہ ساری تکالیف دکھ درد اور آلام کو بھول جائیں گے جبکہ دنیا میں عیش و آرام کرنے والے احکام الٰہی کو نظر انداز کرنے والے کفر فسق و فجور کرنے والوں کو اس سب کے برعکس دوزخ میں شدید آگ کے عذابوں سے گزرنا پڑے گا' اللہ تو ہر چیز کھول کھول کر بتا رہا اور سمجھا رہا ہے، انسان اپنے برے بھلے کو خوب اچھی طرح سمجھ لے اور اپنی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے اس دنیا میں زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گزارے تاکہ اس فانی اور عارضی زندگی کے بعد حقیقی اور دائمی زندگی کا آغاز اللہ کی نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ ہو سکے۔

جنت بلند ترین آسمان کے اوپر اور عرش الٰہی کے نیچے بتائی جاتی ہے' جنت کے مختلف طبقات و مقامات تک پہنچنے کے لئے' آٹھ دروازے ہیں ہر طبقہ اپنی جگہ کئی درجوں میں منقسم ہے بلند ترین درجے کو جو ساتویں آسمان پر یا اس سے بھی اوپر ہے، عدن اور فردوس کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان دروازوں کو کھولنے کے لئے تین دندانوں والی چابی ہے حدیث میں بیان ہوا ہے کہ وہ دندانے (۱) توحید کا اقرار (۲) اطاعت الٰہی (۳) تمام غیر شرعی کاموں سے

Marfat.com

احتراز۔(اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے اللہ کے محبوب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے'لاکھوں فرشتے استقبال کریں گے جونہایت عمدہ سریلے نغموں کا ورد کررہے ہوں گے۔(اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''بہشت کے سو درجے ہیں اور ہر درجے کی مسافت ارض وسما کی مسافت کے جتنی ہے اس کا اعلیٰ درجہ فردوس ہے اور اس پر عرش ہے اور وہ بہشت میں درمیان کی چیز ہے اور اس سے چار نہریں جاری ہیں۔سو تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو'اس لئے کہ یہ بہشت کا اعلیٰ درجہ ہے۔(مسلم)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی دائمی زندگی عطا کرنے کے لئے کیا ہے لیکن دائمی زندگی حاصل کرنے کا اختیار انسان کو ہی دے دیا ہے۔دائمی زندگی تو ہر انسان کو ہر حال میں ملے گی،آنے والی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی کی طرح کی نہیں ہوگی کہ موت آئی اور انسان مر گیا۔ پیچھے رہ جانے والے سوچتے ہیں چلو قصہ ختم ہوا'لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے'حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی زندگی میں رہ کر اپنے دائمی اور آخری ٹھکانے یا گھر کے حصول کا بندوبست کرنا ہے،اب یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے لئے آگ وعذاب کا گھر دوزخ منتخب کرے یا راحتوں آرام اور انعامات الٰہی کی جگہ بہشت منتخب کرے یہ سراسر انسان کے اختیار میں دے دیا گیا ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ دوزخ کیسے ملے گی اور جنت کے حصول کے لئے کیا کچھ کرنا ہوگا'اللہ جو بڑا ہی مہربان'رحمٰن ورحیم ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے کسی طرح سے غفلت کا شکار ہوں،اس لئے وہ بار بار اپنے خلیفہ کی ہدایت ورہنمائی کا بندوبست بھی کرتا رہا ہے اس کے بعد بھی انسان اگر نہ سمجھے تو یہ اس کی بدقسمتی ہی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز کرے اور انہیں عقل سلیم عطا کرے کہ وہ ہوش وحواس میں رہتے ہوئے پورے اخلاص وکوشش سے اللہ کی اطاعت و بندگی کا پورا پورا حق ادا کرسکیں اور اپنی آخرت کا درست بندوبست کرسکیں۔ اور عذاب جہنم سے اپنے بچاؤ کا پورا پورا بندوبست کرسکیں۔ آمین

Marfat.com

دعا

اے مالکِ کون مکاں' اے خالق دو جہاں' اے ہمارے پروردگار' اے ہماری پرورش ونگہداشت کرنے والے ہمیں اپنی رحمت وکرم سے آخرت کا طالب بنا کہ جب تک زندہ رہیں، جب تک کی ہمیں زندگی عطا کی ہے اسے آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنا دے۔ اے اللہ، اے مالک ہمیں دنیا کے مقابلے میں آخرت کی محبت اور خوف وشوق کی نعمت عطا فرما' مجھے، میری اولاد کو، میرے ماں باپ' بہن بھائیوں کو، میری آنے والی نسلوں کو اور تمام مسلمانوں کو اپنے کرمِ خاص سے ان بندوں میں شامل فرمادے جن کو تو آخرت کی نعمتوں سے نوازے گا' جن کے ساتھ اپنے رحم وکرم اور فضل کا معاملہ خاص فرمائے گا۔

اے اللہ! اے ہمارے رب' اے ہمارے مالک وخالق، ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر دے اور دنیا کی محبت سے ہمارے دلوں کو پاک کردے اور جو اجر وثواب آخرت میں تو نے اپنے نیک وصالح بندوں کو دینے کے لئے رکھا ہے اس کا حریص بنا اور آخرت کے نقصانات وشر سے محفوظ فرما۔

اے میرے رب! تیری ہی دی ہوئی توفیق سے اپنی تمام تر کم علمی بلکہ بے علمی کے باوجود اب تک جو قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کا کام تو نے اس ناکارہ سے لیا ہے، وہ تو ہی بہتر جانتا ہے، تجھ سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے تو نے جس طرح اب تک میری مدد فرمائی مجھے توفیق خاص عطا فرمائی جس سے میں نے اب تک تقریباً ایک درجن سے زیادہ قرآنی آیات کی تفسیری کتب تحریر کیں اور جنہیں اپنے کرم خاص سے تو نے ہی لوگوں کے لئے نافع بنایا اور

Marfat.com

قبول عام کا درجہ عطا کیا' مالک آج پھر ایک جرأت کر رہا ہوں تیرے کلام کی، تیری تخلیق کی، تفسیر کی ایک ادنیٰ کوشش کر رہا ہوں اسے اپنے حضور قبول فرما اور خلق کے لئے نافع بنا اور مجھے علم عطاء فرما کہ میں قرآن کی خدمت تیری دی ہوئی توفیق سے ادا کر سکوں۔ آمین یارب العالمین!

Marfat.com

حوالے کی کتب

(۱) قرآن حکیم تفسیر بیان القرآن = حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

(۲) قرآن کریم تفسیر عثمانی = ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

(۳) درس قرآن تفسیر = الحاج مولانا محمد احمد خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ و ڈاکٹر عبدالحیؒ

(۴) فی ظلال قرآن تفسیر = سید قطب شہید۔ ترجمہ سید معروف شاہ شیرازی

(۵) تفہیم القرآن تفسیر = مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۶) ضیاء القرآن تفسیر = حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

(۷) تفسیر ماجدی = مولانا عبدالماجد دریابادی

(۸) قرآن کریم تفسیر = ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھیؒ تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف

(۹) قیامت کے ہولناک مناظر = امام جلال الدین سیوطیؒ

Marfat.com

Marfat.com

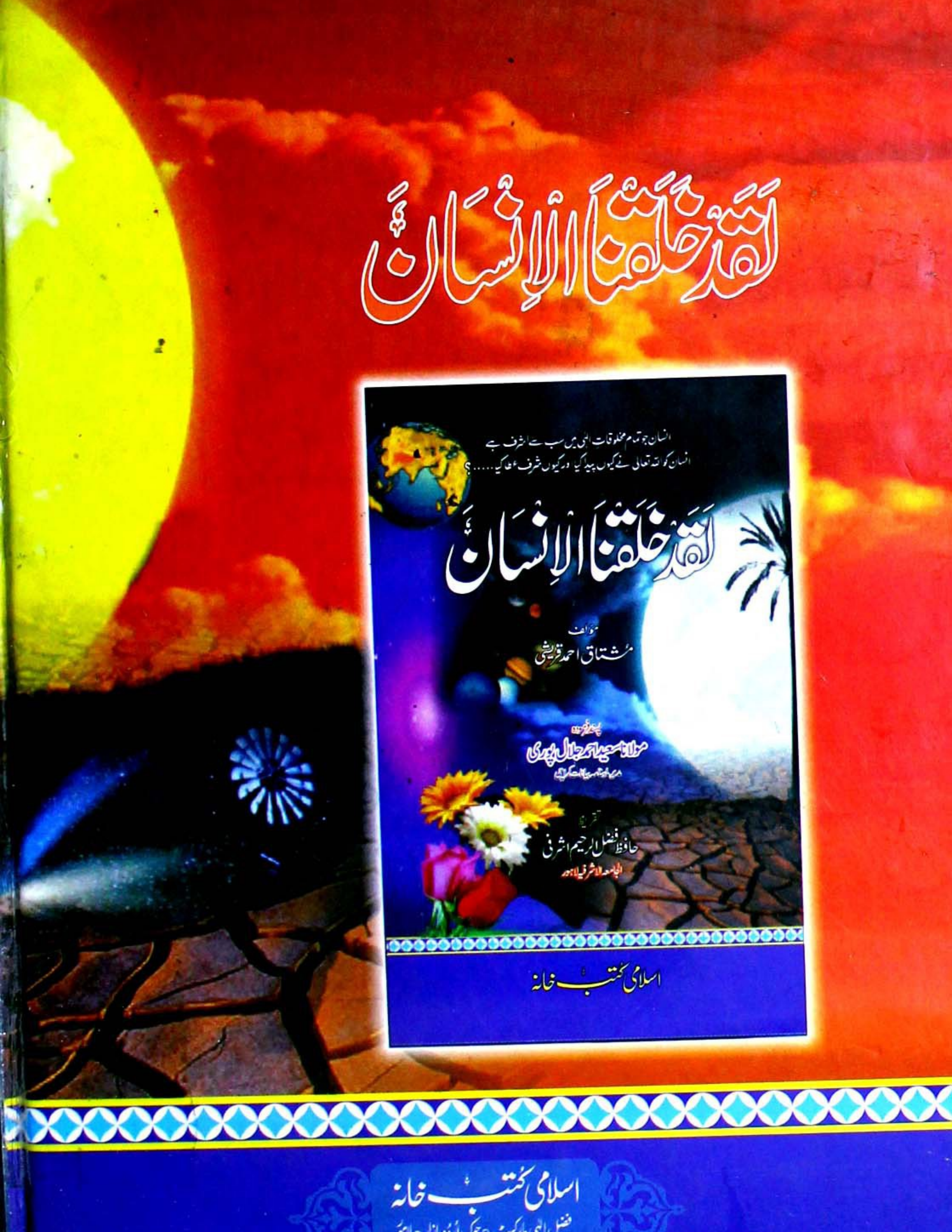

لقد خلقنا الانسان
انسان جو تمام مخلوقات الہی میں سب سے اشرف ہے
انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا اور کیوں شرف عطا کیا.....؟
لقد خلقنا الانسان
مؤلف
مشتاق احمد قریشی
پیش لفظ
مولانا سعید احمد جلال پوری
تقریظ
حافظ فضل الرحیم اشرفی
الجامعہ الاشرفیہ لاہور
اسلامی کتب خانہ
اسلامی کتب خانہ
فضل الہی مارکیٹ ○ چوک اردو بازار ○ لاہور
Ph:7223506-7230718

Marfat.com